مشاہدات

20 تقاریر

بعنوان

صحبتِ صالحین

یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"

24

ابوسعید حنیف احمد محمود

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ
اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ
وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝

(النساء:70)

20 تقاریر

بعنوان

صحبتِ صالحین

یکے از آن لائن مطبوعات ''مشاہدات''

24

ابو سعید حنیف احمد محمود

رابطہ کرنے کے لیے

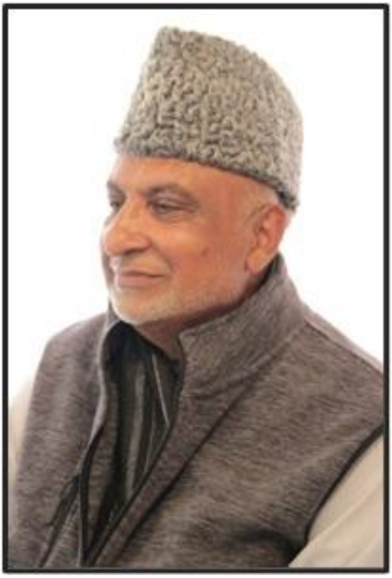

ای میل ایڈریس: hanifahmadmahmood@hotmail.com

ویب سائیٹ: www.mushahedat.com

فون نمبر: +44 73 7615 9966

تحریر اوّل

کوئی تحریر لکھنا خواہ وہ مختصر ہی کیوں نہ ہو آسان امر نہیں ہے۔ اس کے لیے اللہ کی مدد درکار ہوتی ہے۔ اُس کے بغیر انسان کچھ نہیں لکھ سکتا۔ اگر خدا پر توکّل نہ ہو اور انسان اپنی تحریر کو اپنی طاقت کا سرچشمہ قرار دے تو پھر تکبر کے ذرات محرّر کے اندر آنے لگتے ہیں۔ خاکسار کا گزشتہ 50 سالہ تجربہ ہے کہ تقریر کرنے، خطبہ دینے یا کوئی تحریر یا کتاب لکھنے سے قبل اللہ کا نام لیا جائے، درود شریف پڑھا جائے اور قَالَ رَبِّ اشۡرَحۡ لِیۡ صَدۡرِیۡ۔ وَ یَسِّرۡ لِیۡۤ اَمۡرِیۡ۔ وَ احۡلُلۡ عُقۡدَۃً مِّنۡ لِّسَانِیۡ۔ یَفۡقَهُوۡا قَوۡلِیۡ۔ وَ اجۡعَلۡ لِّیۡ وَزِیۡرًا مِّنۡ اَهۡلِیۡ۔ هٰرُوۡنَ اَخِی۔ اشۡدُدۡ بِهٖۤ اَزۡرِیۡ۔ وَ اَشۡرِکۡهُ فِیۡۤ اَمۡرِیۡ۔ کَیۡ نُسَبِّحَکَ کَثِیۡرًا۔ وَّ نَذۡکُرَکَ کَثِیۡرًا (طٰہٰ:26-35) پڑھ کر لکھنا یا تقریر کرنی شروع کی جائے تو اللہ تعالیٰ انشراحِ صدر پیدا کرتا ہے اور دماغ وذہن میں نئے سے نئے مضمون، نکات اور مطالب کھلنے لگتے ہیں۔

اِس دعا کو علمی ترقی، شرح صدر، حصولِ مواد کے ذرائع ،زبان میں تاثیر اور سامعین یا قارئین کے دل ودماغ پر اچھا اثر چھوڑنے کی دعا کا نام دیا جاسکتا ہے۔ اس دعا کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں انسان اپنے لیے دعا کرتا ہے کہ اے میرے رب! میرے سینہ کو کھول دے اور جو فرض مجھ پر ڈالا گیا ہے اُس کو پورا کرنا آسان کر دے۔ میری زبان کی گرہ کھول دے۔

دعا کا دوسرا حصہ زیادہ تر اُن لوگوں کے لیے ہے جو سامع یا قاری کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جو یَفۡقَهُوۡا قَوۡلِیۡ سے لے کر نَذۡکُرَکَ کَثِیۡرًا تک ہے۔ دوسرے حصہ کے اِن الفاظ میں گو بعض جگہوں میں اپنے لیے بھی دعا شامل ہے لیکن زیادہ تر سامعین اور قارئین مخاطب ہیں۔ ہم لوگ بالعموم یَفۡقَهُوۡا قَوۡلِیۡ تک دعا کرنی کافی سمجھ لیتے ہیں لیکن یہ دوسرا حصہ اپنے اندر بہت دلچسپ مطالب لیے ہوئے ہے۔ ان آیات کے ترجمہ کو ہم صرف اِس سارے مضمون کو آسان مفہوم میں سمجھنے کے لیے پیش کرتے ہیں۔

”اس نے کہا۔ اے میرے رب! میرا سینہ میرے لئے کشادہ کر دے اور میرا معاملہ مجھ پر آسان کر دے اور میری زبان کی گِرہ کھول دے۔ تا کہ وہ میری بات سمجھ سکیں۔ اور میرے لئے میرے اہل میں سے

میرا نائب بنادے۔ ہارون میرے بھائی کو۔ اس کے ذریعے میری پُشت مضبوط کر اور اُسے میرے کام میں شریک کردے۔ تاکہ ہم کثرت سے تیری تسبیح کریں اور تجھے بہت یاد کریں۔"

اب دوسرے حصہ کو ہی لیں۔ یَفۡقَهُوۡا قَوۡلِیۡ کے بعد فرمایا۔ میرے اہل سے ایک ساتھی بطور وزیر بنا جس سے میری طاقت مضبوط ہو اور اُس کو میرے کام میں شریک بنا۔ یَفۡقَهُوۡا کے مضمون کو اتنا وسیع کردیا گیا ہے کہ سامعین اور قارئین میں سے اتنے وزیر مل جائیں جس میں میرا دینی خاندان اتنا بڑا ہو جائے کہ ہم سب مل کر خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے کہیں کہ میرے کلام، میری تقریر یا میری تحریر کی تیاری میں اللہ تعالیٰ کی مدد شاملِ حال رہی ہے اور مجمع میں پیش کرنے میں بھی خدا کی مدد شاملِ حال رہی اور تُو نے لوگوں کے سینے بھی کھولے تو ہم سب مل کر نُسَبِّحَكَ كَثِيۡرًا وَّ نَذۡكُرَكَ كَثِيۡرًا کے تحت کثرت سے تیری تسبیح کرتے ہیں ہو گی اور ذکر بھی۔

یہ ہے وہ نتیجہ ہے کسی تحریر لکھنے یا تقریر کرنے کا کہ اے اللہ ! اگر تُو برکت ڈالے گا اور لوگوں کو قوّتِ سماعت و اثر عطا کرے گا تو ہم مل کر تیری تسبیح و تحمید و تذکیر کریں گے۔ اِسی لیے کہا جاتا ہے کہ اگر شاعر کے دل میں کلام نزول کرتا ہے تو نثر نگار پر بھی مضمون نازل ہو رہا ہوتا ہے۔

اگر ہم سب کی نظر اپنے اللہ کی طرف ہو۔ اُسی سے مضمون سلجھانے کی درخواست کی جائے تو پھر اللہ تعالیٰ کئی رنگ میں مدد فرماتا ہے اور کسی انسان کو یا کسی تحریر کو بطور تائید کے لا کھڑا کرتا ہے۔ جب مجھے آج یہ تحریر لکھنا تھی تو امریکہ سے میری ایک بزرگ بہن مکرمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ نے میری تحریر بعنوان "سادھ سنگت" پڑھ کر اسی مضمون اور کتاب کے "پیش لفظ" کی مناسبت سے اپنا یہ شعر لکھ بھجوایا۔

جو کوہلوں کی دکاں میں ہو گا کہیں تو کالک اُسے لگے گی
کہ جیسے آتی ہے اُن سے خوشبو قریب رہتے ہیں جو گُلوں کے

یہی شعر خلاصہ ہے آج کی اس تحریر کا جو صحبتِ صالحین سے متعلقہ 20 تقاریر کو "تحریر اوّل" کے نام سے lead کر رہی ہے۔ صحبتِ صالحین کے حوالہ سے یہ 20 تقاریر کا مجموعہ اس مضمون کی کئی سَمت اور رُخ کھولنے کا موجب ہو گا۔ ان شاءاللہ۔ قارئین اِس کتاب میں صحبتِ صالحین کے تحت اللہ سے دوستی کو

دیکھیں گے۔ حضرت محمدؐ سے محبت اور آپؐ پر نازل ہونے والے قرآن کریم کی صحبت بھی صحبتِ صالحین نظر آئے گی۔ قرونِ ثانیہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی فرزند حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تعلق، آپؑ کی کتب روحانی خزائن و آپؑ کی دیگر کتب سے دوستی بھی صحبتِ صالحین کہلائے گی۔ پھر آپؑ کے خلفاء اور صحابہ کرامؓ سے تعلق کو بھی سادھ سنگت میں پائیں گے۔ ایم ٹی اے بھی اس کا ایک حصہ ہے۔ ”مشاہدات“ کے تحت روزانہ کی کسی نہ کسی عنوان پر تقریر بھی صحبتِ صالحین میں شامل ہے اور سب سے بڑھ کر آج کے Khalifa of the world کی باتوں کو سننا، آپ کے ہر جمعہ کو خطبہ سننا صحبتِ صالحین کا بہترین ذریعہ ہے۔ آپ اس حوالہ سے ان 20 تقاریر کے مجموعہ میں وہ حظ پائیں جو شاید اس مضمون کی مناسبت سے آپ کو ایک جگہ میسر نہ آئے۔ کہتے ہیں کتاب بہترین دوست ہے ایک ایسا دوست جس کی صحبت انسان کو اچھائی کی طرف لے جاتی ہے۔ 20 تقاریر پر مشتمل یہ کتاب بھی اِسی امر کی عکاسی کرے گی۔ اِن شاء اللہ

مَیں اظہار تشکّر کے طور پر سب سے پہلے تو اپنے پروردگار کا ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ جس کی مدد، تعاون اور اُسی کی دی ہوئی طاقت وقوّت سے یہ کام ممکن ہوا۔ حدیث شریف مَنْ لَّا یَشْکُرُ النَّاسَ لَا یَشْکُرُ اللّٰہَ کے تحت اُن افراد کا شکریہ ادا کرنا میری ذمہ داری میں شامل ہے جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اوپر درج دعا کے طفیل میری مدد کے لئے بھجوایا۔ اس کتاب میں شامل تقاریر کی تیاری میں مسز عائشہ چوہدری آف جرمنی، مسز عطیۃ العلیم آف ہالینڈ اور مکرم منہاس محمود صاحب آف جرمنی کا تعاون حاصل رہا۔ تقاریر کو کتابی شکل عزیزم زاہد محمود نے دی۔ آپ قارئین تک اس کتاب کو پہنچانے میں عزیزم سعید الدین احمد آف برطانیہ اور عزیزم عامر محمود ملک آف شیفیلڈ برطانیہ کی مدد حاصل رہی جبکہ عزیزم فضل عمر شاہد آف لٹویا نے اس کا خوبصورت ٹائیٹل بنا کر مہیا کیا۔ یہاں دو احباب کے نام بغرض درخواستِ دعا دینا ضروری سمجھتا ہوں جن سے مَیں کسی وقت مدد لے لیتا ہوں اُن میں سے ایک مکرم مولانا فضل الرحمن صاحب اُستاد جامعہ احمدیہ برطانیہ ہیں جو حوالہ جات نکالنے میں ہمہ وقت موجود ہوتے ہیں جبکہ دوسری مکرمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ ہیں جن سے مَیں اشعار میں مدد کی درخواست کرتا ہوں اور وہ ہر وقت تعاون کے لئے موجود رہتی ہیں نیز جن اصحاب کے مضامین سے ان تقاریر کی تیاری میں کسی بھی قسم کی مدد لی گئی

اور وہ تمام اصحاب و خواتین جو تقاریر کو اور کتب کو دیگر احباب تک پہنچانے میں ممدّ و معاون ہوتے ہیں وہ سب ہی شکریہ کے مستحق ہیں۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء و کان اللہ معھم

مکرم نیاز احمد نائیک صاحب قادیان سے تحریر کرتے ہیں:

"مشاہدات کی علمی خدمات سے یہاں (قادیان) بھی بھرپور رنگ میں فائدہ اٹھایا جارہا ہے۔ عموماً مشاہدات کی تقاریر جلسوں میں پڑھی جاتی ہیں اور بعض شعبوں کی طرف سے شیئر بھی ہوتی ہیں۔"

آپ قارئین کے تبصرے ہمیشہ حوصلہ افزائی کا موجب ہوتے ہیں۔ کان اللہ معکم و ایدکم بنصرہٖ

"مشاہدات" کی 24ویں کاوش آپ کی نظر ہے۔ رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ

خاکسار

ابو سعید حنیف احمد محمود

مربّی سلسلہ حال برطانیہ

(شاہد۔ عربی فاضل)

(سابق ایڈیٹر روزنامہ الفضل ربوہ و الفضل آن لائن لندن و نائب ناظر اصلاح و ارشاد مرکزیہ)

یکم / محرم 1447 ہجری بمطابق 27 / جون 2025ء

ویب سائیٹ: www.mushahedat.com

فون نمبر: +44 73 7615 9966

ای میل: hanifahmadmahmood@hotmail.com

تقاریر کے حوالے سے چند باتیں

1. خاکسار نے جو تقاریر تیار کیں وہ سات سے آٹھ منٹ دورانیہ کی ہیں اس میں نیت یہ تھی کہ جماعتی وذیلی تنظیموں کے تربیتی و تبلیغی اجلاسات میں پڑھی جاسکیں۔

2. جہاں تک مقابلہ جات کی تقاریر کا تعلق ہے ان میں ان تقاریر کو ذرا مختصر کرکے حسب پروگرام کی جاسکتی ہیں کیونکہ چھوٹی تحریر کو بڑا کرنا قدرے مشکل ہوتا ہے جبکہ بڑی یا لمبی تحریر بآسانی مختصر کی جاسکتی ہے۔

3. بعض دوست جب کسی عنوان کے تحت تقریر کا مطالبہ کرتے ہیں تو ان کو وہ تقریر عنوان کی قدرے تبدیلی سے جب بھجوائی جاتی ہے وہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ وہ عنوان تو نہیں ہے جبکہ عنوان تبدیل کرکے اگر وہی تقریر کردی جائے تو وہ عین درست ہوتا ہے جیسے آنحضورؐ کا عفو کا مقام اور آنحضورؐ اور غصہ نہ کرنے کی تعلیم۔

4. تقریر کرتے وقت صاحب صدر یا سامعین کو مخاطب کرتے موقع و محل کو مدنظر رکھنا چاہئے کیونکہ صاحب تحریر کے مدنظر بھائی اور بہنیں دونوں ہوتی ہیں۔ اس طرح مخاطب ضمیر بھی بدل جائے گی۔

5. اور سب سے ضروری بات یہ ہے کہ تقریر خود تیار کرنے کی کوشش کیا کریں۔ اس سے کتب بینی کا بھی موقع میسر آتا ہے۔ مطالعہ کتب حضرت مسیح موعودؑ کی بھی توفیق ملتی ہے۔ عنوان کو ذہن میں رکھ کر درود شریف اور دعائے قرآنیہ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ بار بار پڑھیں۔ اپنے خدا سے مدد مانگیں اور اگر ممکن ہو تو صدقہ بھی دیں۔ اللہ تعالیٰ مضمون سلجھا دے گا اور تقریر لکھنے میں الٰہی مدد و نصرت بھی ملے گی۔

تقریر کرنے کا گُر

استاذی المحترم سید میر محمود احمد ناصر صاحب سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ تقریر کرنے کا ایک گُر یوں بیان کرتے ہیں کہ:

”تقریر کرنا ایسے ہی ہے جیسے آپ نے کوئی درخت کاٹ کر گرانا ہو۔ اگر آپ درخت کو پکڑ کر کھینچنے اور جھٹکے دے دے کر گرانے کی کوشش کریں گے تو وہ نہیں گرے گا۔ اس کا درست طریقہ یہ ہے کہ پہلے اِس کو اردگرد سے کلہاڑے کے ساتھ کَٹ لگائیں۔ جب سب طرف سے اچھے خاصے کٹ لگ جائیں اور آپ کو یقین ہو جائے کہ اب درخت بہت کمزور ہو گیا ہے تو پھر ایک ہی بار زور سے جھٹکا دینے سے درخت زمین پر گر جائے گا۔ یہی حال تقریر کا ہے۔ پہلے دلائل کے کلہاڑے سے چاروں طرف سے کَٹ لگائیں اور جب آپ کو یقین ہو جائے کہ مضمون کا احاطہ کر لیا گیا ہے تو پھر آخر پر پُرجوش لہجہ اور مؤثر کلمات سے زور کا جھٹکا لگائیں تو کامیاب تقریر کا مرحلہ سر ہو جائے گا۔“

(مکرم محمد طاہر ندیم صاحب مربی سلسلہ عربک ڈیسک یوکے کی ایک تحریر میں سے اقتباس)

(روزنامہ الفضل انٹرنیشنل 16 جون 2025ء)

یکے از آن لائن مطبوعات ”مشاہدات“

1۔ جماعت احمدیہ و ذیلی تنظیموں کے عہد اور ہماری ذمہ داریاں
2۔ تقاریر سیرت و شمائل محمد صلی اللہ علیہ وسلم
3۔ 100 تقاریر برائے ممبرات لجنہ اماء اللہ بر موقع صد سالہ جوبلی
4۔ 52 علامات 52 تقاریر بابت پیشگوئی مصلح موعود
5۔ 50 تقاریر بر موقع یوم مسیح موعودؑ (جلد اول)
6۔ 30 دروس بابت رمضان المبارک 2024ء (حصہ اول)
7۔ 50 تقاریر بر موقع یوم خلافت (حصہ اول)
8۔ 25 تقاریر بابت انفاق فی سبیل اللہ
9۔ 65 تقاریر برائے انصار اللہ
10۔ 20 تقاریر بابت محرم الحرام
11۔ 25 تقاریر بابت اہل بیت رسولؐ اور اُن کا مقام و مرتبہ
12۔ 50 تقاریر بابت سیرت و شمائل حضرت محمد ﷺ (حصہ دوم)
13۔ 70 تقاریر برائے خدام الاحمدیہ
14۔ 50 تقاریر بابت قرآن کریم (حصہ اول)
15۔ 50 تقاریر بابت اخلاقیات (حصہ اول)
16۔ 60 تقاریر بابت افراد خاندان حضرت مسیح موعودؑ (حصہ اول)

17۔ 40 تقاریر بابت افراد خاندان حضرت مسیح موعودؑ (حصہ دوم)

18۔ 20 تقاریر بابت فلسفہ دُعا اور اس کی حقیقت

19۔ 30 دروس بابت رمضان المبارک 2025ء (حصہ دوم)

20۔ 30 تقاریر بابت رمضان المبارک 2025ء (جلد اول)

21۔ 50 تقاریر بر موقع یوم مسیح موعودؑ 2025ء (جلد دوم)

22۔ 50 تقاریر بر موقع یوم خلافت 2025ء (حصہ دوم)

23۔ 10 تقاریر بعنوان صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

24۔ 20 تقاریر بعنوان صحبتِ صالحین

زیر ترتیب کتب

1۔ 50 تقاریر بابت سیرت و شمائل حضرت محمدﷺ (حصہ سوم)

2۔ 50 تقاریر بابت اخلاقیات (حصہ دوم)

3۔ 50 تقاریر بابت عبادات

4۔ 20 تقاریر بابت واقفین / واقفات نو

5۔ 20 تقاریر بابت ناصرات الاحمدیہ

6۔ 20 تقاریر بابت اطفال الاحمدیہ

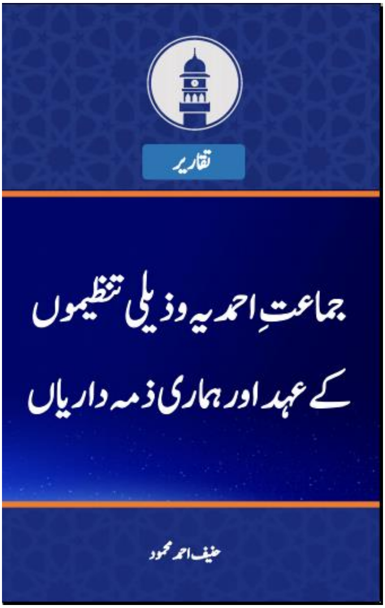
تقاریر
جماعتِ احمدیہ و ذیلی تنظیموں
کے عہد اور ہماری ذمہ داریاں
حنیف احمد محمود

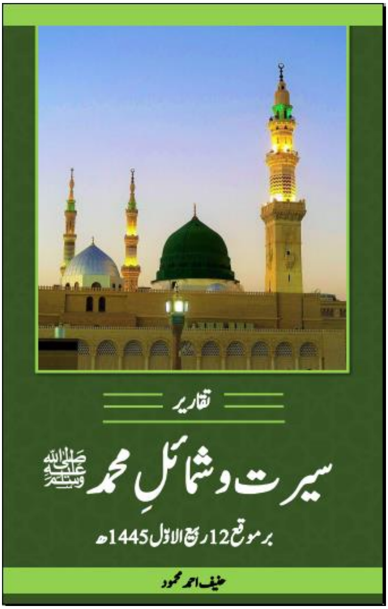
تقاریر
سیرت و شمائلِ محمد ﷺ
برموقع 12 ربیع الاول 1445ھ
حنیف احمد محمود

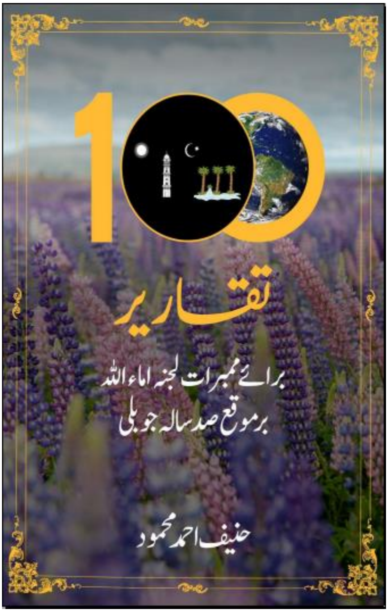
100
تقاریر
برائے ممبرات لجنہ اماء اللہ
برموقع صد سالہ جوبلی
حنیف احمد محمود

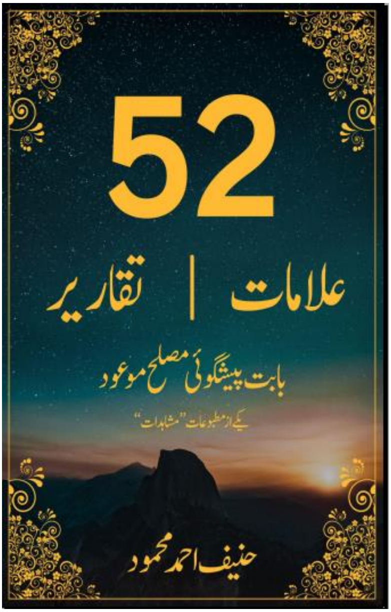
52
علامات | تقاریر
بابت پیشگوئی مصلح موعود
یکے از مطبوعات "مشاہدات"
حنیف احمد محمود

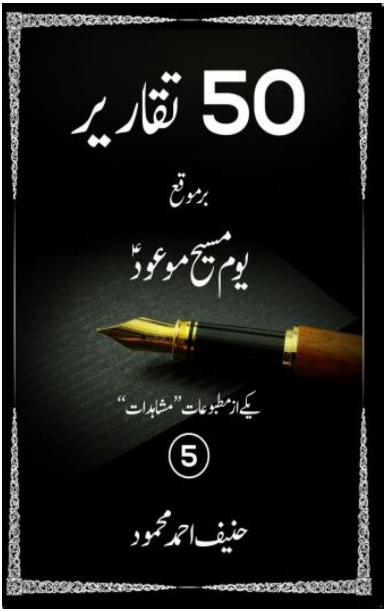
50 تقاریر
برموقع
یوم مسیح موعودؑ
یکے از مطبوعات "مشاہدات"
5
حنیف احمد محمود

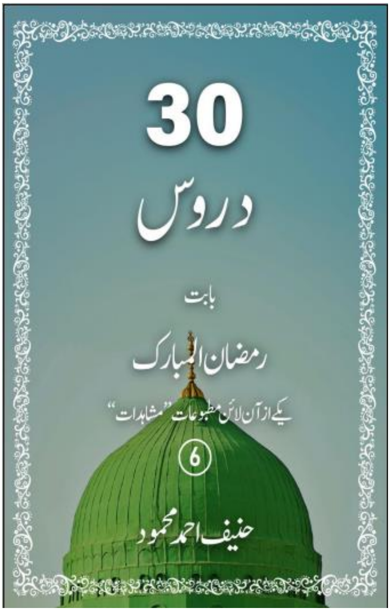
30
دروس
بابت
رمضان المبارک
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
6
حنیف احمد محمود

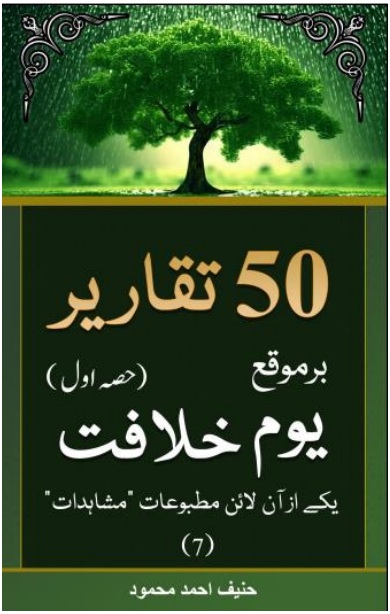
50 تقاریر
برموقع
(حصہ اول)
یوم خلافت
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
(7)
حنیف احمد محمود

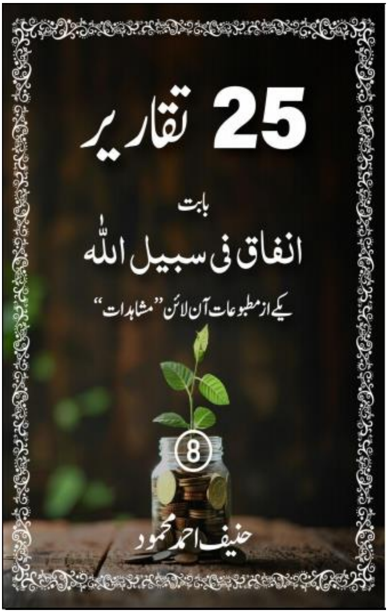
25 تقاریر
بابت
انفاق فی سبیل اللہ
یکے از مطبوعات آن لائن "مشاہدات"
8
حنیف احمد محمود

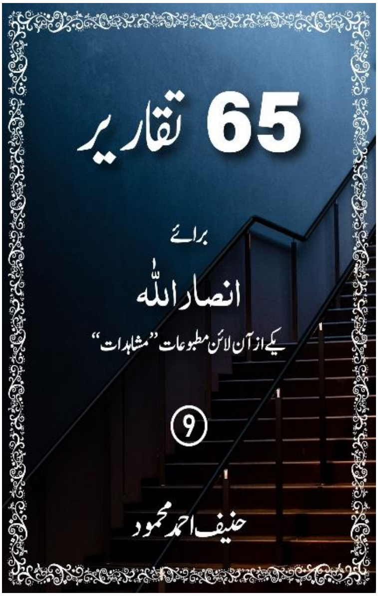
65 تقاریر
برائے
انصار اللہ
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
9
حنیف احمد محمود

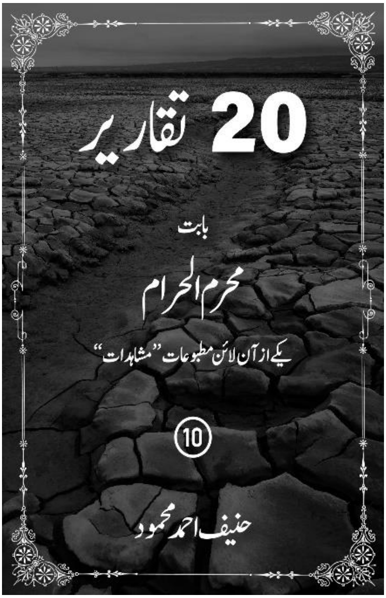
20 تقاریر
بابت
محرم الحرام
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
10
حنیف احمد محمود

25 تقاریر
بابت
اہلِ بیتِ رسولؐ اور اُن کا مقام و مرتبہ
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
11
حنیف احمد محمود

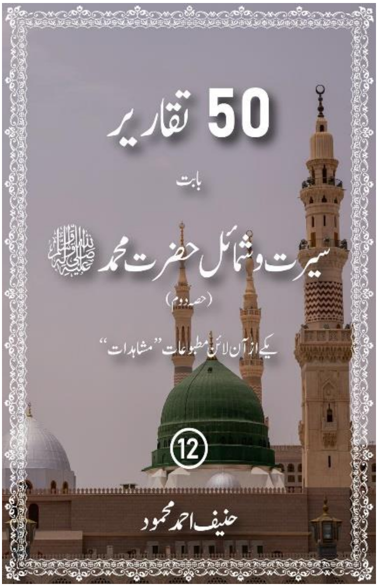
50 تقاریر
بابت
سیرت و شمائل حضرت محمد ﷺ
(حصہ دوم)
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
12
حنیف احمد محمود

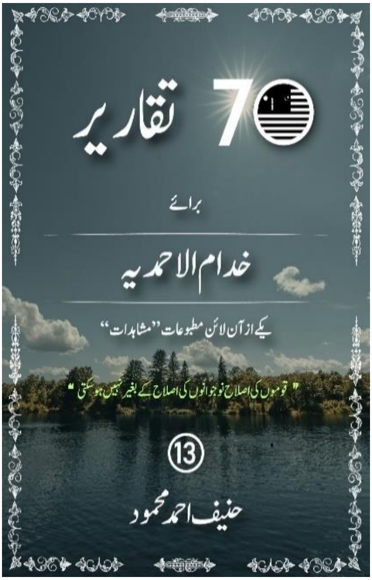
70 تقاریر
برائے
خدام الاحمدیہ
یکے از آن لائن مطبوعات ''مشاہدات''
''قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی''
13
حنیف احمد محمود

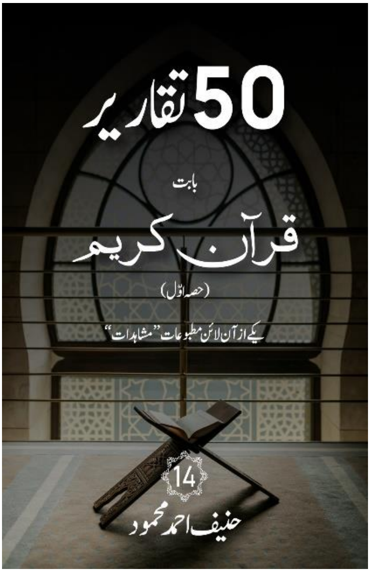
50 تقاریر
بابت
قرآن کریم
(حصہ اوّل)
یکے از آن لائن مطبوعات ''مشاہدات''
14
حنیف احمد محمود

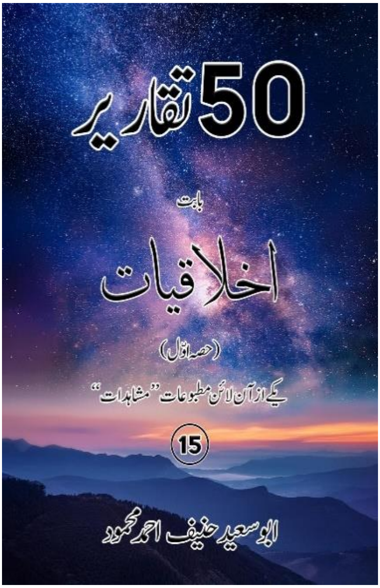
50 تقاریر
بابت
اخلاقیات
(حصہ اوّل)
یکے از آن لائن مطبوعات ''مشاہدات''
15
ابوسعید حنیف احمد محمود

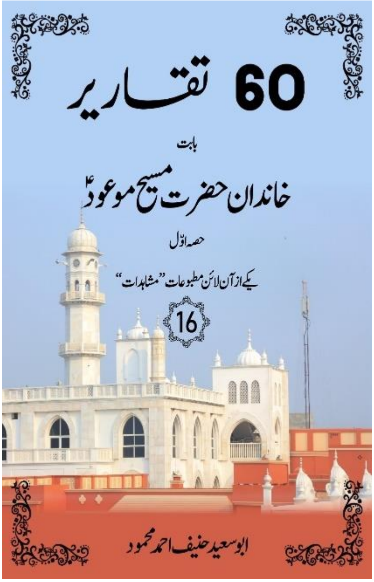
60 تقاریر
بابت
خاندان حضرت مسیح موعودؑ
حصہ اوّل
یکے از آن لائن مطبوعات ''مشاہدات''
16
ابوسعید حنیف احمد محمود

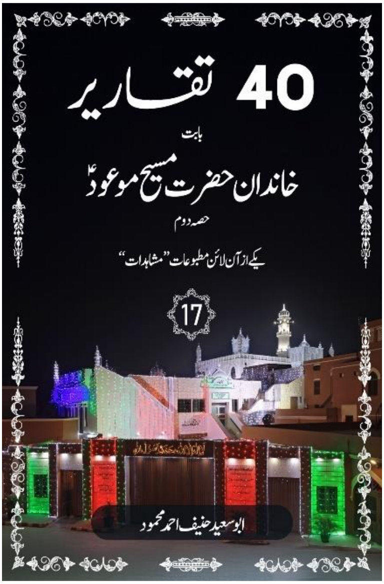
40 تقاریر
بابت
خاندان حضرت مسیح موعودؑ
حصہ دوم
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
17
ابوسعید حنیف احمد محمود

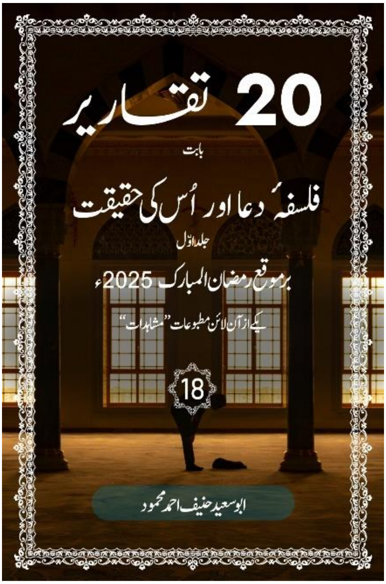
20 تقاریر
بابت
فلسفۂ دعا اور اُس کی حقیقت
جلد اوّل
بر موقع رمضان المبارک 2025ء
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
18
ابوسعید حنیف احمد محمود

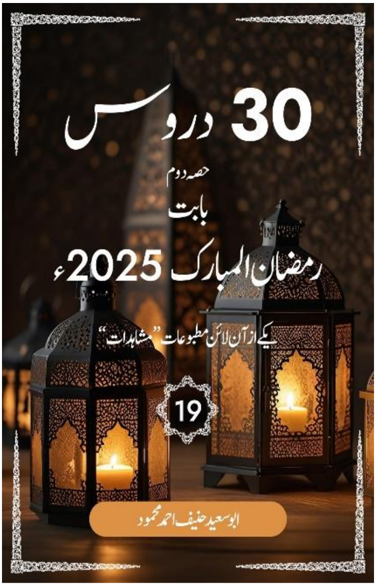
30 دروس
حصہ دوم
بابت
رمضان المبارک 2025ء
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
19
ابوسعید حنیف احمد محمود

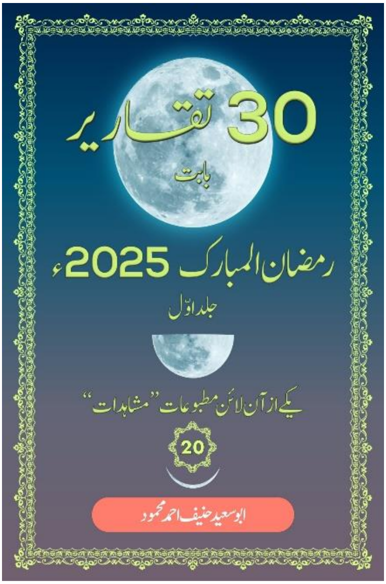
30 تقاریر
بابت
رمضان المبارک 2025ء
جلد اوّل
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
20
ابوسعید حنیف احمد محمود

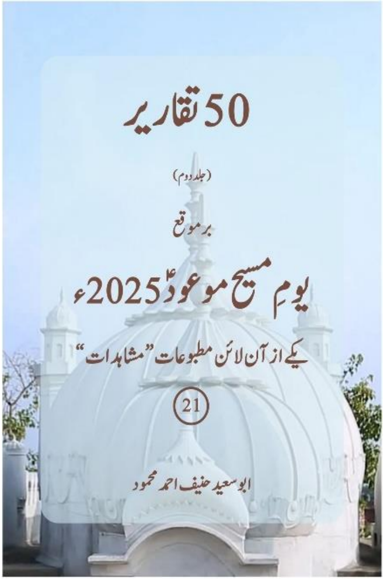
50 تقاریر
(جلد دوم)
برموقع
یومِ مسیح موعودؑ 2025ء
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
21
ابوسعید حنیف احمد محمود

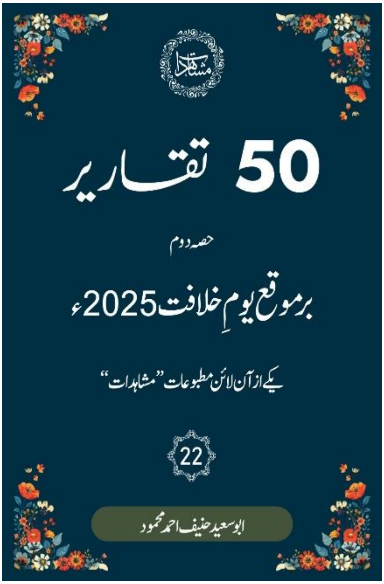
50 تقاریر
حصہ دوم
برموقع یومِ خلافت 2025ء
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
22
ابوسعید حنیف احمد محمود

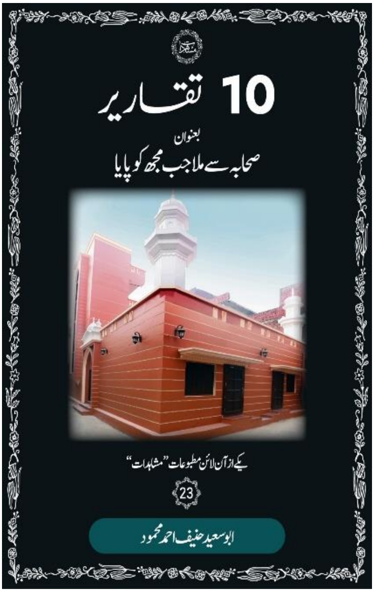
10 تقاریر
بعنوان
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
23
ابوسعید حنیف احمد محمود

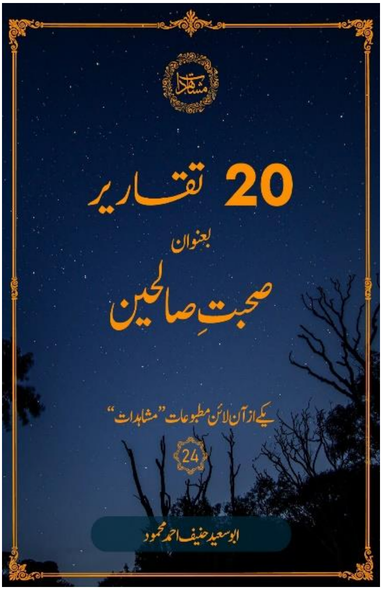
20 تقاریر
بعنوان
صحبتِ صالحین
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
24
ابوسعید حنیف احمد محمود

50 تقاریر

بابت

سیرت وشمائل حضرت محمد ﷺ

(حصہ سوم)

(زیر ترتیب)

یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"

25

ابو سعید حنیف احمد محمود

---

50 تقاریر

بابت

اخلاقیات

(حصہ دوم)

(زیر ترتیب)

یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"

26

ابو سعید حنیف احمد محمود

---

20 تقاریر

بابت

ناصرات الاحمدیہ

(زیر ترتیب)

یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"

27

ابو سعید حنیف احمد محمود

---

20 تقاریر

بابت

اطفال الاحمدیہ

(زیر ترتیب)

یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"

28

ابو سعید حنیف احمد محمود

محفوظ قلعے میں داخل ہونے کی تحریک

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 23 اگست 2024ء میں یہ تحریک فرمائی کہ بڑی عمر کے افراد **200 مرتبہ**، 15 سے 25 سال کے افراد **100 مرتبہ** یہ دعائیں پڑھیں اور چھوٹے بچوں سے والدین **3، 4 دفعہ** دہرائیں

Hazrat Khalifatul Masih V (may Allah be his helper) instructed in his Friday Sermon on August 23rd, 2024, that adults should recite these prayers **200 times**, individuals aged 15 to 25 should recite them **100 times**, and parents should repeat these prayers with young children **three or four times**:

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ ، سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ

پاک ہے اللہ اپنی حمد کے ساتھ۔ پاک ہے اللہ جو بہت عظیم ہے۔ اے اللہ رحمتیں بھیج، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر۔

Holy is Allah, worthy of all praise and greatness. O Allah, bestow Your blessings upon Muhammad and the people of Muhammad.

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ

100 times daily | 100 دفعہ ورد کریں

میں اللہ اپنے رب سے بخشش طلب کرتا ہوں۔ اور اسی کی طرف جھکتا ہوں۔

I seek forgiveness from Allah, my Lord, for all my sins and turn to Him.

رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ

100 times daily | 100 دفعہ ورد کریں

اے میرے رب! ہر ایک چیز تیری خادم ہے۔ اے میرے رب! پس مجھے محفوظ رکھ اور میری مدد فرما اور مجھ پر رحم فرما۔

My Lord, everything is subservient to You! Protect me, help me, and have mercy on me.

ویب سائیٹ: www.mushahedat.com

فون نمبر: +44 73 7615 9966

انڈیکس

صفحہ	عنوان	مشاہدات	نمبر شمار
1	اللہ ہمارا بہترین دوست ہے	715	1
6	زندہ خدا سے دل کو لگاتے تو خوب تھا	662	2
18	اسلام، محمد رسول اللہؐ کا مدرسہ ہے (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی)	488	3
26	آئیں! ہم اپنے آپ کو قرآن میں تلاش کریں	548	4
34	آئیں! حج اور عید الاضحیٰ کی مناسبت سے حضرتِ "ابراہیم حنیف" کی باتیں کریں!	436	5
49	عِبادِ صالحین کی صفات	299	6
57	عباد صالحین کیسے بنا جائے	302	7
63	صحبتِ صالحین کے ذرائع	851	8
72	پیوستہ رہ شجر سے اُمیدِ بہار رکھ	792	9
79	خطبات امام، ہمارے لیے ایک چراغ ہیں	165	10
92	خلافت ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے	311	11
100	میں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا	300	12
107	صحبتِ صالحین (ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روشنی میں)	248	13
118	صحبتِ صالحین کی اہمیت (خلفاء کے اِرشادات کی روشنی میں)	852	14
131	سادھ سنگت (چند مثالوں کی روشنی میں)	850	15
142	صحبت صالحین ایک کیمیا ہے	147	16
151	صحبت صالح ترا صالح کند	160	17
166	اچھے دوست بنانے کی اہمیت	296	18

19	559	باادب بانصیب، بے ادب بے نصیب	172
20	846	وَالصَّالِحُوْنَ اِخْوَانِیْ (مسیح موعودؑ) صالحین میرے بھائی ہیں	178

ضروری نوٹ

ہر مقرر یعنی تقریر کرنے والا تقریر کا آغاز درج ذیل تشہد سے کرے۔

تشہد

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا

عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ / خطاب کے آغاز میں تشہد بھی پڑھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس خطبہ / خطاب میں تشہد نہ ہو وہ یَدِ جَذْمَاء یعنی ایک ٹنڈے (کٹے ہوئے) ہاتھ کی مانند ہے۔

(جامع ترمذی، مشکوۃ المصابیح، باب اعلان النکاح، حدیث نمبر 3015)

”خدا کے فضل کے سوا تبدیلی نہیں ہوتی اعمالِ نیک کے واسطے
صحبت صادقین کا نصیب ہونا بہت ضروری ہے۔ یہ خدا کی سنت
ہے ورنہ اگر چاہتا تو آسمان سے قرآن شریف یونہی بھیج دیتا اور
کوئی رسول نہ آتا۔ مگر انسان کو عمل در آمد کے لئے نمونہ کی
ضرورت ہے۔ پس اگر وہ نمونہ نہ بھیجتا رہتا تو حق مشتبہ ہو جاتا“

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 266 ایڈیشن 2016ء)

﴾1﴿ ﴾مشاہدات۔715﴿

اللہ ہمارا بہترین دوست ہے

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

وَمَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡھِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیۡقًا(النساء:70)

اور جو بھی اللہ کی اور اِس رسول کی اطاعت کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو اُن لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے (یعنی) نبیوں میں سے، صدیقوں میں سے، شہیدوں میں سے اور صالحین میں سے۔ اور یہ بہت ہی اچھے ساتھی ہیں۔

مِری رات دِن بس یہی اِک صَدا ہے
کہِ اس عَالَمِ کَون کا اِک خدا ہے
اُسی نے ہے پیدا کیا اِس جہاں کو
ستاروں کو سورج کو اور آسماں کو
ہر اک چیز پر اُس کو قدرت ہے حاصل
ہر اک کام کی اُس کو طاقت ہے حاصل
وہ ہے ایک اُس کا نہیں کوئی ہمسر
وہ مالک ہے سب کا وہ حاکم ہے سب پر

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ (البقرہ:452)

کہ اللہ وہ ہے کہ اُس کے سوا کوئی خدا نہیں، وہ زندہ اور قیوم ہے۔

پیارے بچو! مَیں آج آپ بچوں سے آسان پیرایہ میں اپنے بہترین دوست کے حوالے سے گفتگو کرنے جا رہا ہوں جو ہم سب کا اللہ ہے جسے ہم پیار سے اللہ میاں بھی کہتے ہیں۔ ہم بچے بھی اور بڑے بھی اپنی اپنی زندگی میں اپنے دوست بناتے ہیں۔ جو زندگی میں ہمارے ہمراز اور خیر خواہ ہوتے ہیں۔ ہم نے اپنے بڑوں سے سُن رکھا ہے کہ دوست دیکھ کر بناؤ جو تمہارے ساتھ مُخلِص اور وفادار ہو اور مشکل وقت میں تمہارے کام آئے۔ اِن معنوں میں ہمارا سب سے بہترین، مخلص اور وفادار دوست ہمارا خالقِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہے جس کے متعلق رفیق کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ جس کے معانی ساتھی، مددگار کے ہیں جیسے میاں بیوی کے لئے رفیقِ حیات کا لفظ استعمال ہوتا ہے، کتاب کو بھی بہترین ساتھی، دوست، رفیق کہ گیا ہے اور جب یہ لفظ کسی نبی کے ساتھی کے لئے استعمال ہو تو اِس کے معنی صحابی کے ہوں گے یعنی ہم سفر، ہم نشین اور مُرید۔

آج مَیں اِنہی معنوں میں اللہ تعالیٰ سے دوستی یا اللہ تعالیٰ کو دوست بنانے کے حوالے سے گفتگو کروں گا۔ اللہ تعالیٰ رحمن اور رحیم ہے یعنی بن مانگے دینے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ ہمارے پیارے خدا نے زمین و آسمان کو پیدا کیا وہ تمام جہانوں کا رب ہے۔ یعنی ان کا پالنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر رحم کرتے ہوئے انہیں بہت سی نعمتوں سے نوازا ہے اور اس دنیا میں انسان کے فائدہ کے لئے بہت سی چیزیں پیدا کیں اور دنیا میں بسنے والی تمام مخلوق کے رزق کے سامان پیدا فرمائے۔

سبھی کو وہی رزق پہنچا رہا ہے
ہر اِک اپنے مطلب کی شَے کھا رہا ہے

اللہ تعالیٰ نے ہمیں وہ سب کچھ دیا جس کی ہمیں ضرورت ہے۔ وہ اپنے بندوں پر بہت مہربان اور ماں باپ سے بڑھ کر محبت کرنے والا ہے۔

بچو! ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے بہت محبت کرتے تھے۔ آپؐ نے ہمیں بھی یہ نصیحت فرمائی کہ ہم بھی اللہ تعالیٰ سے بہت پیار کریں۔ اللہ تعالیٰ اچھے کاموں سے راضی ہوتا اور بُرے کاموں سے ناراض ہوتا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم نیک کام کریں اور بُرے کاموں سے بچیں تا کہ ہمارا دوست اللہ ہم سے پیار کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا بہترین دوست ہے۔ بہت جلدی مان جاتا ہے، پُرانی باتیں یاد

نہیں کرواتا، ہمیں کبھی بھی مایوس نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے رسول جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو تُو جواب دے فَاِنِّی قَرِیۡبٌ کہ مَیں ان کے پاس ہی ہوں۔

اچھا دوست ہمیشہ مشکل وقت میں کام آتا ہے۔ ہمیں جب بھی کوئی مشکل یا پریشانی ہوتی ہے تو ہم اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہماری پریشانیاں دور کر دیتا ہے۔ جب ہم بیمار ہوتے ہیں تو ہمارا رحیم خدا ہمیں شِفاء دیتا ہے۔

میری دعائیں ساری کریو قبول باری
مَیں جاؤں تیرے وَاری کر تُو مدد ہماری

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”اے سُننے والو سُنو! ہمارا خدا وہ خدا ہے جو اب بھی زندہ ہے جیسا کہ پہلے زندہ تھا اور اب بھی وہ بولتا ہے جیسا کہ وہ پہلے بولتا تھا اور اب بھی وہ سُنتا ہے جیسا کہ پہلے سُنتا تھا۔“

(رسالہ الوصیت روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 309)

پھر آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

”ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی۔“

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 21)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”مَیں تمہیں بڑے زور سے بتلاتا ہوں کہ دنیا میں لوگ خدا تعالیٰ سے غافل ہو گئے ہیں۔ حالانکہ اُس سے بڑھ کر خوبصورت، اُس سے بڑھ کر محبت کرنے والا، اُس سے بڑھ کر پیارا اور کوئی نہیں ہے۔“

(برکات خلافت، انوار العلوم جلد 2 صفحہ 238)

کیا زندگی کا ذَوق اگر وہ نہیں ملا
لعنت ہے ایسے جینے پہ گر اُس سے ہیں جدا

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اللہ کو دوست بنانے کے حوالے سے فرماتے ہیں۔

”اگر ایک مومن کا فعل خدا کی رضا کے حصول کے لئے ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو ہمیشہ شیطان سے بچانے اور اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالنے کے سامان پیدا فرماتا رہے گا۔ کیونکہ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ ایک دنیاوی دوست اپنے دوست کے لئے کوشش کر کے اس کے فائدے کے سامان کرے اور خدا تعالیٰ جو سب دوستوں سے زیادہ وفا کرنے والا ہے وہ اپنے دوست کو، ایک مومن کو، باوجود اس کے چاہنے کے (کہ خدا تعالیٰ اسے ایمان میں مضبوط رکھے اور شیطان سے اسے بچا کر رکھے، اس کے حملوں سے محفوظ رکھے) یوں اندھیروں میں بھٹکتا ہوا چھوڑ دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ کبھی بھی نہیں ہو گا۔ اگر تم میری طرف بڑھ رہے ہو اور ایمان کی مضبوطی کی کوششیں کر رہے ہو تو میرا قرب حاصل کرنے والے ہو گے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 17 اگست 2007ء)

پھر آپ ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ دوستی کا حق ادا کرتا ہے، اس دنیا میں بھی انعامات سے نوازتا ہے، دنیاوی ضروریات بھی پوری کرتا ہے، روحانی ترقیات سے نوازتا ہے۔ اس دنیا کو بھی جنت بناتا ہے اور مرنے کے بعد بھی ہمیشہ رہنے والی جنت میں مومن کو رکھے گا۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ کے حقیقی مومنین کے ساتھ قرآن میں بے شمار وعدے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ پورا فرماتا ہے اور آج بھی ہم ان کو مختلف شکلوں میں پورا ہوتے ہوئے دیکھ رہے ہیں، دیکھتے ہیں۔ ہزاروں احمدی اس وعدے کے مطابق اپنی دعاؤں کی قبولیت کے نشان دیکھتے ہیں۔ خلافت کا جاری نظام بھی خدا تعالیٰ کے وعدوں میں سے ایک بہت بڑا وعدہ ہے جو مومنین کے سکون کے لئے اور ان کو تمکنت دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 17 اگست 2007ء)

آپ فرماتے ہیں:

”پس حقیقی مومن اور تقویٰ پر قدم مارنے والوں کا مولیٰ اور دوست وہ عظیم جاہ و جلال والا خدا ہے جس کی بادشاہت تمام زمین و آسمان پر حاوی ہے۔ پس جو ایسے جاہ وجلال اور قدرت رکھنے والے خدا کی آغوش میں ہو کیا اسے مخالفین کا مکر اور ان کی تدبیریں کچھ نقصان پہنچا سکتی ہیں؟ یقیناً نہیں، کبھی نہیں۔ کیونکہ جو

خدا تعالیٰ پر کامل ایمان لاتا ہے خدا اس کی حفاظت کے سامان پیدا فرماتا ہے۔ یہ اس کا وعدہ ہے کہ وہ ان کی مدد فرماتا ہے“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 17 اگست 2007ء)

آپ مزید فرماتے ہیں:

”یہ ہے مومنوں کا خدا جو کسی لمحہ بھی اپنے مومن بندوں سے غافل نہیں۔ یہ زمین و آسمان کا مالک خدا جس کو نہ نیند آتی ہے نہ اونگھ آتی ہے، ہر وقت اپنے مومن بندے کی پکار پر ہر جگہ پہنچ جاتا ہے۔ پس کیا ہی خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اپنے اس خدا سے تعلق جوڑتے ہیں اور خشوع اور تقویٰ میں بڑھے ہوئے ہیں اور بڑھتے چلے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جو خدا اپنے مومن بندے کی حفاظت و نصرت کے لئے اس پر نظر رکھے ہوئے ہے، اس کو ماننے والے ہیں۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 17 اگست 2007ء)

رمضان چونکہ اللہ سے ملاپ کا مہینہ ہے اس لئے اسے اپنا بہترین دوست بنا کر اپنی جائز باتیں اور خواہشات منوا لینی چاہیے۔

قابلِ رشک ہے اس خاک کے پتلے کا نصیب
جس کی قسمت میں ہو خاکِ درِ جاناں ہونا

(بتعاون: مکرم حافظ عبد الحمید صاحب)

﴿2﴾ ﴿مشاہدات۔662﴾

زندہ خدا سے دل کو لگاتے تو خوب تھا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ o الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ o (الفاتحہ:2-4)

تمام حمد اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ بے انتہا رحم کرنے والا، بن مانگے دینے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔ جزا سزا کے دن کا مالک ہے۔

معزز سامعین! آج کی تقریر کے عنوان کا یہ مصرع "زندہ خدا سے دل کو لگاتے تو خوب تھا"

حضرت خلیفۃُ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی چھ اشعار پر مشتمل ایک مختصر سے منظوم کلام کے ایک شعر کا ہے۔ جو آپ نے جوانی میں زمانہ طالبِ علمی میں کہا تھا۔ مکمل شعر یوں ہے۔

زندہ خدا سے دل کو لگاتے تو خوب تھا
مُردہ بتوں سے جان چھڑاتے تو خوب تھا

ہر انسان کے بعض اوصاف ہوتے ہیں جو اُس کی زندگی کی پہچان بن جایا کرتے تھے۔ حضرت خلیفۃُ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی خلافت کا نچوڑ اپنے اللہ اور اُس کی پیاری کتاب قرآنِ کریم سے پیار، محبت کرنا اور اِن سے عشق بڑھانا تھا۔ آپ کی تمام زندگی اور کردار میں اِس وصف کی جھلک نمایاں نظر آتی تھی۔ آپ کے خطبات، خطابات، تقاریر اور نجی میٹنگز و ملاقاتوں میں ان امور کی طرف آپ نصائح فرمایا کرتے تھے۔ اِسی نظم کے آخری شعر میں آپ اپنے آپ کو مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ

دُنیا کی کھیل کُود میں ناصر پڑے ہو کیوں
یادِ خدا میں دل کو لگاتے تو خوب تھا

(حیاتِ ناصر صفحہ 59-60)

سامعین! زندہ خدا سے زندہ تعلق کا مضمون وہ اہم مضمون ہے جو ہماری روشن تاریخ کا روحِ رواں ہے۔ بانئ جماعت حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام نے بھی جماعت کی بنیاد کے آغاز سے ہی اِس مضمون کے احبابِ جماعت کے دلوں میں اُجاگر کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

لوگو سُنو! کہ زندہ خدا وہ خدا نہیں
جس میں ہمیشہ عادتِ قُدرت نما نہیں

پھر فرمایا۔

قُدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت
اِس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے
جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ مَیں ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خُدائی یہی تو ہے

الغرض ہماری جماعت کی ترقیات اور فتوحات کا انحصار ہی زندہ خدا پر توکّل، بھروسے اور زندہ تعلق پر ہے۔ جس کی طرف حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام اور آپؑ کے خلفاء، احبابِ جماعت کو توجہ دلاتے رہے اور آج ہمارے موجودہ خلیفہ حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا جہاں اپنا تعلق اپنے زندہ خدا سے ہے وہاں احبابِ جماعت کو بار بار اِس زندہ تعلق کی طرف توجہ دلاتے رہے ہیں اور مسلسل تلقین کرتے چلے آرہے ہیں۔

سامعین! ہر نبی کی آمد سے قبل یہ زمین آسمانی پانی سے محرومی کے سبب روحانی اعتبار سے بالکل بنجر ہو چکی ہوتی ہے۔ ایک تاریک اندھیری رات چار سو پھیلی نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نور سے دور ہونے کے سبب ایک عالمگیر وبا کی طرح زمانے پر رات کا اندھیرا چھایا ہوتا ہے اور قوم دنیا سے پیار کر رہی ہوتی ہے۔ کیونکہ لوگ زندہ خدا کو بھول چکے ہوئے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے ابدی قانون کے مطابق اپنی مخلوق کی اصلاح کی خاطر اپنا نبی بھیجتا ہے تو پھر نور کا موسم آتا ہے اور زندہ خُدا سے زندہ تعلق قائم ہوتے ہیں۔ ایسا ہی روحانی اعتبار سے ایک روشن نظارہ سراج منیر اور آبِ زلال حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے

وقت دیکھنے کو ملا۔ جس کے نور کے جلوے میں دنیا نے ایک مرتبہ پھر زندہ خدا کا چہرہ دیکھا۔ وہ زندہ خدا جو مدتوں پہلے دنیا کی نگاہوں سے اوجھل ہو چکا تھا اب دوبارہ مومنوں کے دلوں اور دماغوں میں ظاہر ہو چکا تھا اور ان کے اعمال اور افعال اور روزمرہ معاملات میں اللہ ہی اللہ نظر آرہا تھا۔ ایک ایسا خدا جو ربّ، رحمان، رحیم، مالک یوم الدین اور ایسی ہی بے شمار خوبصورت صفات کا حامل خدا تھا۔ ایک زندہ خدا جو ہر دَور میں اپنے ان بندوں کی مدد اور نصرت کے لیے موجود ہوتا ہے جو اسے پکارتے ہیں۔ جو دعاؤں کو سنتا اور فریادوں کا جواب دیتا ہے۔ ایسا خدا اس وقت کے لوگوں نے بھلا کہاں دیکھا تھا؟ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"دنیا میں جس قدر قومیں ہیں کسی قوم نے ایسا خدا نہیں مانا، جو جواب دیتا ہو اور دعاؤں کو سنتا ہو۔ کیا ایک ہندو ایک پتھر کے سامنے بیٹھ کر یا درخت کے آگے کھڑا ہو کر یا بیل کے روبرو ہاتھ جوڑ کر کہہ سکتا ہے کہ میرا خدا ایسا ہے کہ مَیں اُس سے دعا کروں تو یہ مجھے جواب دیتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیا ایک عیسائی کہہ سکتا ہے کہ مَیں نے یسوع کو خدا مانا ہے۔ وہ میری دعا کو سنتا اور اس کا جواب دیتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ بولنے والا خدا صرف ایک ہی ہے جو اسلام کا خدا ہے جو قرآن نے پیش کیا ہے۔ جس نے کہا۔ اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ (المومن: 61) تم مجھے پکارو مَیں تم کو جواب دوں گا اور یہ بالکل سچی بات ہے۔ کوئی ہو جو ایک عرصہ تک سچی نیت اور صفائی قلب کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہو۔ وہ مجاہدہ کرے اور دعاؤں میں لگا رہے۔ آخر اس کی دعاؤں کا جواب اُسے ضرور دیا جاوے گا۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 148)

پس یہ زندہ خدا ہی دراصل حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا تھا اور ہم خوش قسمت ہیں کہ یہی ہم سب کا خدا ہے جو اپنی قدرتوں سے اپنی ذات کے تازہ ثبوت مہیا کرتا ہے اور اس طریق پر دنیا اس کا چہرہ دیکھتی ہے۔ آج کے دَور میں یہی صدا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا اور اُسوہ حسنہ پر چلتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے دی گئی کہ

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اَب بھی اُس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

لیکن افسوس کہ آپؑ کی دشمنی میں علمائے ظاہر اور شریر مخالفین نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اس عظیم الشان نعمت کا ہی انکار کر دیا اور نیست و نابود کر دئے گئے ۔ اُسی طرح جس طرح حضرت نوح علیہ السلام کے مخالفین نے انکار کر کے سیلاب کی نذر ہو گئے اور آپ پر ایمان لانے والوں کی کشتی پار لگا دی گئی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے فرعون اور ہامان رسوا کر دیے گئے اور آپؑ اپنے ساتھیوں سمیت عزت کے ساتھ سمندر پار کر گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے ظالم عُتبہ، شَیبہ، اُمیّہ اور ابو جہل جنگ کے میدانوں میں اپنی تکبر سے بھری گردنوں سے محروم کر دیے جاتے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کے عَلم بلند سے بلند تر کر دیے جاتے ہیں اور یہ سب انقلابات پیدا کرنے والی اصل طاقت اُس خدا کی ذات تھی جس کا یہ وعدہ تھا کہ کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیۡ (المجادلۃ:22) کہ یقیناً مَیں اور میرے رسول ہی غالب آئیں گے۔

سامعین! انبیاء دنیا میں اللہ تعالیٰ کے نمائندے اور خلیفہ ہوتے ہیں۔ جس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور کرم کے دروازے کھولنے والے ہوتے ہیں اُسی طرح نافرمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی قہری تجلّی کی خبر بھی دیتے ہیں اِسی لیے جہاں ہمارے آقا و مولا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن ایک طرف رحمۃٌ للعالمین کہتا ہے وہیں آپ کو سورۃ الفرقان میں لِلۡعٰلَمِیۡنَ نَذِیۡرًا بھی قرار دیتا ہے۔ پس ہر نبی کی زندگی میں یہ دونوں چشمے اپنی تمام تر شان کے ساتھ متوازی طور پر بہتے ہوئے نظر آتے ہیں جو دونوں ہی صورتوں میں خدا تعالیٰ کے وجود کو ظاہر کرنے کا باعث بنتے ہیں اور دنیا دیکھ لیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ بولتا اور جواب دیتا ہے۔

ہمارے آقا و مولا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر طائف کے دوران اسلام کا پیغام پہنچانے پر قبیلے کے سرداروں نے نہ صرف انکار کیا بلکہ شہر کے اوباش بھی آپؑ کے پیچھے لگا دیے جو آپؑ کو پتھر مارنے لگے یہاں تک کہ آپؑ کے جوتے بھی خون سے بھر گئے۔ آپؑ نے اس موقع پر اپنے زندہ خدا کو ان الفاظ میں پکارا کہ

”اے خداوند! مَیں اپنے ضعف و ناتوانی، مصیبت اور پریشانی کا حال تیرے سوا کس سے کہوں؟ مجھ میں صبر کی طاقت تھوڑی رہ گئی ہے۔ مجھے اپنی مشکل کے حل کی کوئی تدبیر نظر نہیں آتی۔ تیرا نام اَرۡحَمُ الرّٰحِمِیۡنَ ہے۔ تو رحم فرما! کیا تو مجھے دشمن کے حوالے کر دے گا جو مجھے تباہ و برباد کر دے۔“

(المعجم الکبیر لطبرانی جلد 11 صفحہ 174)

سامعین! اس دَرد میں ڈوبی دعا نے عرشِ الٰہی کو ہلا کر رکھ دیا۔ آپؐ نے آسمان کی طرف نگاہ کی تو جبرائیلؑ کی آواز آئی کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی دعا کا جواب بھیجا ہے۔ ساتھ موجود مَلَکُ الجبال نے آپؐ کو سلام کیا اور کہا کہ اے محمدؐ! اگر آپ چاہیں تو مَیں سزا کے طور پر اِن دو پہاڑوں کو اس وادی پر گرا کر تباہ کر دوں۔ آپؐ نے فوراً فرمایا کہ نہیں نہیں! ایسا مت کرنا۔ مَیں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسلوں میں ایسے لوگ پیدا کرے گا جو خدائے واحد لاشریک کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

(بخاری کتاب بدء الخلق باب ذکر الملائکۃ)

یہ تھا اسلام کا زندہ خدا جو اپنے بندوں کی درد بھری فریادوں کو سنتا اور جواب دیتا ہے اور ان کے مخالفین پر گرفت بھی کرتا ہے۔ کبھی رحم کرتا ہے اور کبھی سزا بھی دیتا ہے جیسا کہ شاہِ فارس کسریٰ کو اس کی بے ادبی کی سزا دی گئی اور اُسے ہلاک کر دیا گیا جس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ہی پیشگوئی فرما چکے تھے کہ اللہ تعالیٰ اس کی بادشاہت کو پارہ پارہ کر دے گا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تبلیغی خط بادشاہ فارس کسریٰ کو بھیجا جو اس مضمون پر مشتمل تھا کہ اللہ کے سوا کوئی لائقِ عبادت نہیں۔ وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔ مَیں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، کیونکہ مَیں تمام انسانوں کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ جب یہ خط کسریٰ کو پڑھ کر سنایا گیا تو اُس نے غصے میں آکر اسے پھاڑ دیا اور نہایت متکبّرانہ انداز میں بولا کہ میری رعایا میں سے ایک حقیر غلام اپنا نام مجھ سے پہلے لکھتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعے کی جب خبر ہوئی تو آپؐ نے فرمایا کہ اللہ اس کی بادشاہت کو پارہ پارہ کر دے گا اور پھر وہی ہوا جو آپؐ نے فرمایا تھا۔ چنانچہ اس کے بعد کسریٰ نے غصہ میں آکر اپنے یمن کے گورنر باذان کو لکھا کہ یہ شخص جو حجاز میں ہے اس کی طرف اپنے دو توانا اور مضبوط آدمی بھیج دو کہ وہ اُسے میرے پاس حاضر کریں۔ باذان نے اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے دو آدمی منتخب کیے اور انہیں ایک خط دے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روانہ کیا جس میں آپ کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ ان کے ساتھ کسریٰ کے دربار میں حاضر ہو جائیں۔ جب وہ مدینہ پہنچے اور آپؐ کے روبرو حاضر ہوئے تو آپؐ نے اُنہیں اگلے دن جواب دینے کا کہا۔

یہاں مدینہ میں جس وقت یہ معاملات چل رہے تھے، الٰہی تقدیر کسریٰ کو مٹانے کی تیاری کر چکی تھی۔ کسریٰ کے اپنے گھر کے اندر سے اس کے خلاف بغاوت کا ایک زبردست طوفان اُمڈ کر باہر آرہا تھا جس کے نتیجے میں عین اُسی روز کسریٰ کا بیٹا شیرویہ اپنے باپ کو قتل کر کے خود بادشاہ بن بیٹھا اور اُس نے اپنے باپ کے تمام ظالمانہ احکامات کو بھی منسوخ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے رات کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعے کا علم وحی کے ذریعہ دے دیا۔ جب صبح ہوئی اور دونوں فارسی نمائندے حاضر ہوئے تو آپؐ نے انہیں اس واقعے کی خبر دی اور کہا کہ واپس چلے جاؤ اور اپنے گورنر کو بتادو کہ میرے خدا نے کل رات تمہارے خدا کو قتل کر دیا ہے۔ وہ دونوں نمائندے یہ بات سن کر ششدر رہ گئے اور مدینہ سے روانہ ہو کر گورنر باذان کے پاس پہنچے اور اُسے ساری تفصیلات سے آگاہ کیا۔ مشورہ کے بعد انتظار کرنے کا فیصلہ کیا گیا اور تھوڑے ہی دن کے بعد ایک خط آیا کہ شیرویہ نے اپنے باپ کو قتل کر دیا ہے اور اب وہ نیا بادشاہ ہے۔ شیرویہ نے اپنے اس خط میں یہ بھی ہدایت کی تھی کہ جس شخص کے بارے میں میرے والد نے تمہیں لکھا تھا اُسے تا حکم ثانی گرفتار نہیں کرنا۔ چنانچہ اس واقعے کی وجہ سے باذان اور اس کے ساتھی جو یمن میں موجود تھے مسلمان ہو گئے۔

(بخاری کتاب المغازی باب کتاب النبی الی کسریٰ)

سامعین! ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیتُ اللہ میں نماز پڑھ رہے تھے اور ابوجہل اور اس کے ساتھی بھی صحن کعبہ میں ہی مجلس لگائے بیٹھے تھے۔ ان بدبختوں میں کسی نے یہ مشورہ دیا کہ فلاں محلہ میں جو اونٹنی ذبح ہوئی ہے کوئی جائے اور اس کی آلائشیں اٹھا لائے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ میں جائیں تو اُن کی پشت پر رکھ دے۔ اُن میں سے ایک بدبخت عُقبہ بن ابی مُعیط اٹھا اور اونٹنی کی سب آلائشیں اٹھا لایا اور جونہی آپؐ سجدہ میں گئے اُس نے غلاظت بھرا وہ بوجھ آپؐ کی پُشت پر رکھ دیا اور سب مخالفین اس نظارے کو دیکھ کر ہنسنے لگے۔ آپؐ نے جب سجدے سے سر اٹھایا تو ان دشمنوں کے حق میں اپنے اللہ سے یہ فریاد کی اَللّٰھُمَّ عَلَیْكَ بِقُرَیْشٍ۔ اے اللہ! ان قریش سے تو خود بدلہ لے۔ یہ دعا قبول ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مخالفین کا یہ عبرت ناک انجام خود دیکھا کہ میدان بدر میں ان کی لاشیں اس حال میں پڑی تھیں کہ ان کے حلیے بگڑ چکے تھے۔ (بخاری کتاب الجہاد)

وہ زندہ خدا کبھی اپنی قدرت اور طاقت کے رنگ معجزانہ واقعات کے اظہار سے بھی دکھاتا ہے جیسا کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا تھا۔

سامعین! اِسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک پیارے صحابی حضرت جابرؓ کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جنگ اُحد میں شہید ہوگئے تھے اور ان کے ذمہ یہودی تاجروں کا کچھ قرض تھا جس کا وہ حضرت جابرؓ سے بڑی سختی سے مطالبہ کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ اُن کے تقاضوں سے تنگ آکر حضرت جابرؓ نے اِن کو قرض کے عوض یہ پیشکش بھی کر دی کہ اگر وہ چاہیں تو اس سال ان کے باغ کا تمام پھل لے کر قرض سے بَری الذمہ قرار دے دیں۔ لیکن انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش کے باوجود ایسا کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ اِس پر رسول کریمؐ نے باغ میں تشریف لے جا کر دعا کی۔ اِس دعا کی برکت سے کھجور کا اتنا پھل ہوا کہ قرض ادا کرکے بھی نصف کے قریب پھل بچ گیا۔

(بخاری کتاب المغازی)

مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد زندہ خدا سے دوری کے سبب ان واقعات کو محض ماضی کی داستانیں خیال کر بیٹھی ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھول گئی ہے کہ تم اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہیں پاؤگے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا امت مسلمہ پر یہ احسان بہت ہی بڑا ہے کہ آپؑ نے اس دَورِ آخرین میں ایک مرتبہ پھر اوّلین کے اس خدا سے تعلق قائم کرکے اس پیارے خدا کا چہرہ پھر سے دنیا کو دکھا دیا اور یہ ثابت کر دیا کہ اس کائنات کا خالق و مالک وہی ایک خدا ہے جو پہلے تمام انبیاء کا بھی خدا تھا اور اس کی تمام صفات ازلی ابدی ہیں۔ اگر وہ عاد اور ثمود اور دیگر اقوامِ عالم کو تباہ کر سکتا ہے۔ طوفان اور زلزلے ظاہر کر سکتا ہے، زمین کو زیروزبر کر سکتا ہے تو اس میں یہ طاقت آج بھی موجود ہے۔

ماسٹر محمد نذیر احمد خان صاحب متوطن نادون ضلع کانگڑہ بیان کرتے ہیں کہ کہ مَیں امتحان انٹرنس کے بعد دھرم سالہ میں ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں بطور محرر بیٹھا ریویو آف ریلیجنز کا پرچہ دیکھ رہا تھا کہ دھرم سالہ کے ڈسٹرکٹ بورڈ کے ہیڈ کلرک پنڈت مولا رام کی نظر ریویو آف ریلیجنز پر پڑی تو اُس نے حیران ہو کر مجھ سے احمدی ہونے کا پوچھا؟ مَیں نے کہا ہاں مَیں احمدی ہوں۔ اُس نے کہا تو پھر مَیں آپ کو ایک واقعہ سناتا ہوں جو حضرت مرزا صاحب کے ساتھ میرا گزرا ہے۔ مَیں نے مرزا صاحب کے ساتھ بعض مذہبی مسائل

میں خط و کتابت شروع کی۔ اس خط و کتابت کے دوران حضرت مرزا صاحب نے لکھا تھا کہ پنڈت صاحب! مَیں دیکھتا ہوں کہ خدا کا غضب آسمان پر بھڑک رہا ہے اور اُس کا عذاب سالوں میں نہیں، مہینوں میں نہیں، دِنوں میں نہیں، گھنٹوں میں نہیں، منٹوں میں نہیں بلکہ سیکنڈوں میں زمین پر نازل ہونے والا ہے۔ ان الفاظ کو پڑھ کر مجھ پر بہت اثر ہوا اور مَیں نے دل میں کہا کہ خواہ کچھ بھی ہو مرزا صاحب ایک نیک آدمی ہیں ان کی بات یونہی رائیگاں نہیں جاسکتی۔ چنانچہ مَیں ہر لحظہ اسی انتظار میں تھا کہ دیکھیے! اب کیا ہوتا ہے اور مَیں نے اسی خیال میں اس رات کو سوتے ہوئے مرزا صاحب کا یہ خط اپنے سرہانے کے نیچے رکھ لیا۔ صبح اچانک زلزلے کا ایک سخت دھکا آیا اور اس کے بعد پیہم اس طرح دھکوں کا سلسلہ شروع ہوا کہ میرے دیکھتے دیکھتے آناً فاناً دھرم سالہ کی تمام عمارتیں ریزہ ریزہ ہو کر خاک میں مل گئیں۔ اُس وقت حضرت مرزا صاحب کے اس خط کا مضمون میری آنکھوں کے سامنے پھر رہا تھا اور میرے منہ سے بے اختیار نکل رہا تھا کہ واقعی یہ دنوں اور گھنٹوں اور منٹوں کا عذاب نہیں بلکہ سیکنڈوں کا عذاب ہے۔ جس نے ایک آن کی آن میں تمام شہر کو خاک میں ملا دیا ہے اور اس کے بعد مَیں حضرت مرزا صاحب کا بہت معتقد ہو گیا اور مَیں اُن کو ایک واقعی خدا رسیدہ انسان اور مصلح سمجھتا ہوں۔

(سیرت المہدی جلد 1 حصہ دوم صفحہ 307 روایت 335)

سامعین! حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

”اُن کے چچا چوہدری شیر محمد صاحب مرحوم بیان کرتے تھے کہ شروع شروع میں جب حضرت مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ قرآن شریف کا درس دیا کرتے تھے تو کبھی کبھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی اُن کا درس سننے کے لئے تشریف لے جاتے تھے اور بعض اوقات کچھ فرمایا بھی کرتے تھے چنانچہ ایک دفعہ جب حضرت مولوی صاحبؓ درس دے رہے تھے تو ان آیات کی تفسیر میں جن میں جنگ بدر کے وقت فرشتوں کی فوج کے نازل ہونے کا ذکر آتا ہے۔ حضرت مولوی صاحبؓ کچھ تاویل کرنے لگے کہ اس سے روحانی رنگ میں قلوب کی تقویت مراد ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سُنا تو فرمانے لگے کہ اس تاویل کی ضرورت نہیں۔ اس وقت واقعی مسلمانوں کو فرشتے نظر آئے تھے اور کشفی حالات میں ایسا ہو جاتا ہے کہ صاحبِ کشف کے علاوہ دوسرے لوگ بھی کشفی نظارہ میں شریک ہو جاتے

ہیں۔ پس اس موقعہ پر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کشفی نظارہ میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو شامل کر لیا تا کہ ان کے دل مضبوط ہو جائیں۔"

(سیرت المہدی جلد 1 حصہ دوم صفحہ 342 روایت 375)

ایسے زندہ خدا کی شناخت کے لیے اب ایک معجزے کا واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت میاں عبد اللہ صاحب سنوری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چند مہمانوں کی دعوت کی اور اِن کے واسطے گھر میں کھانا تیار کروایا مگر عین جس وقت کھانے کا وقت آیا اتنے ہی اور مہمان آگئے اور مسجد مبارک مہمانوں سے بھر گئی۔ حضرت صاحب نے اندر کہلا بھیجا کہ اَور مہمان آگئے ہیں کھانا زیادہ بھجوائیں۔ اس پر بیوی صاحبہ نے حضرت صاحب کو اندر بلوا بھیجا اور کہا کہ کھانا تو تھوڑا ہے۔ صرف ان چند مہمانوں کے مطابق پکایا گیا تھا۔ جن کے واسطے آپؑ نے کہا تھا مگر شاید باقی کھانے کا تو کچھ کھینچ تان کر انتظام ہو سکے گا لیکن زردہ تو بہت ہی تھوڑا ہے اس کا کیا کیا جاوے۔ میرا خیال ہے کہ زردہ بھجواتی ہی نہیں باقی کھانا نکال دیتی ہوں۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ نہیں! یہ مناسب نہیں۔ تم زردہ کا برتن میرے پاس لاؤ چنانچہ حضرت صاحب نے اِس برتن پر رومال ڈھانک دیا اور پھر رومال کے نیچے اپنا ہاتھ گزار کر اپنی انگلیاں زردہ میں داخل کر دیں اور پھر کہا اب تم سب کے واسطے کھانا نکالو خدا برکت دے گا۔ چنانچہ میاں عبد اللہ صاحب کہتے ہیں کہ زردہ سب کے واسطے آیا اور سب نے کھایا اور پھر کچھ بچ بھی گیا۔

(سیرت المہدی جلد 1 حصہ اول صفحہ 133 روایت 144)

سامعین! ماسٹر قادر بخش صاحب لدھیانوی نے بیان کیا کہ آتھم کی پندرہ ماہی میعاد کے دنوں میں لدھیانہ میں لوئیس صاحب ڈسٹرکٹ جج تھا۔ آتھم چونکہ لوئیس صاحب کا داماد تھا اس لیے لدھیانہ میں لوئیس صاحب کی کوٹھی پر آکر ٹھہرا کرتا تھا۔ ایک دفعہ دوران میعاد میں آتھم لدھیانہ میں آیا۔ ان دنوں میں میرا ایک غریب غیر احمدی رشتہ دار لوئیس صاحب کے پاس نوکر تھا اور آتھم کے کمرے کا پنکھا کھینچا کرتا تھا۔ ایک دن مَیں نے اس سے پوچھا کہ تم آتھم کا پنکھا کھینچا کرتے ہو۔ کبھی اس کے ساتھ کوئی بات بھی کی ہے۔ اس نے کہا صاحب (یعنی آتھم) رات کو روتا رہتا ہے۔ چنانچہ اس پر مَیں نے ایک دفعہ صاحب سے پوچھا تھا کہ آپ روتے کیوں رہتے ہیں تو صاحب نے کہا تھا کہ مجھے تلواروں والے نظر آتے ہیں۔ مَیں نے

کہا تو پھر آپ ان کو پکڑوا کیوں نہیں دیتے۔ صاحب نے کہا وہ صرف مجھے ہی نظر آتے ہیں اَور کسی کو نظر نہیں آتے۔

(سیرت المہدی جلد 1 حصہ اول صفحہ 169 روایت 175)

حاضرین! حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی کے مطابق اسلام کا دشمن اور آریہ مَت کا ایک شوخ اور انتہائی بے باک لیڈر لیکھرام 6، مارچ 1897ء کو عبرت ناک انجام سے دوچار ہوا تو آریوں نے بڑی شدت سے الزام لگایا کہ لیکھرام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سازش کے نتیجہ میں قتل کیا گیا ہے اور اس قتل کا بدلہ لینے کے لیے خفیہ اور اعلانیہ کارروائیاں شروع کر دیں۔ آریہ سماجیوں کے جذبات مشتعل دیکھ کر حکومت بھی حرکت میں آ گئی اور اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر کی مکمل تلاشی بھی لی گئی۔ یہ 8، اپریل 1897ء کا واقعہ ہے۔ پولیس کا جو وفد تلاشی لینے کے لیے آیا تھا اُن میں ایک میاں محمد بخش ڈپٹی انسپکٹر بٹالہ بھی شامل تھا۔ یہ گوجرانوالہ کا باشندہ تھا جو بٹالہ تھانے میں متعین ہوا۔ اس وفد نے دارالمسیح کے سب کمروں کی تلاشی لی اور ٹرنک کھول کر اپنا اطمینان کیا۔ دوران تلاشی میاں محمد بخش کی ایک زیادتی پر حضورؑ نے فرمایا آپ تو اس طرح مخالفت کرتے ہیں مگر آپ کی اولاد میرے حلقہ بگوشوں میں داخل ہو جائے گی۔

(تاریخ احمدیت جلد 17 صفحہ 172)

بعد ازاں میاں محمد بخش نے یکم دسمبر 1898ء کو ڈپٹی کمشنر گورداسپور جی ایم ڈوئی کو رپورٹ بھجوائی کہ مرزا غلام احمد کے اشتہارات اور پیشگوئیوں سے نقص امن کا خطرہ ہے، چنانچہ اس کی رپورٹ اور مولوی محمد حسین بٹالوی کی درخواست پر مقدمہ درج ہوا۔ 11، جنوری 1899ء کو گورداسپور کی عدالت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور میاں محمد بخش کے بیانات بھی ہوئے۔ مگر عدالت نے 24، فروری 1899ء کو یہ مقدمہ خارج کر دیا۔ حضرت امام الدین صاحب پٹواری اس مقدمہ کے دوران ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

اس موقعہ پر مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عرض کیا کہ حضور! محمد بخش تھانیدار کہتا ہے کہ آگے تو مرزا مقدمات سے بچ کر نکل جاتا رہا ہے۔ اب میرا ہاتھ دیکھے گا۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ میاں

امام الدین! اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اس کے بعد مَیں نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ کی ہتھیلی میں سخت درد شروع ہو گئی۔ اور وہ اس درد سے تڑپتا تھا اور آخر اسی نامعلوم بیماری میں وہ دنیا سے گزر گیا۔

(سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ 543-544)

میاں محمد بخش کے بیٹے حضرت شیخ نیاز محمد صاحب جو اس پیشگوئی کے مطابق حضور کی زندگی میں ہی احمدی ہو گئے تھے ان کا بیان ہے کہ 1901ء کے آخر میں ان کے والد صاحب کو ہاتھ میں کاربنکل کا پھوڑا نکلا جو مہلک ثابت ہوا۔ بیماری کے ایام میں انہوں نے یہ ارادہ ظاہر کیا کہ وہ تندرست ہونے کے بعد حضرت اقدس کی بیعت میں داخل ہو جائیں گے۔ مگر زندگی نے وفا نہ کی اور وہ 3؍ مارچ 1902ء کو فوت ہو گئے۔

(تاریخ احمدیت جلد 17 صفحہ 172)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

”حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے جبکہ مَیں سیالکوٹ میں تھا۔ ایک دن بارش ہو رہی تھی۔ جس کمرہ کے اندر میں بیٹھا ہوا تھا اس میں بجلی آئی۔ سارا کمرہ دھوئیں کی طرح ہو گیا اور گندھک کی سی بو آتی تھی لیکن ہمیں کچھ ضرر نہ پہنچا۔ اُسی وقت وہ بجلی ایک مندر میں گری جو کہ تیجا سنگھ کا مندر تھا اور اُس میں ہندوؤں کی رسم کے موافق طواف کے واسطے پیچ در پیچ اِردگرد دیوار بنی ہوئی تھی اور اندر ایک شخص بیٹھا تھا۔ بجلی تمام چکروں میں سے ہو کر اندر جا کر اُس پر گری اور وہ جل کر کوئلہ کی طرح سیاہ ہو گیا۔ دیکھو! وہی بجلی آگ تھی جس نے اس کو جلا دیا مگر ہم کو کچھ ضرر نہ دے سکی کیونکہ خدا تعالیٰ نے ہماری حفاظت کی۔ ایسا ہی سیالکوٹ کا ایک اور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ رات میں ایک مکان کی دوسری منزل پر سویا ہوا تھا اور اسی کمرہ میں میرے ساتھ پندرہ یا سولہ آدمی اَور بھی تھے۔ رات کے وقت شہتیر میں ٹک ٹک کی آواز آئی۔ مَیں نے آدمیوں کو جگایا کہ شہتیر خوفناک معلوم ہوتا ہے یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ کوئی چوہا ہو گا خوف کی بات نہیں اور یہ کہہ کر سو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر ویسی آواز آئی تب مَیں نے ان کو دوبارہ جگایا مگر پھر بھی انہوں نے کچھ پروانہ کی۔ پھر تیسری بار شہتیر سے آواز آئی تب مَیں نے اِن کو سختی سے اُٹھایا اور سب کو مکان سے باہر نکالا اور جب سب نکل گئے تو خود بھی وہاں سے

نکلا۔ ابھی دوسرے زینہ پر تھا کہ وہ چھت نیچے گری اور وہ دوسری چھت کو ساتھ لے کر نیچے جا پڑی اور سب بچ گئے۔"

(سیرت المہدی جلد 1 حصہ اول صفحہ 216 روایت 236)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"یاد رہے کہ بندہ تو حُسنِ معاملہ دکھلا کر اپنے صدق سے بھری ہوئی محبت ظاہر کرتا ہے مگر خدا تعالیٰ اس کے مقابلہ پر حد ہی کر دیتا ہے اس کی تیز رفتار کے مقابل پر برق کی طرح اس کی طرف دوڑتا چلا آتا ہے اور زمین و آسمان سے اس کے لئے نشان ظاہر کرتا ہے اور اس کے دوستوں کا دوست اور اس کے دشمنوں کا دشمن بن جاتا ہے اور اگر پچاس کروڑ انسان بھی اُس کی مخالفت پر کھڑا ہو تو ان کو ایسا ذلیل اور بے دست و پا کر دیتا ہے جیسا کہ ایک مرا ہوا کیڑا۔ اور محض ایک شخص کی خاطر کے لئے ایک دنیا کو ہلاک کر دیتا ہے اور اپنی زمین و آسمان کو اس کے خادم بنا دیتا ہے اور اس کے کلام میں برکت ڈال دیتا ہے اور اس کے تمام در و دیوار پر نور کی بارش کرتا ہے اور اُس کی پوشاک اور اُس کی خوراک میں اور اس مٹی میں بھی جس پر اس کا قدم پڑتا ہے ایک برکت رکھ دیتا ہے اور اس کو نامراد ہلاک نہیں کرتا۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 225)

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس زندہ خدا کو پہچاننے اور اس سے زندہ تعلق قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(اِس تقریر کی تیاری میں مکرم فرید احمد نوید صاحب آف گھانا کی ایک تحریر سے مدد لی گئی ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ)

﴿3﴾ ﴿مشاہدات۔488﴾

اسلام، محمد رسول اللہؐ کا مدرسہ ہے

(حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ ؕ وَالَّذِیۡنَ مَعَہٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الۡکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیۡنَہُمۡ (الفتح:31)

ترجمہ: محمد رسول اللہ اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں کفار کے مقابل پر بہت سخت ہیں (اور) آپس میں بے انتہا رحم کرنے والے۔

واحد ہے لاشریک ہے اور لازوال ہے
سب موت کا شکار ہیں اُس کو فنا نہیں
سب خیر ہے اِسی میں کہ اس سے لگاؤ دل
ڈھونڈو اُسی کو یارو! بتوں میں وفا نہیں

معزز سامعین! آج میری تقریر کا عنوان حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے الفاظ "اسلام، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدرسہ ہے" ہے۔

آپؓ نے یہ الفاظ اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ یکم اگست 1919ء میں اُس وقت مدرسہ احمدیہ قادیان اور تعلیم الاسلام ہائی اسکول قادیان کے طلبہ اور اساتذہ کو مخاطب ہو کر بیان فرمائے جب وہ موسمِ گرما کی رخصتوں پر اپنے اپنے گھروں کو جارہے تھے۔ حضورؓ نے فرمایا کہ آپ انجمن کے ماتحت چلنے والے مدرسہ اور اسکول سے ملنے والی رخصتوں پر جارہے ہیں جن میں آپ نہ پڑھائی کریں گے اور نہ مدرسہ کے قواعد وضوابط کے آپ پابند ہوں گے لیکن آپ تمام طلبہ واساتذہ ایک اور ایسے مدرسہ کے بھی طالب علم ہیں جو اسلام کے نام سے موسوم ہے جس کے پرنسپل اور ہیڈ ماسٹر سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور جس کے

اصول اور قواعد و ضوابط وہ احکامِ خداوندی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں بیان فرمائے ہیں۔ اسلام کے اِس مدرسہ ، اسکول ،کالج اور یونیورسٹی میں کوئی رخصت نہیں۔ نہ نماز میں رخصت ہے ، نہ تلاوتِ قرآن میں،نہ حقوقُ اللہ اور حقوقُ العباد کی ادائیگی میں اور نہ دیگر امور میں۔ہاں اس مدرسہ سے تب رخصت ملے گی جب تم وفات پا کر اِس سے الگ ہو جاؤ گے پھر سوتے رہنا جب تک ہو سکے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تفصیل میں فرماتے ہیں:

”ہر ایک مدرسہ کے لیے جُدا جُدا ہیڈ ماسٹر ہیں۔پس تمہیں چھٹی مدرسہ احمدیہ یا تعلیم الاسلام ہائی سکول میں جو پڑھائی ہوتی ہے اُس سے ملتی ہے لیکن **اسلام جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدرسہ** ہے۔اُس کے احکام سے چھٹی نہیں ملتی۔اِس مدرسہ کے بانی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں....یہ کالج جو ہے یہ کسی انجمن کے سپرد نہیں اس کے پہلے پرنسپل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لیکن آپ کو بھی اِس کے قواعد بنانے میں کوئی اختیار نہیں کیونکہ یہ وہ یونیورسٹی ہے جس کے تمام اصول و قواعد واحکام، خدا کی طرف سے آئے ہیں۔ پس اس کالج کے پرنسپل کو بھی یہ اتھارٹی حاصل نہیں کہ وہ اس کے اُصول و قواعد میں تغیّر کر سکے کیونکہ اس کے اُصول و قواعد تمام خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ فروعی باتوں میں اِن خدائی اُصول کے ماتحت خدا کے رسول کچھ کر سکتے ہیں مگر اُصول میں نہیں۔ پس اِن احکام میں نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کہ پہلے پرنسپل تھے کچھ تغیّر کر سکتے تھے نہ مسیح موعود کو یہ اختیار تھا کہ وہ ان احکام کو بدل سکیں اور بالآخر اسلامی شریعت کے انتظام کے ماتحت خلیفہ کی بھی ایک بڑی پوزیشن ہوتی ہے اِس کو بھی اس کا اختیار نہیں کہ وہ کچھ کمی وبیشی کر سکے اور ایک انچ اِن احکام سے اِدھر اُدھر ہو جائے بلکہ جس طرح تم پابند ہو شریعت کے ، ہر ایک چھوٹے سے چھوٹے حکم کے اِسی طرح خلیفہ بھی پابند ہے۔ اس کو جو درجہ حاصل ہے وہ محض یہ ہے کہ ان احکام پر لوگوں کو چلائے۔ اُسے یہ اختیار نہیں دیا گیا کہ بدل دے۔ یہ ورثہ اس کو اعلیٰ حکّام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعودؑ سے ملا ہے پس اِس مدرسہ کے قانون اَور رنگ رکھتے ہیں۔ تمہیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ چھٹیاں مدرسہ احمدیہ اور تعلیم الاسلام ہائی اسکول سے ہیں۔ اسلام کے مدرسہ سے چھٹی نہیں ہوئی اور نہ کوئی دے سکتا ہے۔ ان چھٹیوں میں اجازت ہے کہ تم اپنے سبقوں کو چھوڑ دو۔ مگر یہ نہیں کہ نمازوں کو بھی چھوڑ دو۔ یہ اجازت ہے کہ اپنے اوقات کو کھیل

کو دمیں صَرف کرو۔ مگر یہ اجازت نہیں کہ بداخلاقی اور آوارگی اختیار کرو اور پھر یہ بھی اجازت ہے کہ اگر کوئی گھنٹی بجے تو تم مدرسہ میں نہ جاؤ لیکن یہ نہیں کہ مسجدوں میں گھنٹی (آذان مراد ہے۔ مرتب) ہو تو نہ جاؤ۔

یہ کام جاری رہیں گے۔ ان میں بھی ایک رخصت ہوتی ہے مثلاً ظہر کے بعد عصر تک کے وقفہ میں چھٹی ہے۔ عصر سے مغرب تک۔ مغرب سے عشاء تک اور عشاء سے صبح تک اور اس کا یہ دور ایک دو مہینہ یا سال دو سال کے بعد پورا نہیں ہوجاتا بلکہ جب تک تم طبعی عمر کا دور پورا کرکے خدا کے حضور جاؤ گے تب وہ رخصت تمہیں مل جائے گی اور پھر وہ رخصت ایسی ہوگی جو کبھی منقطع نہ ہوگی۔ اس محنت کے بعد تمہیں آرام ملے گا یہ چھٹیاں جو ہوتی ہیں اُن میں کوئی شخص ذمہ داری نہیں لے سکتا کہ تم بیمار نہ ہوگے یا تمہارا کوئی عزیز قریب بیمار نہ ہوگا لیکن اس یونیورسٹی کا مالک یعنی خدا ذمہ لیتا ہے کہ وہ جو چھٹیاں دے گا ان میں تم آرام ہی آرام پاؤ گے اور تمہیں کوئی تکلیف نہ پہنچے گی۔

بس اس بات کو یاد رکھو کہ مدرسہ احمدیہ اور تعلیم الاسلام ہائی اسکول کی چھٹیاں اور اس اسلام کے مدرسہ کی چھٹیاں دونوں مختلف ہیں اور مختلف اوقات میں آتی ہیں۔ تمہیں جو چھٹی ہوگی وہ اِن مدارس سے ہوگی لیکن اس سے نہیں ہے کہ اخلاقی تعلیم کو فراموش کردو۔ شریعت کے احکام بُھلا دو۔ والدین کی فرمانبرداری چھوڑ دو۔ زبان اور ہاتھ اور جسم کو بدی سے نہ روکو۔

سنا ہے کہ بعض لڑکے چھٹیوں میں نمازیں چھوڑ دیتے ہیں اور آوارہ ہوجاتے ہیں۔ اِن کو سوچنا چاہیے کہ چھٹیاں تو ہوئی ہیں مگر کس مدرسہ میں۔ اسلام کے مدرسہ سے ایسی انہیں چھٹی نہیں ملی۔ اس کی چھٹی کا وقت تو موت کے وقت آتا ہے۔ یہ چھٹیاں تو ایسی ہیں کہ ان کے بعد زیادہ پڑھنا پڑے گا اور ان چھٹیوں میں بھی دو ایک گھنٹہ محنت کرنی پڑے گی۔ مگر ان چھٹیوں کے بعد تمہارے لئے کوئی محنت و مشقت نہیں ہوگی۔ آرام ہی آرام ہوگا پھر ان چھٹیوں میں ذمہ داری نہیں لی جاتی کہ تم ضرور آرام ہی کروگے۔ مگر خدا کے ہاں یہ ذمہ داری لی جاتی ہے کہ تم ضرور آرام ہی پاؤ گے۔ پس مَیں طالب علموں اور مدرسوں کو نصیحت کرتا ہوں کیونکہ بعض مدرس بھی گھروں میں جاکر سُست ہوجاتے ہیں۔ باہر جاکر تم بتادو کہ قادیان میں رہ کر تعلیمِ دین نے تم میں کیا تغیّر پیدا کردیا ہے۔" (الفضل 12 اگست 1919ء)

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کے عنوان میں تین الفاظ قابلِ غور ہیں یعنی نمبر 1 اسلام نمبر 2 حضرت محمدؐ اور نمبر 3 مدرسہ۔ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے اِس کے معانی امن اور سلامتی کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (آل عمران:20) کہ یقیناً دین، اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اسلام کو لانے والے ہیں۔ محمدؐ کے معانی ہیں جس کی سب سے زیادہ تعریف کی جائے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّھُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّھِمْ (محمد:3) کہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے اور اس پر ایمان لائے جو محمدؐ پر اُتارا گیا اور وہی اُن کے رب کی طرف سے کامل سچائی ہے۔

آج کے عنوان میں تیسرا لفظ "مدرسہ" ہے۔ جس پر زور دینا مقصود ہے۔ کیونکہ ساری تقریر کا دارومدار اِسی لفظ پر ہے۔ مدرسہ ایک اسلامی اصطلاح ہے جو بنیادی تدریس گاہ کے لیے استعمال ہوتا ہے جیسے ماں کی گود کو بھی مدرسہ کہا گیا ہے یا مدرسہ کو ماں قرار دیا جاسکتا ہے۔ اسلام میں مدرسہ میں ابتدائی طور پر قرآن وحدیث پڑھائی جاتی رہی۔ زمانے کی ضروریات کے پیشِ نظر آہستہ آہستہ دیگر علوم بھی پڑھائے جانے لگے۔ ماڈرن دَور میں اِسے اسکولز، انسٹیٹیوٹز، کالجز اور یونیورسٹیز کا نام دے دیا گیا۔ کسی نے مدرسہ کو ایسا کارخانہ قرار دیا ہے جہاں خام مال کو بھٹیوں سے گزار کر کُندن بنا کر کارآمد اشیاء تیار کی جاتی ہیں۔ اِسی طرح مدرسہ بھی ناپختہ دماغوں کو ایک مضبوط سوچ عطا کرتا ہے۔ آج کل مسلم ایشیائی دُنیا میں مدرسہ کا غلط استعمال ہو رہا ہے اور ناپختہ دماغوں کو اپنے مفاد میں استعمال کرنے کے لیے دہشت گردی کی تعلیم دیتے ہیں۔ احمدیوں کے بہیمانہ قتل میں بھی ایسے ہی مدرسوں سے فارغ التحصیل طلبہ ملوث ہوتے ہیں جن کو جنت کی ترغیب دی جاتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"جو بچے ابتدائی مرحلہ میں مدرسہ میں بٹھائے جاتے ہیں اُن کے لئے اَور کتابیں ہوتی ہیں اور پھر جب اچھی طرح حروف شناس ہو جاتے ہیں تو پھر اَور کتابیں اُن کو دی جاتی ہیں اور پھر جب استعداد اُس سے بھی بڑھ جاتی ہے تو دوسری کتابیں حسب استعداد ان کو دی جاتی ہیں اور سب کے بعد انتہائی کتاب کا وقت آتا ہے اور چونکہ خدا اپنی تعلیم میں گڑبڑ ڈالنا نہیں چاہتا اس لئے پیش از وقت کوئی قانون الہامی انسانوں کو نہیں دیتا

کیونکہ جن تغیرات کا ابھی انسان کو علم ہی نہیں اُن تغیرات کے موافق انسان کو قانون دینا گویا اس کو سخت پریشانی میں ڈالنا ہے۔“

(روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 107)

سامعین! تقریر کے آغاز پر ہم حضرت مصلح موعودؓ کا جو ارشاد سن آئے ہیں اُس میں حضورؓ نے فرمایا ہے کہ اِس مدرسہ ، کالج اور یونیورسٹی کے تمام اصول و قواعد و احکام ، خدا کی طرف سے آتے ہیں ۔ کسی کو نئے قواعد بنانے کی اجازت نہیں۔ آج مَیں اپنی تقریر کو اِسی مَحور کے ارد گرد رکھوں گا اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جو معاشرتی ، اخلاقی ، سماجی اور روحانی اصول و قواعد و ضوابط اور احکام نازل فرمائے ہیں۔ اُنہی میں سے چند کا ذکر کروں گا ورنہ تو یہ مضمون اتنا وسیع ہے کہ اِس پر کتابیں تیار ہو سکتی ہیں۔ احکامِ خداوندی کے حوالہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔ حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں ہیں اور باقی سب اِس کے ظل تھے۔ سو تم قرآن کو تدبر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو اور ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔“

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 26)

پیارے بھائیو! اس مدرسہ کا پہلا بنیادی اصول اللہ کی توحید پر ایمان اور اُس کا قیام ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ القصص آیت 89 میں فرمایا ہے۔ اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکارو۔ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اُس کے علاوہ ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔ اُسی کی حکومت دائمی ہے اور ہم سب کو اُسی کی طرف لوٹایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی توحید اور وحدانیت کے قیام کے سب سے پہلے تو اس مدرسہ کے لئے ہر طالب علم کو اللہ کی دی ہوئی تمام ہدایات پر عمل کرنا ہے بالخصوص اُن پانچ امور کو حرزِ جان بنانا ہے جو ارکانِ اسلام میں درج ہیں۔ یعنی کلمہ طیبہ کا اقرار، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج۔ ان تمام امور کا لُبّ لباب محض اور محض خدا کی توحید کا قیام ہے۔ اللہ تعالیٰ نمازوں کے لئے جمع ہونے والی جگہ مساجد کے حوالہ سے فرماتا ہے ۔ وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا (الجن:19) کہ مسجدیں اللہ ہی کے لئے ہیں پس اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو اور

اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پر نماز کے قیام کے سلسلہ میں مومنوں کو ہدایت فرمائی کہ نماز کو قائم کرو یقیناً یہ بے حیائی اور ناپسندیدہ بات سے روکتی ہے۔ شرک بھی ناپسندیدہ باتوں میں سے ایک ہے جو نماز کے قیام سے ایک مومن کے قریب نہیں آتا۔ ارکانِ اسلام میں بیان باقی عبادات کا بھی اگر خلاصہ نکالیں تو وہ توحید کا قیام ہے۔ یہی وہ بنیادی ستون ہیں جس پر اسلام کے مدرسہ کی عمارت کھڑی ہے۔ جس کے پرنسپل آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو اللہ کے سب سے بڑے پرستار تھے۔ اللہ کو ایک مانتے تھے اور مدرسہ کے تمام باسیوں کو اِس کی تعلیم دیتے تھے۔

سامعین! اسلام کے مدرسہ کے ارکانِ اسلام کے بعد ایمانیات کی طرف آئیں تو سورۃ النساء آیت 137 کے مطابق اللہ، اُس کے رسول، اُس کی کتاب، اُس کے فرشتوں، کتابوں، رسولوں اور یوم آخرت پر ایمان لانا ہے۔ ان تمام امور پر ایمان بھی توحید باری تعالیٰ کی طرف مومن کو لے کر جاتا ہے کیونکہ اللہ کے تمام رسول اور اللہ کی تمام کتابیں توحید کا ہی سبق دیتی رہیں۔ اِسی آیت میں جو بڑی بات ہے وہ رسول اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ پر نازل ہونے والی آخری کتاب پر کامل ایمان ہے۔ جو راہِ نجات ہے۔ جس میں گزشتہ صحیفوں کی ہر بہترین تعلیم موجود ہے (الاعلیٰ:19-20) اور جس عظیم ہستی پر یہ قرآن نازل ہوا۔ اُس کا فعل خدا کا فعل قرار دیا گیا (الانفال:18) اُس کی بیعت کو اللہ کی بیعت کہا گیا (الفتح:11) اُس کی اطاعت، اللہ کی اطاعت قرار پائی۔ (النساء:81)۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے فرمایا:

"حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اتنا بلند تھا کہ کامل طور پر آپؐ اللہ تعالیٰ کے ہو گئے تھے اور اسی وجہ سے آپؐ کا آنا گویا اللہ تعالیٰ کا آنا تھا۔ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا گویا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت کرنا تھا۔"

(ترجمہ قرآن کریم صفحہ 920)

پیارے خدام بھائیو! آپ خوش قسمتی سے جس مدرسہ کے طالب علم ہیں اُس کے نصاب میں سب سے اول کتاب جس کی تدریس ہوتی ہے وہ قرآن کریم ہے۔ اس مدرسہ کے پرنسپل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت عائشہؓ نے فرمایا تھا کہ کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ کہ اُس کے اخلاق عین قرآن کے مطابق

تھے۔ اس لیے قرآن کریم کو اگر سمجھنا ہے تو اپنے پرنسپل صاحب کا کردار اور چال چلن دیکھ لو۔ ہم سب کو بطور طلبہ مدرسہ اسلام کے پرنسپل آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ اور نمونہ کو اپنا کر قرآن کریم میں بیان تمام اخلاق کو اپنانا ہو گا تاہم بطور مربی بمعنی تربیت کرنے والے کے دوسروں کے لیے نمونہ بن سکیں۔ ہمیں نفع رساں وجود بننا ہو گا۔ ہمیں درگزر سے کام لینا ہو گا۔ لوگوں سے نرم لہجہ سے گفتگو کرنی ہو گی۔ ہمیں اپنی آوازوں کو دھیما رکھنا ہو گا۔ خدا کے بندوں سے شفقت اور محبت کا سلوک کرنا ہو گا۔ ایثار، صلح، رحم، صبر، عہد کو پورا کرنا اور قولِ سدید اختیار کر کے قولِ زور، بہتان تراشی، اِتہام، بدظنی، تجسس، غیبت، لغویات، تمسخر، تکبر، فسق وفجور وغیرہ کو خیر باد کہنا ہو گا۔

پیارے بھائیو! اس الٰہی مدرسہ کے طالب علموں کے فرائض میں ہدایت اور نیکی کی طرف اپنے ساتھیو کو بلانا اور انہیں نیکی کی ترغیب دلانا بھی ہے۔ گویا اصلاح وارشاد کرنا ہمارے بڑے کاموں میں سے ایک کام ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران: 105) چاہیے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو وہ بھلائی کی طرف بُلاتے رہیں۔ اچھی باتوں کی تعلیم دیں اور بُری باتوں سے روکیں۔ تبلیغ اور دعوت الیٰ اللہ کا فریضہ کا آغاز سب سے پہلے خود اپنے سے کر کے اپنے عزیز واقارب اور اپنے پیاروں کو اسلام احمدیت کی طرف دعوت دینی ہے۔ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامیں رکھنا ہے۔ یہ اللہ کی رسی سے خلافت بھی مراد ہے۔ ایک تو وہ خلیفہ جو براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام جس نے اس مدرسہ کے پرنسپل کی معاونت کی اور گمشدہ ایمان کو از سر نو دلوں میں جاگزیں کیا۔ پھر وہ خلافت جو اس خلیفہ کے ذیل میں قائم ہوئی اور کامیابی سے اس مدرسہ کے تمام اصول و قواعد کا پابند رہ کر اپنا سفر جاری رکھے ہوئے ہے۔ ہم میں سے ہر ایک کو اللہ کی اس رسی کو تھامے رکھنا ہے تا ہم اس مدرسہ کے پرنسپل سے فیض پاتے رہیں۔ اس خلافت کے فیوض میں سے خدا کی توحید کا قیام ہے۔ نمازوں کا قیام ہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی ہے۔ رسولؐ کی کامل اطاعت ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”ہمیں ایسے آدمیوں کی ضرورت ہے جو نہ صرف زبانی بلکہ عملی طور سے کچھ کر کے دکھانے والے ہوں۔ علمیت کا زبانی دعویٰ کسی کام کا نہیں۔ ایسے ہوں جو نخوت اور تکبر سے بکلی پاک ہوں اور ہماری صحبت میں رہ کر یا کم از کم ہماری کتابوں کا کثرت سے مطالعہ کرنے سے ان کی علمیت کامل درجہ تک پہنچی ہوئی ہو۔“

قرآن کو یاد رکھنا پاک اعتقاد رکھنا
فکرِ معاد رکھنا، پاس اپنے زاد رکھنا
اکسیر ہے پیارے صدق وسداد رکھنا
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

(کمپوزڈ بائی: منہاس محمود۔ جرمنی)

✿✿✿✿

﴿4﴾ ﴿مشاہدات۔548﴾

آئیں! ہم اپنے آپ کو قرآن میں تلاش کریں

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:

لَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکُمۡ کِتٰبًا فِیۡہِ ذِکۡرُکُمۡ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ (الأنبیاء:11)

کہ ہم نے تمہاری طرف وہ کتاب اُتاری ہے جس میں تمہارا ذکر موجود ہے پس کیا تم عقل نہیں کرتے۔

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

معزز سامعین! آج مجھے ایک بہت ہی اہم موضوع کی طرف حاضرین کو توجہ دلانی ہے اور مَیں نے اپنی گزارشات کو عنوان دیا ہے۔ آئیں! ہم اپنے آپ کو قرآن میں تلاش کریں۔

ہم جب سورۃ الانبیاء کی آیت 11 کو مختلف تفاسیر کی رو سے دیکھتے ہیں تو اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اس سورت میں مختلف انبیاء اور ان کے مخالفین کا ذکر ہے اور قوموں کو متنبہ کیا ہے کہ تم سے پہلے بھی بعض قومیں اپنے اپنے دَور کے انبیاء کو جھٹلا چکی ہیں اور ان کے انجام کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ کیا تم اپنا ذکر قرآن میں نہیں پاتے۔ جس آیت کی مَیں نے اپنی تقریر کے آغاز پر تلاوت کی ہے یعنی سورۃ الانبیاء آیت 11 کی۔ اُس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یقیناً ہم نے تمہاری طرف وہ کتاب اُتاری ہے جس میں تمہارا ذکر موجود ہے پس کیا تم عقل نہیں کرتے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے اس آیت کے تحت حاشیے (foot note) میں تحریر فرمایا ہے:

”کتاب اُتاری تو اُسے پڑھ کر دستورالعمل کیوں نہیں بناتے۔ بدیوں سے کیوں نہیں بچتے۔“

(زیر آیت سورۃ الانبیاء آیت 11 صفحہ 674)

بعضوں نے لکھاہے کہ ایسی کتاب اُتاری ہے جس پر عمل کرنے سے تم عزت اور شرف پاؤ گے۔ اس ناطے یہی معانی سامنے آتے ہیں کہ تمہارا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس عظیم الشان کتاب میں کیا ہے۔ تم اپنے آپ کو قرآن میں تلاش کرو۔ تاتم اپنے ایمانوں میں پختگی اختیار کرو۔ ایک مسلمان ہر حکمِ الٰہی کو سامنے رکھ کر اپنے آپ کو مخاطب کرے کہ مَیں کس حد تک اِس حکم پر عمل پیرا ہوں تو اصلاحِ اور تربیت کے راستے آسان ہوتے چلے جائیں گے۔

اس آیت پر معمولی غور کرنے سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ جماتِ احمدیہ میں عمر کے اعتبار سے ہر ناصر اور ہر لجنہ ممبر کا بحیثیت رکن تنظیم ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ الاحقاف آیت 16 میں فرماتا ہے۔ ہم نے انسان کو تاکیدی نصیحت کی (ہے) کہ اپنے والدین سے احسان کرے۔ اسے اس کی ماں نے تکلیف کے ساتھ اپنے پیٹ میں اٹھائے رکھا اور تکلیف ہی کے ساتھ اسے جنم دیا اور اس کے حمل اور دودھ چھڑانے کا زمانہ 30 مہینے ہے۔ حَتّٰٓى بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً یہاں تک کہ جب وہ اپنی پختگی کی عمر کو پہنچا اور چالیس سال کا ہو گیا تو اس نے اپنے رب سے کہا۔ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَ اَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ کہ اے میرے رب! مجھے توفیق عطا کر کہ میں تیری اُس نعمت کا شکر ادا کر سکوں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کی اور ایسے نیک اعمال بجالاؤں جن سے تو راضی ہو اور میرے لئے میری ذُرّیّت (اولاد) کی بھی اصلاح کر۔ یقیناً مَیں تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں اور بلاشبہ مَیں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

قرآن کریم میں اگر انسان کی کسی خاص عمر کا ذکر ہے تو وہ 'چالیس سال' ہی ہے۔ اس میں ایک طرف انسان کے چالیس سال کو پہنچنے کی اہمیت بیان فرمائی اور دوسری طرف اس سے استنباط کرتے ہوئے جماعت احمدیہ میں ذیلی تنظیموں کے حوالہ سے انصار اور لجنات کی ذمہ داریوں کا اندازہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ یہ عمر جہاں مادی و جسمانی پختگی کی ہے وہاں روحانی پختگی کی بھی ہے۔ تاریخ انبیاء کے مطابق انبیاء علیہم السلام کو بھی اس پختہ عمر کے بعد نبوّت کی عظیم الشان ذمہ داریوں سے سرفراز فرمایا جاتا رہا۔ اگر دنیوی لحاظ سے دیکھیں تو انسان کو کاروبار کرنے کی صورت میں کاروبار کے اونچ نیچ سے واقفیت چالیس سال کے بعد ہی حاصل

ہوتی ہے۔ ملازمت کرنے کی صورت میں قدم پھونک پھونک کر رکھنے کی سوچ چالیس سال کے بعد ہی پیدا ہوتی ہے اور دینی و مذہبی لحاظ سے اچھے اور بُرے میں فرق، نیکی اور بدی میں تمیز کرنا سیکھ لیتا ہے اور اپنی عاقبت سنوارنے کی فکر پیدا ہو چکی ہوتی ہے۔

سامعین! یہی عمر ایسی ہے جس میں اکثر لوگوں کے والدین حیات ہوتے ہیں اور اُن کی اپنی اولادیں بھی پیدا ہو چکی ہوتی ہیں۔ ان دونوں لحاظ سے ایک ناصر کے لئے باپ کی حیثیت سے اور لجنہ کی ممبر ہونے کی صورت میں ماں کی حیثیت سے اس دعا کا ورد بہت ضروری ہے کہ

رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحاً تَرْضٰهُ وَ اَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْکَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (الاحقاف:61) کہ اے میرے رب! مجھے توفیق عطا کر کہ میں تیری اُس نعمت کا شکر ادا کر سکوں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کی اور ایسے نیک اعمال بجالاؤں جن سے تُو راضی ہو اور میرے لئے میری ذُرّیّت (اولاد) کی بھی اصلاح کر۔ یقیناً میں تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں اور بلاشبہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

ایک طرف ان نعمتوں کا ذکر کر کے جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کی مکمل پیدائش کی صورت اُس پر نازل کیں اور والدین کی تکالیف کے برداشت سے جو افضال اور نعماء کا وہ وارث ٹھہرا تو ان کو مدنظر رکھ کر ایک طرف اپنے مالک حقیقی کا شکر ادا کرنا ہے اور دوسری طرف نیک، صالح اعمال بجالانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور جھکنا بھی ہے اور اولاد کے تعلق میں ان کی اصلاح و تربیت کے اعلیٰ معیاروں کو پانے کے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد بھی مانگنی ہے۔ اس ناطے بہت بڑی اور اہم ذمہ داریاں انسان کے کندھوں پر پڑ چکی ہوتی ہیں۔ جن کو بآسانی ادا کرنے کی وہ صلاحیت بھی رکھتا ہے اور دعا بھی کرتا ہے۔

اس ناطے ایک ناصر اور لجنہ کی ایک ممبر کا انفرادی لحاظ سے قرآن میں ذکر ہے اور اس عمر کو پہنچ کر جو کام آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے کیا کرتے تھے۔ وہ اپنانے کی کوشش کریں اور حضرت عائشہؓ کا یہ قول مدنظر رہے۔ جس میں کسی کے دریافت کرنے پر آپؐ نے فرمایا تھا کہ کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْآن کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کردار، اطوار و اخلاق قرآن کریم کی

تعلیمات کے عین مطابق تھے۔ ہمیں بھی اپنے آپ کو قرآن میں تلاش کرنا چاہئے اور قرآن نما بننے کی فکر اور کوشش کرنی چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الصف میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اُس واقعہ کا ذکر کیا ہے جب اس نے اپنے حواریوں کو پکارا تھا اور انہوں نے جواب میں " نَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰہِ " کا نعرہ بلند کیا تھا۔

اسی طرح لازم تھا کہ آخرین کے دَور میں مسیح موعود کی پکار پر بھی اس پر ایمان لانے والے ہم " نَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰہِ " کا نعرہ بلند کر کے اپنی معیت، تائید اور اپنے اخلاص کا اظہار کرتے رہیں۔ چنانچہ جماعت احمدیہ کی 135 سالہ تابناک تاریخ وفاداری کے ایسے روشن واقعات سے بھری پڑی ہے جو اللہ کے مددگار کا ہر وقت نعرہ لگانے کو تیار تھی، تیار ہے اور آئندہ بھی تیار رہے گی۔ گو جماعت میں ہر چھوٹا بڑا " نَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰہِ " کا نعرہ بلند کرتا ہے لیکن حضرت مصلح موعودؓ نے ضروری جانا کہ اس نام سے اسم بامسمّٰی ایک تنظیم بھی قائم کر دی جائے۔ چنانچہ آپ نے 26 جولائی 1940ء کو خطبہ جمعہ میں مجلس انصار اللہ کی بنیاد ان الفاظ سے رکھی۔ آپؓ فرماتے ہیں:

" چالیس سال سے اوپر عمر والے جس قدر آدمی ہیں وہ انصار اللہ کے نام سے اپنی ایک انجمن بنائیں اور قادیان کے وہ تمام لوگ جو چالیس سال سے اوپر ہیں اس میں شریک ہوں۔ ان کے لئے بھی لازمی ہو گا کہ وہ روزانہ آدھ گھنٹہ خدمت دین کے لئے وقف کریں"

(سبیل الرشاد جلد اول صفحہ 17-18)

الحمد للہ ! یہ انجمن آج دنیا کے کونے کونے میں اپنی جڑیں مضبوطی سے گاڑ چکی ہے اور اس کی تاریخ قربانی، وفا، اخلاص و فدائیت سے رقم ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اس حوالہ سے فرماتے ہیں:

" آپ سب لوگ وہ چنیدہ افراد ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں انصار اللہ کے الفاظ میں کیا گیا ہے۔ اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ کے انصار بن جاؤ اللہ کے انصار بن جاؤ جیسا کہ عیسیٰ بن مریم نے اپنے حواریوں سے کہا تھا (کہ) کہ کون ہیں جو اللہ کی طرف راہنمائی کرنے میں میرے انصار ہوں؟ حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ کے انصار ہیں۔

پس اے مومنو! تم اللہ کے دین کے لئے مددگار بن جاؤ اگرچہ حضرت مسیح موعودؑ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے آپ کی بیعت کرنے والے سب کے سب آپ کے انصار ہیں لیکن حضرت المصلح الموعودؓ نے جماعت کے ان افراد کا نام "انصار اللہ" رکھا جن کی عمر چالیس سال سے زائد ہے تاکہ ہمیشہ ان کے مدنظر یہ رہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے خدا تعالیٰ کے دین کی خدمت اور حضرت مسیح موعودؑ کے مشن کی تکمیل کے لئے ہمیشہ صف اول میں رہنے کا عہد کئے رکھنا ہے۔ پس اس پہلو سے آپ پر بہت بھاری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ وہ ذمہ داریاں اجمالاً انصار کے عہد میں بیان کر دی گئی ہیں جسے آپ اپنے ہر اجلاس میں دہراتے ہیں اور وہ یہ ہیں کہ اسلام احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظام خلافت کے لئے آخر دم تک جدوجہد کرنی ہے۔ اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہنا ہے اور اپنی اولاد کو ہمیشہ خلافت احمدیہ سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتے رہنا ہے اور ان کے دلوں میں خلیفہ وقت سے محبت پیدا کرنی ہے۔ یہ اتنا عظیم اور عظیم الشان نصب العین ہے کہ اس عہد پر پورا اُترنا اور اس کے تقاضوں کو نبھانا ایک عزم اور دیوانگی چاہتا ہے۔"

(سبیل الرشاد جلد 4 صفحہ 3)

سامعین! پھر فرمایا۔

"پس ہر ایک کو ہم میں سے اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ کیا نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ کا نعرہ لگانے سے پہلے غور بھی کیا ہے کہ یہ کتنا گہرا اور وسیع نعرہ ہے؟ کیا کیا قربانیاں دینی پڑیں گی اس کے لئے اور قربانیاں ہیں کیا؟ جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا کوئی جنگ، توپ، گولہ نہیں ہے، کسی گولے کے آگے کھڑا ہونا نہیں ہے، کسی توپ کے منہ کے سامنے کھڑے ہونا نہیں ہے، تیروں کی بوچھاڑ کے آگے کھڑے ہونا نہیں ہے۔ صحابہ کرام، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ تھے ان کی طرح گردنیں کٹوانا نہیں ہے۔ ہاں یہ قربانیاں بھی اللہ تعالیٰ کبھی کبھار اِکّا دُکّا لے لیتا ہے۔ نمونے قائم رکھنے کے لئے اس طرح کرتا ہے۔ لیکن قربانی جو اس زمانے میں کرنی ہے وہ یہ ہے کہ اپنی عبادتوں کے اعلیٰ معیار قائم کرنے ہیں۔ اپنے معاشرہ کے حقوق ادا کرنے ہیں۔ اپنے مالوں کی قربانیاں دینی ہیں۔"

(سبیل الرشاد جلد 4 صفحہ 52)

پھر فرمایا:

”انصار اللہ کی عمر چالیس سال سے شروع ہوتی ہے۔ گویا انصار اللہ کی عمر میں انسان اپنی پختگی کی عمر کو پہنچ جاتا ہے اور سوچ میں گہرائی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور جب یہ صورت ہو تو اس عمر میں پھر آخرت کی فکر بھی ہونی چاہئے اور یہی ایک ایسے شخص کا، ایک ایسے مومن کا رویہ ہونا چاہئے جس کو اللہ تعالیٰ پر ایمان ہو، یقین ہو اور تقویٰ میں ترقی کرنے کے لئے اس کی کوشش ہو تو پھر اس کی یہ سوچ ہونی چاہئے کیونکہ ایک احمدی نے اپنے عہد میں، عہدِ بیعت میں اس بات کا اقرار کیا ہوا ہے کہ اس نے تقویٰ میں ترقی کرنی ہے، تمام اعلیٰ اخلاق اپنانے ہیں، اس لئے اس کو تو عمومی طور پر اور اس پختہ عمر میں خاص طور پر یہ سوچ اپنے اندر بہت زیادہ پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ انصار اللہ ہیں۔ ایک ایسی عمر ہے جو نَحۡنُ اَنۡصَارُاللّٰہ کا اعلان کرتے ہیں۔ ان کو تو ہر وقت یہ بات اپنے پیشِ نظر رکھنی چاہئے“

(سبیل الرشاد جلد 4 صفحہ 273)

سامعین! جہاں تک لجنہ کا تعلق ہے اس حوالہ سے حضرت مصلح موعودؓ بانی لجنہ اماء اللہ فرماتے ہیں:

”اس تحریک کے تین بڑے حصے ہیں۔ اول مردوں کی اصلاح، دوسرے عورتوں کی اصلاح اور تیسرے بچوں کی اصلاح۔ دنیا میں کوئی قوم کامیابی حاصل نہیں کر سکتی جب تک کوئی مقصد اس کے سامنے نہ ہو اور اس کے لئے مرد، عورت اور بچے سب مل کر کام نہ کریں۔ پس ہر جماعت کا فرض ہے کہ اپنے ہاں کے مردوں، عورتوں اور بچوں کی اصلاح کرے۔ عورتوں کی اصلاح کے لئے لجنہ کا قیام نہایت ضروری ہے لیکن مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اسے فرض کفایہ سمجھ لیا گیا ہے۔ چند عورتیں لجنہ میں شامل ہو جاتی ہیں اور باقی اپنے لئے اس میں شامل ہونا ضروری نہیں سمجھتیں۔ پس ضرورت ہے کہ ہر جگہ لجنہ اماء اللہ قائم ہو اور سب بالغ عورتیں اس میں شامل ہوں اور کوئی عورت بھی ایسی نہ رہے جو اس سے باہر ہو یہی ایک ذریعہ ہے جس سے عورتوں کی اصلاح ہو سکتی ہے۔“

(اوڑھنی والیوں کے لئے پھول جلد اول صفحہ 315)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے لجنہ ممبرات کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف ایک جگہ یوں توجہ دلائی:

”ہمیشہ یہ یاد رکھیں کہ جماعتی نظام ایک مرکزی نظام ہے اور خدام، لجنہ اور انصار ذیلی تنظیمیں ہیں اور گویا ذیلی تنظیمیں بھی براہ راست خلیفہ وقت کے ماتحت ہیں، ان سے ہدایات لیتی اور اپنے پروگرام بناتی ہیں لیکن جماعتی نظام بنیادی حیثیت رکھتا ہے اور خلیفہ وقت کے قائم کردہ نظاموں میں سے سب سے بالا نظام ہے۔ ہر ذیلی تنظیم کا ممبر جماعت کا بھی ممبر ہے اور جماعت کا ممبر ہونے کی حیثیت سے وہ جماعت نظام کا پابند ہے...... حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا ذیلی تنظیمیں بنانے کا یہ مقصد تھا کہ جماعت کے ہر طبقے کو جماعت activities میں شامل کیا جائے تاکہ ترقی کی رفتار میں تیزی پیدا ہو۔ ہر ایک کا اپنا اپنا ایک لائحہ عمل ہو تاکہ ایک دوسرے کو دیکھ کر مسابقت کی روح پیدا ہو۔ گاڑی کی پٹڑی کی طرح، لائن کی طرح دونوں برابر چل رہے ہوں، کہیں ٹکراؤ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پس یہ بھی اللہ تعالیٰ کے انعاموں میں سے ایک انعام ہے۔ اس کی قدر کریں تاکہ اسلام اور احمدیت کی گاڑی اس پٹڑی پر منزلوں پر منزلیں طے کرتی چلی جائے اور ہم اسلام کا جھنڈا دنیا میں لہراتا ہوا دیکھیں...... میں سمجھتا ہوں کہ لجنہ کی تنظیم بھی نچلی سطح سے لے کر، اپنے شہر کی تنظیم سے لے کر مرکزی سطح تک تربیت میں اس کمی کی ذمہ دار ہے۔ بڑے بڑے مسائل یاد کرنے سے بہتر ہے پہلے اپنی تربیت کریں۔ جیسا کہ میں نے کہا جماعت میں نئے شامل ہونے والے اپنے اخلاص میں بڑھ رہے ہیں اور دنیا کے ہر ملک میں بڑھ رہے ہیں ان کو دیکھ کر جہاں خوشی ہوتی ہے کہ نئے آنے والے اخلاص میں بڑھ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نیکی اور اخلاص میں بڑھنے والے ملک ملک میں عطا کئے ہیں اور عطا فرما رہا ہے اور دل سے بے اختیار اللہ کی حمد اور شکر کے جذبات نکلتے ہیں، وہاں یہ فکر بھی ہوتی ہے۔ پُرانے احمدیوں کی قربانیوں کو کہیں ان کی اولادیں ضائع نہ کر دیں۔“

(اوڑھنی والیوں کے لئے پھول جلد سوم حصہ دوم صفحہ 138۔142)

پس اس لحاظ سے ہم میں سے ہر ناصر اور ہر لجنہ کی ممبر کو بحیثیت انفرادی اور مجلس انصار اللہ اور لجنہ اماء اللہ کے بحیثیت تنظیم ممبر اس امر پر غور کرنا ہے کہ کیا ہم اپنے آپ کو قرآن میں پاتے ہیں؟ کیا ہم اللہ، اس

کے رسول کے احکام کی اطاعت کرتے ہیں؟ کیا ہم پنجوقتہ نماز ادا کرتے ہیں؟ کیا ہم نوافل، نماز تہجد ادا کرتے ہیں؟ کیا ہم تلاوتِ قرآنِ کریم اور ترجمہ کے ساتھ اسے پڑھتے ہیں؟ کیا ہم رمضان کے روزے رکھتے ہیں؟ کیا ہم سچ بولتے ہیں؟ کیا ہم ان تمام اخلاق حسنہ سے آراستہ ہیں جن کی نشاندہی قرآن و حدیث میں کی گئی ہے اور صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ اخلاق کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے؟ کیا ہم اُن تمام اخلاقِ سیئہ سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں جن کو ترک کرنے کا ذکر قرآن میں موجود ہے؟

اگر ایسا ہے تو الحمد للہ ثم الحمد للہ ہم قرآنی تعلیم کے عین مطابق زندگی بسر کر رہے ہیں اور کَانَ خُلُقُہٗ الْقُرْآن کی تقلید میں ہم بھی اخلاقِ قرآن سے مزین ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”قرآن کریم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ پاک کتاب ہے اور ہر قسم کے ممکنہ عیب سے پاک ہے اور نہ صرف پاک ہے بلکہ ہر قسم کی حسین اور خوبصورت تعلیم اس میں پائی جاتی ہے جس کا کوئی مقابلہ ہی نہیں ہے اور اس میں وہ تمام خوبیاں شامل کر دی گئی ہیں جن کی پہلے صحیفوں میں کمی تھی اور اب یہی ایک تعلیم ہے جو ہر ایک قسم کی کمی سے پاک ہے۔ بلکہ اس تعلیم پر عمل کرکے ہر برائی سے بچا جا سکتا ہے۔ اور نہ صرف بچا جا سکتا ہے بلکہ اس کی تعلیم پر عمل کرنے اور اس تعلیم کو لاگو کرنے سے ہی اپنی اور دنیا کی اصلاح ممکن ہے۔ یعنی یہ تعلیم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتری یہی اب دنیا کی اصلاح کی، دنیا میں نیکیاں رائج کرنے کی، دنیا میں امن قائم کرنے کی، دنیا میں عبادت گزار پیدا کرنے کی، دنیا میں ہر طبقے کے حقوق قائم کرنے کی ضمانت ہے۔“

(خطبہ جمعہ 4 مارچ 2005ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں اس پیاری کتاب پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

﴿5﴾ ﴿مشاہدات۔436﴾

آئیں! حج اور عید الاضحیٰ کی مناسبت سے حضرتِ "ابراہیم حنیف" کی باتیں کریں!

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (آل عمران 96)

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا (البقرہ 201)

مَیں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

معزز سامعین! آج مجھے حج اور عید الاضحیٰ کے موقع پر حضرت ابراہیم حنیف علیہ السلام کے اوصاف بیان کرنے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نبیوں کے باپ کہلاتے ہیں۔ آپؑ کی اولاد اور نسل سے کثرت سے انبیاء پیدا ہوئے حتٰی کہ نبیوں کے سردار، محسنِ انسانیت، خاتم الانبیاء سیدنا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپؑ ہی کی نسل میں سے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ کے بہت سے خصائل، خوبیاں اور محاسن بیان ہو سکتے ہیں جس کے لئے ایک دفتر چاہئے۔ خاکسار آج اپنی تقریر میں قرآن کریم میں موجود حضرت ابراہیمؑ کی سیرت کے چند پہلو اور تعلیم کے بعض حصے بیان کرنے کی کوشش کرے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (آل عمران 96) پس ابراہیمِ حنیف کی ملت کی پیروی کرو اور وہ مشرکوں میں سے نہیں تھا۔

حضرت ابراہیمؑ کی ملت کی پیروی کی اس لئے تلقین کی گئی کیونکہ خود اللہ کے سب سے برگزیدہ نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؑ کی ملت کی پیروی کی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبۡرٰهِيۡمَ حَنِيۡفًا (النساء126)اور اس نے ابراہیم حنیف کی ملت کی پیروی کی ہو۔

اس مضمون کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ النحل آیت124 میں حکم دے کر یوں بیان کیا کہ تو ابراہیم حنیف کی ملت کی پیروی کر اور وہ مشرکین میں سے نہ تھا۔ ایسا کیوں ہے اس کی وجہ بھی بتا دی۔ دِيۡنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبۡرٰهِيۡمَ حَنِيۡفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ(الانعام: 162) ایک قائم رہنے والا دین، ابراہیمِ حنیف کی ملت(بنایاہے)اور وہ ہرگز مشرکین میں سے نہ تھا۔

ملت ابراہیم کی اتنی تاکید کرنے کے بعد انتباہ بھی ان الفاظ میں فرمادیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔وَمَنۡ يَّرۡغَبُ عَنۡ مِّلَّةِ اِبۡرٰهٖمَ اِلَّا مَنۡ سَفِهَ نَفۡسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصۡطَفَيۡنٰهُ فِى الدُّنۡيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِى الۡاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيۡنَ(البقرہ: 131) اور کون ابراہیم کی ملّت سے اِعراض کرتا ہے سوائے اس کے جس نے اپنے نفس کو بے وقوف بنادیا اور یقیناً ہم نے اُس (یعنی ابراہیم) کو دنیا میں بھی چُن لیا اور یقیناً آخرت میں بھی وہ صالحین میں سے ہو گا۔

سامعین! اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو اپنا خلیل اور دوست بنایا جیسا کہ فرمایا وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبۡرٰهِيۡمَ خَلِيۡلًا (النساء :126)اور اللہ نے ابراہیم کو دوست بنالیا تھا۔

خلیل، گوڑے دوست کو کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو بار بار ”حنیف“ یعنی سیدھے راستہ پر چلنے والا کہہ کر پکارا۔ آپؑ کی ملت کی پیروی کرنے والا بھی ”حنیف“ کہلایا۔ جیسے فرمایابَلۡ مِلَّةَ اِبۡرٰهٖمَ حَنِيۡفًا(البقرہ:136) یعنی ابراہیم حنیف کی امت ہو جاؤ۔

حضرت ابراہیمؑ مشرکوں میں ہرگز نہ تھے جیسے وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ کے الفاظ بار بار قرآن میں آئے یعنی شرک کا شائبہ تک اس میں نہ تھا۔

حضرت مصلح موعودؓ آپؑ کی بت پرستی سے بیزاری کا ایک بہت دلچسپ واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”حضرت ابراہیم ایک بُت پرست بلکہ بت ساز گھرانے میں پیدا ہوئے تھے اور چلڈیا کے ایک شہر اُور کسدیم کے رہنے والے تھے۔ ان کے خاندان کے لوگوں کا گزارہ ہی بتوں کے چڑھاووں اور بت فروشی پر تھا۔ والد بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے اور چچا کی آغوش میں انہوں نے پرورش پائی تھی جس نے ان کے ہوش سنبھالتے ہی اپنے بیٹوں کے ساتھ آپ کو بھی بت فروشی کے کام پر لگا دیا تھا۔ حقیقت سے ناآشنا چچا کو یہ معلوم نہ تھا کہ جس دل کو خالقِ کون و مکاں چُن چکا ہے اُس میں بتوں کے لئے کوئی جگہ نہیں ہو سکتی۔ پہلے ہی دن ایک امیر گاہک جو اپنی عمر کی انتہائی منزلیں طے کر رہا تھا اور تھا بھی مالدار، بُت خریدنے کے لئے آیا۔ بت فروش چچا کے بیٹے خوش ہوئے کہ آج اچھی قیمت پر سودا ہو گا۔ بوڑھے امیر نے ایک اچھا سا بُت چنا اور قیمت دینے ہی لگا تھا کہ اس بچہ کی توجہ اُس گاہک کی طرف ہوئی۔ اُس نے سوال کیا۔ میاں بوڑھے! تم قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ہو۔ تم اس چیز کا کیا کرو گے؟ اُس نے جواب دیا کہ گھر لے جاؤں گا اور ایک صاف اور مطہر جگہ میں رکھ کر اس کی عبادت کروں گا۔ یہ سعید بچہ اس خیال پر اپنے جذبات نہ روک سکا اور پوچھا۔ تمہاری عمر کیا ہو گی؟۔ اُس نے اپنی عمر بتائی اور اس بچہ نے نہایت حقارت آمیز ہنسی ہنس کر کہا کہ تم اتنے بڑے ہو اور یہ بُت تو ابھی چند دن ہوئے میرے چچا نے بنوایا ہے کیا تمہیں اس کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے شرم نہ آئے گی۔ نہ معلوم اس بوڑھے کے دل پر توحید کی کوئی چنگاری گری یا نہ گری لیکن اُس وقت اس بت کا خریدنا اُس کے لئے مشکل ہو گیا اور وہ بت وہیں پھینک کر واپس چلا گیا۔ اس طرح ایک اچھے گاہک کو ہاتھ سے جاتا دیکھ کر بھائی سخت ناراض ہوئے اور انہوں نے اپنے باپ تارہ کو اطلاع دی جس نے اس بچہ کی خوب خبر لی۔ یہ پہلی تکلیف تھی جو اس پاکباز ہستی نے توحید کے لئے اٹھائی مگر باوجود چھوٹی عمر اور کم سِنی کے زمانہ کے یہ سزا جوشِ توحید کو سرد کرنے کی بجائے اُسے اور بھڑکانے کا موجب ہوئی۔ سزا نے فکر کا دروازہ کھولا اور فکر نے عرفان کی کھڑکیاں کھول دیں۔ یہاں تک کہ بچپن کی طبعی سعادت جوانی کا پختہ عقیدہ بن گئی اور آخر اللہ تعالیٰ کا نور ذہنی نور پر گر کر الہام کی روشنی پیدا کرنے کا موجب ہو گیا اور خدا تعالیٰ نے آپ کو دنیا کی اصلاح کے لئے نبوت کے مقام پر سرفراز فرما دیا۔

چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تمام خاندان کا گزارہ ہی بتوں کی فروخت پر تھا اور تارہ خود بت پرست تھا جیسا کہ بائبل کی کتاب یشوع باب 24 آیت 2 سے ثابت ہوتا ہے اس لئے ان کے چچا اور چچازاد بھائیوں نے ان کو مشورہ دیا کہ ہم پروہت ہیں اور ہمارا گزارہ ہی اس پر ہے۔ اگر تم نے بتوں کی پرستش نہ کی تو ہمارا رزق بند ہو جائے گا۔ مگر آپ نے نہایت دلیری سے جواب دیا کہ جن بتوں کو انسان اپنے ہاتھ سے گھڑتا ہے ان کو میں ہرگز سجدہ نہیں کر سکتا۔“

تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ 153-154)

حضرت ابراہیمؑ بھی اسوۂ حسنہ ہیں

سامعین! اللہ تعالیٰ آپؑ اور آپؑ کی ملت کو اسوہ حسنہ قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے۔ قَدۡ كَانَتۡ لَكُمۡ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ فِیۡۤ اِبۡرٰهِیۡمَ وَالَّذِیۡنَ مَعَهٗ (الممتحنہ:5) یقیناً تمہارے لئے ابراہیم اور ان لوگوں میں جو اُس کے ساتھ تھے ایک اُسوہ حسنہ ہے۔ **پھر آپؑ کی ذات کو ایک امت کہہ کر پکارا گیا۔ جیسا کہ** اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ اِنَّ اِبۡرٰهِیۡمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِیۡفًا ؕ وَلَمۡ یَكُ مِنَ الۡمُشۡرِكِیۡنَ۔ شَاكِرًا لِّاَنۡعُمِهٖ ؕ اِجۡتَبٰهُ وَهَدٰهُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ۔ وَاٰتَیۡنٰهُ فِی الدُّنۡیَا حَسَنَةً ؕ وَاِنَّهٗ فِی الۡاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیۡنَ (النحل:121-123)

یقیناً ابراہیم (فی ذاتہ) ایک امت تھا جو ہمیشہ اللہ کا فرمانبردار، اسی کی طرف جھکا رہنے والا تھا اور وہ مشرکین میں سے نہیں تھا۔

حضرت ابراہیمؑ کی خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ تھی کہ وہ اللہ کی نعمتوں کا شکر کرنے والا تھا۔ اُس (اللہ) نے اسے چن لیا اور اسے صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دی۔ فرمایا۔ اور ہم نے اُسے دنیا میں حَسَنہ عطا کی اور آخرت میں وہ یقیناً صالحین میں سے ہو گا۔

اب ان آیات میں حضرت ابراہیمؑ کی بہت سی خوبیاں بیان ہوئی ہیں۔ ایک تو وہ اپنی ذات میں امت تھے۔ وہ خود ایک جماعت تھے۔ یکجائیت کی علامت تھے۔ پھر دوسری خوبی قانتاً کے الفاظ میں ہے۔ جس کے ایک معنی تو جھکے رہنے کے ہیں۔ حنیف اور شرک نہ کرنے کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔ تاہم اللہ کی نعماء پر شکر گزاری کا ایک بہت بڑا پہلو جسے آج معاشرے میں ہوا دینے کی بہت ضرورت ہے۔ اس خوبی کا ذکر سورہ الشعراء آیت 79 تا 86 میں بھی تفصیل سے ملتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ان آیات کے حوالہ سے سورہ النحل کے تعارفی نوٹ میں فرمایا ہے۔

”اس سورت کے آخری رکوع میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو ایک فرد تھے، پوری امّت کے طور پر پیش کیا گیا ہے کیونکہ آپ ہی سے بہت سی امّتوں نے پیدا ہونا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ کر یہ مضمون اپنے معراج تک پہنچ جاتا ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ وحی فرمائی گئی کہ اس ابراہیمی سنت پر عمل پیرا ہو اور اس کا خلاصہ یہ پیش فرمادیا گیا کہ اپنے ربّ کی طرف حکمت اور موعظہ حسنہ سے بلاؤ۔“

(قرآن کریم اردو ترجمہ مع سورتوں کا تعارف صفحہ 438)

تعمیر کعبہ

آپؑ کی سیرت کا ایک اہم پہلو اپنی ذریّت کو وادی غیر ذی زرع میں آباد کرنا، خانہ۔کعبہ کی تعمیر، اسے پاک وصاف رکھنے کی تلقین اور مکّہ کو پُرامن شہر بنائے رکھے جانے کے لئے دعائیں ہیں۔ جن کا ذکر قرآن کریم میں مختلف جگہوں پر ملتا ہے جیسے سورۃ ابراہیم:36-38، البقرۃ:126-130، الشعراء:84-88 اوّل۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنی اولاد کو معزز گھر کے پاس اس لئے آباد کہ یُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ کہ وہ نماز قائم کریں۔ یہ ایک ایسی خوبی ہے ہم میں سے جن کو توفیق ہو انہیں ضرور مساجد کے قریب حضرت ابراہیمؑ کی اقتداء میں گھر بنوانے چاہئیں۔ ہم میں سے بعض بہت شوق وذوق کے ساتھ مساجد کے قریب گھر خریدتے یا بنواتے ہیں تا اولاد کی اصلاح ہو مگر وہ نمازوں میں سُستی کر جاتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”ابو الانبیاء حضرت ابراہیمؑ اور آپ کے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کی مثال دے کر، ان کا واقعہ بیان کر کے خدا تعالیٰ نے ہمیں اسی طرف توجہ دلائی ہے۔ ان پر غور کریں تو یہی سبق ہے۔ جب یہ دونوں باپ بیٹا خدا تعالیٰ کے سب سے پہلے گھر کی دیواریں اور بنیادیں نئے سرے سے کھڑی کر رہے تھے تو کمال عاجزی اور انکسار سے یہی دعا کر رہے تھے کہ اے اللہ! ہماری اس قربانی کو قبول فرما جو ہم تیرے حکم کے مطابق کر رہے ہیں۔ یہ بھی کمال عاجزی ہے کہ ایک کام جس کے بارہ میں تو ان کو خود نہیں پتہ تھا۔ خانہ کعبہ کی بنیادوں کا علم تو اللہ تعالیٰ کی نشاندہی پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہوا تھا۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ نے ہی حضرت

ابراہیم علیہ السلام کو بتایا تھا کہ یہ سب سے قدیم گھر ہے اور یہ وہ گھر ہے جس نے اب رہتی دنیا تک وحدانیت کا نشان اور symbol بن کر قائم رہنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس عمارت کو اپنی توحید کا نشان بنانا ہے۔ لیکن پھر بھی یہ دعا ہے کہ اے اللہ! ہم جو تیرے حکم سے اس کی تعمیر کر رہے ہیں تو اس تعمیر کے ساتھ ہماری قربانیوں کو بھی وابستہ کر دے...... ہم دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! ہماری دعاؤں کو قبول کر کے جن فضلوں کا تو وارث بنائے گا ان کے مقابلے پر یہ قربانی بالکل حقیر قربانی ہے اور پھر یہ بھی کہ قربانی کا قبول کرنا بھی تیرے فضل پر ہی منحصر ہے۔ ہم اگر سمجھ بھی رہے ہیں کہ ہم قربانی کر رہے ہیں تو ہمیں کیا پتہ کہ حقیقت کیا ہے؟ یہ قربانی ہے بھی کہ نہیں۔ پس تُو جو دعاؤں کا سننے والا ہے، تیرے سے ہم عاجزانہ طور پر یہ دعا کرتے ہیں کہ تیرا گھر جو تیرے حکم سے تعمیر ہو رہا ہے اس کی تعمیر میں جو کچھ بھی ہم نے پیش کیا ہے تُو محض اور محض اپنے فضل سے قبول فرما لے اور قبول فرمانے کا نتیجہ اس طرح ظاہر ہو کہ ہمارا نام بھی اس سے وابستہ ہو جائے...... ہم یہ دعا کرتے تھے کہ اس گھر میں آ کر دعائیں کرنے والے بھی ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اور جو جو بھی ان سے وابستہ ہیں وہ بھی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ ان باپ بیٹے نے وہ قربانیاں دی تھیں کہ آج تک ہم یاد رکھتے ہیں۔ مسلمان جب ہر نماز میں درود پڑھتے ہیں اور ہر نفل کی آخری رکعت میں جب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں تو ساتھ ہی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی اور آپؑ کی آل پر بھی اس حوالہ سے درود بھیجتے ہیں۔ یہ اعزاز حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آپ کی وفا اور کامل طور پر خدا تعالیٰ کی راہ میں قربانی کے لئے تیار ہونے کی وجہ سے ملا۔ اس بات کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں اس طرح بھی بیان فرمایا ہے کہ وَاِبۡرٰهِيۡمَ الَّذِىۡ وَفّٰٓى (النجم: 38) اور ابراہیم جس نے وفا کی اور عہد پورا کیا۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 17 ستمبر 2010ء از الفضل آن لائن 25 مئی 2022ء)

دوم۔ اولاد کو وافر رزق دینے کی التجاء اللہ تعالیٰ سے یہ کہہ کر کی کہ لَعَلَّهُمۡ يَشۡكُرُوۡنَ (ابراھیم: 38) کہ خدایا! وہ تیرا شکر کریں۔

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو اپنے ایک خطبہ میں یوں بیان فرمایا ہے۔

"حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب بھی اپنی اولاد کے لئے رزق کی دعا کی تو ساتھ ہی یہ عرض کی کہ وہ تیرے شکر گزار رہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں اس کا ذکر ملتا ہے وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ (ابراھیم: 38) یعنی انہیں پھلوں میں سے رزق عطا فرماتا کہ وہ تیرے شکر گزار بنیں۔ پس کاروبار میں برکت، تجارتوں میں برکت، زراعت میں برکت، یہ سب پھل ہیں جو رزق میں اضافے کا باعث بنتے ہیں اور مومن جب ان فضلوں کو دیکھتا ہے تو شکر گزاری میں بڑھتا ہے اور یہ بات اس کے ایمان میں اضافہ کا باعث بنتی ہے۔ اس کے تقویٰ میں اضافہ کا باعث بنتی ہے اور بنی چاہئے۔ جب ایک مومن ایمان اور تقویٰ اور شکر گزاری میں بڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے مزید نعمتوں سے نوازتا ہے۔ اس کے پھلوں میں مزید برکت پڑتی ہے۔ اس کے رزق کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے مزید بڑھاتا ہے۔ یہ سلوک اللہ تعالیٰ انہی سے فرماتا ہے جو ایمان میں بڑھے ہوئے ہیں یا بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو یہ رزق کا اضافہ کوئی اتفاقی حادثہ نہیں کہ کسی نے لکھا کہ میرے رزق میں غیر معمولی طور پر اضافہ ہو گیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق ہے کہ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (ابراھیم: 8) یعنی اگر تم شکر گزار بنو گے تو میں تمہیں اور بھی زیادہ دوں گا۔ ایک غیر مومن کے لئے تو کہا جا سکتا ہے کہ قانون قدرت کے تحت اس کی محنت کو اللہ تعالیٰ نے پھل لگایا لیکن ایک مومن کے لئے اس سے زائد چیز بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری اور ایمان اور تقویٰ میں بڑھنے کے ساتھ جب محنت ہو تو کئی گنا زیادہ پھل لگتا ہے اور پھر صرف محنت پر ہی منحصر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ پھر مومن کو اگر اس کی محنت میں کوئی کمی رہ بھی گئی ہو تو اپنے فضل سے اس کمی کو پورا کرتے ہوئے زائد بھی عطا فرماتا ہے یا اس کمی کو پورا فرماتا ہے۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اگر اُس کا خدا تعالیٰ پر ایمان ہے تو خدائے تعالیٰ رزّاق ہے۔ اس کا وعدہ ہے کہ جو تقویٰ اختیار کرتا ہے اس کا ذمہ وار مَیں ہوں۔ پس یہ ہے اس خدا کا اپنے بندوں سے سلوک جو رزّاق ہے کہ تھوڑی محنت میں بھی برکت ڈال دیتا ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 13 جون 2008ء)

حضرت ابراہیمؑ کو اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت اس قدر عزیز تھی کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو امام بنانے کا وعدہ فرمایا تو آپؑ نے وَمِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ (البقرہ : 125) کہہ کر اپنی اولاد سے بھی امام بنانے کی التجاء اللہ تعالیٰ سے کر دی۔ سورۃ البقرہ کی انہی آیات کی تفصیل میں ”مقام ابراہیم“ کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا کر اللہ کے گھر کو صاف ستھرا رکھنے کی ذمہ داری بھی حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسماعیل علیہما السلام کو سونپ دی۔ پھر خانہ کعبہ کی تعمیر اور اس کے لئے دعاؤں کا ذکر ہے۔ اور سب سے بڑھ کر حضرت محمدؐ کے مبعوث کرنے کی دعا ہے۔ ایسے نبی کی جو آیات کی تلاوت کرے۔ کتاب کی تعلیم دے۔ حکمت سکھلائے اور تزکیہ کرے۔ اس نبی جو حضرت ابراہیمؑ کی ذریّت سے ہی ہے کی اقتداء میں یہ چاروں کام ہمارے فرائض میں شامل ہیں۔ جہاں تک مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنانے کا تعلق ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نیت نماز اور التحیات میں درود ابراہیمی لا کر ہمیں توجہ دلائی کہ حضرت ابراہیمؑ کو نہیں بھولنا بلکہ ابراہیمی نسل میں اپنے آپ کو شامل رکھنے کے لئے درود ابراہیمی کا ورد کرتے رہنا ہے۔

بیٹے کو ذبح کرنے سے متعلق رؤیا اور اس کی تعمیل

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے احباب جماعت کو ”ابراہیم بنو“ کی جو تلقین فرمائی اس میں یہ بھی مد نظر تھا (جس کا ذکر آپؑ نے متعدد جگہوں پر کیا) کہ جس طرح حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو ماتھے کے بل لٹا کر اللہ کی راہ میں قربان کرنے کی کوشش کی۔ (الصافات :104-106) اس طرح ہم میں سے ہر ایک کو ابراہیم بن کر اپنے اپنے اسماعیل کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ اور دعوت الی اللہ و تبلیغ کا جو جذبہ باپ بیٹا میں موجود تھا وہی جذبہ ہمارے اندر بھی ہونا چاہئے۔

ہمیں کوشش کرتے رہنا چاہئے کہ ہم نہ صرف خود ابراہیم بنیں بلکہ اپنی اولاد کو بھی ابراہیم بنانے کی سعی کریں۔ جس کے لئے ہمیں حضرت ابراہیمؑ کی سیرت کو پڑھتے رہنا چاہئے۔ ہم جب کہتے ہیں کہ ہم ابراہیم بنیں تو پھر آپ کے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کے اوصاف اور زریت سے پیدا ہونے والے ذبح عظیم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو اپنے اندر اتارنے کی کوشش کرتے رہیں کیونکہ حضرت اسماعیلؑ ذبیح اللہ تھے۔ جنہوں نے خانہ کعبہ کی تعمیر میں اپنے ابا کا ہاتھ بٹایا اور پھر آپؑ کی ہی ذریّت سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے وقت میں خانہ کعبہ کی تعمیر کی۔ جن کی قربانیوں کو بعد میں آنے والی اقوام یاد رکھتی

ہیں اور ہر سال کروڑوں لوگ مکہ اور مدینہ حاضر ہو کر اس تاریخ کو نہ صرف دہراتے ہیں بلکہ ان کے حق میں دعائیں کرتے ہیں۔ جو مکہ مدینہ حاضر نہیں ہو سکتے وہ دنیا بھر میں لاکھوں مینڈھے حضرت ابراہیم و اسماعیل عیلھما السلام کی یاد میں ذبح کرتے ہیں۔

غالباً یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جن انبیاء کا ذکر فرمایا ہے ان میں سے آپ کی جسمانی اور روحانی ذریت میں سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طویل ذکر کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر طوالت سے ملتا ہے جس کو اللہ نے اس رنگ میں بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ صحیفوں کی ہر بہترین تعلیم کو اپنے (یعنی قرآن کریم) اندر جمع کر لیا ہے۔ صحف ابراہیمؑ میں سے بھی بہترین تعلیم اس میں موجود ہے اور صحف موسیٰ میں سے بھی۔

(تفسیری فٹ نوٹ از ترجمۃ القرآن خلیفہ رابع صفحہ 1160 سورۃ الاعلیٰ آیات 19-20)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ حضورؒ کے الفاظ ”اسلام کا منشاء یہ ہے کہ بہت سے ابراہیم بنائے“ کا حوالہ دے کر فرماتے ہیں۔

”یہی اللہ تعالیٰ نے، قرآن شریف نے ابراہیم کی خوبی بیان فرمائی ہے کہ وہ وفادار تھے۔“ ”پس تم میں سے ہر ایک کو کوشش کرنی چاہئے کہ ابراہیم بنو۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ولی پرست نہ بنو۔ بلکہ ولی بنو اور پیر پرست نہ بنو۔ بلکہ پیر بنو تم ان راہوں سے آؤ۔“ پیر بن کے یہ نہیں کہ پیروں کی طرح نخوت اور تکبر پیدا ہو جائے بلکہ عاجزی انکساری پیدا کرو، وفاداری پیدا کرو۔ یہ مراد ہے اس سے۔ آج کل کے پیروں کی طرح دنیاداری کے اظہار اس سے مراد نہیں ہے۔ فرمایا کہ ”بے شک وہ تنگ راہیں ہیں“ ”تم ان راہوں سے آؤ“ ”لیکن ان سے داخل ہو کر راحت اور آرام ملتا ہے مگر یہ ضروری ہے کہ اس دروازہ سے بالکل ہلکے ہو کر گزرنا پڑے گا۔ اگر بہت بڑی گٹھڑی سر پر ہو تو مشکل ہے۔ اگر گزرنا چاہتے ہو تو اس گٹھڑی کو جو دنیا کے تعلقات اور دنیا کو دین پر مقدم کرنے کی گٹھڑی ہے پھینک دو۔ ہماری جماعت خدا کو خوش کرنا چاہتی ہے تو اس کو چاہئے کہ اس کو پھینک دے۔ تم یقیناً یاد رکھو کہ اگر تم میں وفاداری اور اخلاص نہ ہو تو تم جھوٹے ٹھہرو گے اور خدا تعالیٰ کے حضور راستباز نہیں بن سکتے۔ ایسی صورت میں دشمن سے پہلے وہ ہلاک ہو گا جو

وفاداری کو چھوڑ کر غداری کی راہ اختیار کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ فریب نہیں کھا سکتا اور نہ کوئی اسے فریب دے سکتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ تم سچا اخلاص اور صدق پیدا کرو۔“

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 188-190 ایڈیشن 1984ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

”اس وقت خدا تعالیٰ پھر ایک قوم کو معزز بنانا چاہتا ہے اور اس پر اپنا فضل کرنا چاہتا ہے لیکن اس کے لئے بھی وہی شرط اور امتحان ہے جو ابراہیم علیہ السلام کے لئے تھا۔ وہ کیا؟ سچی اطاعت اور پوری فرمانبرداری۔ اس کو اپنا شعار بناؤ اور خدا تعالیٰ کی رضا کو اپنی رضا پر مقدم کر لو۔ دین کو دنیا پر اپنے عمل اور چلن سے مقدم کر کے دکھاؤ۔ پھر خدا تعالیٰ کی نصرتیں تمہارے ساتھ ہوں گی۔ اس کے فضلوں کے وارث تم بنو گے۔“

(خطبات نور صفحہ 189 ایڈیشن چہارم، دسمبر 2003ء)

ابراہیم وفادار تھا

سامعین! ہاں ایک اہم بات اور سیرت حضرت ابراہیمؑ کے حُسن کا ذکر ہونا ضروری ہے جسے اپنا کر ہم اپنے اندر حضرت ابراہیمؑ کی خوبیوں کو جمع کر سکتے ہیں اور وہ اِبۡرٰهِيۡمَ الَّذِىۡ وَفّٰٓى (النجم :38) کہ ابراہیم وہ ہے جس نے وفاداری دکھلائی۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

”خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی راہ یہ ہے کہ اس کے لئے صدق دکھایا جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو قرب حاصل کیا تو اس کی وجہ یہی تھی۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ اِبۡرٰهِيۡمَ الَّذِىۡ وَفّٰٓى (النجم: 38) ابراہیمؑ وہ ابراہیمؑ ہے جس نے وفاداری دکھائی۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری اور صدق اور اخلاص دکھانا ایک موت چاہتا ہے جب تک انسان دنیا اور اس کی ساری لذتوں اور شوکتوں پر پانی پھیر دینے کو تیار نہ ہو جاوے۔ اور ہر ذلّت اور سختی اور تنگی خدا کے لئے گوارا کرنے کو تیار نہ ہو۔ یہ صفت پیدا نہیں ہو سکتی۔ بت پرستی یہی نہیں کہ انسان کسی درخت یا پتھر کی پرستش کرے بلکہ ہر ایک چیز جو اللہ تعالیٰ کے قرب سے روکتی اور اس پر مقدم ہوتی ہے۔ وہ بُت ہے اور اس قدر بت انسان اپنے اندر رکھتا ہے کہ

اس کو پتہ بھی نہیں لگتا کہ میں بت پرستی کر رہا ہوں۔ پس جب تک خالص خدا تعالیٰ ہی کے لئے نہیں ہو جاتا اور اس کی راہ میں ہر مصیبت کی برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ صدق اور اخلاص کا رنگ پیدا ہونا مشکل ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کو جو یہ خطاب ملا۔ یہ یونہی مل گیا تھا؟ نہیں۔ اِبۡرٰهِیۡمَ الَّذِیۡ وَفّٰۤی (النجم:38) آواز اس وقت آئی جبکہ وہ بیٹے کی قربانی کے لئے تیار ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ عمل کو چاہتا اور عمل ہی سے راضی ہوتا ہے۔ اور عمل دکھ سے آتا ہے۔ لیکن جب انسان خدا کے لئے دکھ اٹھانے کو تیار ہو جاوے تو خدا تعالیٰ اس کو دکھ میں بھی نہیں ڈالتا۔‘‘

(ملفوظات جلد2 صفحہ 703 ایڈیشن 1988ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’یہ دعا کرتے تھے کہ اس گھر میں آکر دعائیں کرنے والے بھی ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اور جو جو بھی ان سے وابستہ ہیں وہ بھی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ ان باپ بیٹے نے وہ قربانیاں دی تھیں کہ آج تک ہم یاد رکھتے ہیں۔ مسلمان جب ہر نماز میں درود پڑھتے ہیں اور ہر نفل کی آخری رکعت میں جب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں تو ساتھ ہی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی اور آپؑ کی آل پر بھی اس حوالہ سے درود بھیجتے ہیں۔ یہ اعزاز حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کو آپ کی وفا اور کامل طور پر خدا تعالیٰ کی راہ میں قربانی کے لئے تیار ہونے کی وجہ سے ملا۔ اس بات کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں اس طرح بھی بیان فرمایا ہے کہ وَاِبۡرٰهِیۡمَ الَّذِیۡ وَفّٰۤی(النجم :38) اور ابراہیم جس نے وفا کی اور عہد پورا کیا۔‘‘

(خطبات مسرور جلد8 صفحہ 488 خطبہ جمعہ 17 ستمبر 2010ء)

حضرت ابراہیمؑ کے لئے آگ کا ٹھنڈا ہو جانا

آپؑ کو مخالفین نے آگ میں ڈالنے کی بھی کوشش کی جو اللہ تعالی نے ٹھنڈی کر دی۔ اس کا ذکر سورۃ انبیاء آیات 69-70 میں فرمایا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ان آیات کے تحت فٹ نوٹ میں تحریر فرمایا ہے۔

یہاں آگ سے مراد مخالفت کی آگ بھی ہے اور حقیقی آگ بھی مراد ہو سکتی ہے چنانچہ اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو یہ الہام ہوا کہ "مجھے آگ سے مت ڈراؤ کیونکہ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے" (اربعین نمبر 3، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 429)

اس ناطے جماعت پر آنے والے مصائب فطری ہیں۔ جنہیں اللہ تعالی ہمارے لئے ٹھنڈا کرتا رہے گا۔

حضرت ابراہیمؑ کی دعائیں

سامعین! ابراہیم بننے کے لئے آپؑ کی دعاؤں کا جاننا بھی ضروری ہے۔ آئیں! اب آپؑ کی بعض دعاؤں کی باتیں کرلیں۔

آپؑ نے اپنے مولیٰ کے حضور سب کچھ پیش کرنے کی دُعا ان الفاظ میں کی۔

رَبَّنَا عَلَیۡکَ تَوَکَّلۡنَا وَاِلَیۡکَ اَنَبۡنَا وَاِلَیۡکَ الۡمَصِیۡرُ (الممتحنہ : 5)

اے ہمارے ربّ! تجھ پر ہی ہم توکّل کرتے ہیں اور تیری طرف ہی ہم جھکتے ہیں اور تیری طرف ہی لوٹ کر جانا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ نے تعمیر بیت اللہ کے وقت شہر کے پُرامن رہنے اور باشندوں کو رزق ملنے کے بارہ میں یہ دُعا کی۔

رَبِّ اجۡعَلۡ ھٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارۡزُقۡ اَھۡلَہٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنۡ اٰمَنَ مِنۡھُمۡ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ (البقرہ 127)

اے میرے ربّ! اس کو ایک پُرامن اور امن دینے والا شہر بنادے اور اس کے بسنے والوں کو جو اُن میں سے اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان لائے ہر قسم کے پھلوں میں سے رزق عطا کر۔

آپؑ نے تعمیر بیت اللہ کے وقت بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے یہ عظیم الشان دُعا کی۔

رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِیۡھِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡھُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡھِمۡ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُھُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ وَیُزَکِّیۡھِمۡ ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ (البقرہ: 130) اور اے ہمارے ربّ! تو ان میں انہی میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کر جو ان پر تیری آیات کی تلاوت کرے اور انہیں کتاب کی تعلیم دے اور (اس کی) حکمت بھی سکھائے اور اُن کا تزکیہ کر دے۔ یقیناً تُو ہی کامل غلبہ والا (اور) حکمت والا ہے۔

تعمیر بیت اللہ کے وقت حضرت ابراہیمؑ کی ایک اور جامع دُعا یہ تھی۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۠ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ(البقرہ:129)

اور اے ہمارے ربّ! ہمیں اپنے دو فرمانبردار بندے بنادے اور ہماری ذرّیت میں سے بھی اپنی ایک فرمانبردار اُمّت (پیدا کر دے)۔ اور ہمیں اپنی عبادتوں اور قربانیوں کے طریق سکھا اور ہم پر توبہ قبول کرتے ہوئے جُھک جا۔ یقیناً تُو ہی بہت توبہ قبول کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

تعمیر بیت اللہ کے وقت عبادات اور دُعاؤں کی قبولیت کے لئے حضرت ابراہیمؑ نے یہ دُعا کی۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ(البقرہ:128)

اے ہمارے ربّ! ہماری طرف سے قبول کرلے۔ یقیناً تو ہی بہت سننے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ نے اپنی اولاد کی دینی و دنیوی ترقیات کے لئے یہ دُعا کی۔

رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ(ابراھیم:38)

اے ہمارے ربّ! یقیناً میں نے اپنی اولاد میں سے بعض کو ایک بے آب و گیاہ وادی میں تیرے معزز گھر کے پاس آباد کر دیا ہے۔ اے ہمارے ربّ! تا کہ وہ نماز قائم کریں۔ پس لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں پھلوں میں سے رزق عطا کر تا کہ وہ شکر کریں۔

حضرت ابراہیمؑ نے اپنے مشن کو جاری رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور صالح اولاد کے حصول کی دُعا ان الفاظ میں کی۔

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ(الصّٰفّٰت:101)

اے میرے ربّ! مجھے صالحین میں سے (وارث) عطا کر۔

حضرت ابراہیمؑ نے اولاد کی دینی و دُنیوی ترقیات کے لئے یہ دُعا کی۔

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ(ابراھیم:36)

اے میرے ربّ! اس شہر کو امن کی جگہ بنادے اور مجھے اور میرے بیٹوں کو اس بات سے بچا کہ ہم بتوں کی عبادت کریں۔

حضرت ابراہیمؑ نے اپنے اور اولاد کے قیامِ عبادت اور والدین نیز تمام مردوں وعورتوں کے حق میں بخشش کی دُعایوں کی۔

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ (ابراھیم:41-42)

اے میرے ربّ! مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری نسلوں کو بھی۔ اے ہمارے ربّ! اور میری دعا قبول کر۔ اے ہمارے ربّ! مجھے بخشش دے اور میرے والدین کو بھی اور مومنوں کو بھی جس دن حساب برپا ہو گا۔

حضرت ابراہیمؑ کی قوت فیصلہ، صالحیت، نیک شہرت اور جنت کے حصول کی دُعا یہ ہے۔

رَبِّ هَبْ لِیْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ۔ وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ ۔ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَّرَثَۃِ جَنَّۃِ النَّعِیْمِ (الشعرآء:84-86)

اے میرے ربّ! مجھے حکمت عطا کر اور مجھے نیک لوگوں میں شامل کر۔ اور میرے لئے آخرین میں سچ کہنے والی زبان مقدّر کر دے۔ اور مجھے نعمتوں والی جنت کے وارثوں میں سے بنا۔

اور آخر پر مشکلات بالخصوص مخالفین کی طرف سے پیدا ہونے والی مشکلات کے وقت حضرت ابراہیمؑ کی آگ میں ڈالتے وقت خدا تعالیٰ کی کفایت کے نصیب ہونے کی اس۔ دُعا کو ہمیں مد نظر رکھنا چاہئے۔

وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ (اٰل عمران:174)

اور انہوں نے کہا ہمیں اللہ کافی ہے اور کیا ہی اچھا کارساز ہے۔

اللہ تعالیٰ جماعت کو لاکھوں حضرت ابراہیم حنیف علیہ السلام جیسے اوصاف اور صفات والے وفا شعار لوگ مہیا کرتا رہے۔ آمین

ذکر خدا پہ زور دے ظلمتِ دل مٹائے جا
گوہرِ شب چراغ بن دنیا میں جگمگائے جا

منزلِ عشق ہے کٹھن راہ میں راہزن بھی ہیں
پیچھے نہ مڑ کے دیکھ تُو آگے قدم بڑھائے جا

۞۞۞۞

﴿6﴾ ﴿مشاہدات۔299﴾

عِبادِ صالحین کی صفات

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا (الفرقان:64)

ترجمہ: رحمان خدا کے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی اور عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل اُن سے مخاطب ہوتے ہیں تو (جواباً) کہتے ہیں "سلام"

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالَم کو اک عالَم دکھاتی ہے

میرے انصار بھائیو! آج میری تقریر کا موضوعِ سخن ہے۔ عِبادِ صالحین کی صفات۔

عِبادِ صالحین میں عِباد کی عین پر زیر کے ساتھ معانی ہیں بندے، غلام، نوکر۔ یہ عَبدؔ کی جمع ہے جبکہ صالحین صالح کی جمع ہے جس کے معانی ہیں نیک، پارسا، پرہیز گار، متقی، دیانتدار اور نیک چلن۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں ایسے لوگوں کے لیے "صالحین" کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں جن میں مرد مومن اور عورت مومن دونوں شامل ہیں جیسے فرمایا رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ (الشعراء:84) یعنی اے میرے ربّ! مجھے حکمت عطا کر اور مجھے نیک لوگوں میں شامل کر۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآنِ کریم میں عورتوں کے لیے الگ سے "صالحات" کا لفظ بھی استعمال فرمایا ہے اور اعمالِ صالحہ کے لیے عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کا لفظ بارہا استعمال ہوا ہے۔

سامعین! عِبادِ صالحین اور دیگر نیک اور صالح لوگوں کی صفات کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جو فرمایا ہے اُن کے لئے عِبادُ اللّٰہ المخلصین، عِبادُ الرحمٰن اور مومنوں کی صفات کا ذکر ہے جیسے عِبادُ الرحمٰن کی صفات کا ذکر سورۃ الفرقان آیات 64 تا 78 میں جبکہ مومنوں کی صفات کا ذکر سورۃ المومنون آیات 3 تا 12 میں ہوا ہے۔ آج مَیں وقت کی رعایت سے اختصار کے ساتھ چند ایک صفات کا ذکر کروں گا۔

سورۃ الفرقان میں پہلی صفت یہ بیان ہوئی ہے کہ وہ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا جو زمین پر فروتنی اور عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو (جواباً) کہتے ہیں "سلام"

اللہ تعالیٰ حقوقُ اللہ کی خلاف ورزی تو معاف کر سکتا ہے مگر حقوقُ العباد کی خلاف ورزی اُس وقت معاف ہو گی جب تک جس بندے کو تکلیف دی گئی ہے وہ معاف نہ کرے۔ اِس ارشاد کو سامنے رکھ کر اگر عِبادُ الرحمٰن کی قرآن کریم میں بیان ہونے والی صفات کو دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ سے تعلق، اُس کی عبادت بجالانے اور نمازیں پڑھنے کی جگہ حقوقُ العباد کے حوالہ سے یہ صفت بیان کی گئی کہ وہ زمین پر فروتنی اور عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل اُن سے مخاطب ہوتے ہیں تو جواباً کہتے ہیں "سلام"۔ یہ عِبادِ صالحین کی حقوق العباد کے حوالہ سے بنیادی صفت ہے کہ وہ اپنے مد مقابل شخص سے جھگڑا کرنے کی بجائے انکساری و عاجزی سے اُسے جاہل سمجھ کر سلام کرتے ہیں اور اُس کے سوال کا جواب نہیں دیتے۔ اگر اِس صفت سے معاشرے کا ہر بندہ اپنے آپ کو آراستہ کرے تو معاشرہ بھی امن و سلامتی کا موجب بن جائے اور عِبادُ الرحمٰن کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا جائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"رحمٰن کے فرمانبردار بندے تو وہی ہیں جو زمین میں سکینت، وقار اور تواضع کی چال چلتے ہیں۔ نہ تکبر اور سستی کی اور جب جاہل ان سے الجھیں تو ان سے ایسا سلوک کرتے ہیں۔ جس میں نہ بدی و ایذاء ہو اور نہ جہل و نادانی۔"

(تصدیق براہین احمدیہ صفحہ 262، حقائق الفرقان جلد سوم صفحہ 251)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے خطبہ جمعہ میں بیان فرماتے ہیں:

"عبادالرحمٰن میں سے سب سے بڑے عبدِ رحمٰن وہ نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم تھے جن کی قوت قدسی نے عبادُ الرحمٰن پیدا کئے۔ تکبر سے رہنے والوں کو عجز کے راستے دکھائے... وہ عاجزی اور انکساری کے نمونے آپؐ نے عمل سے دکھائے کہ یہ میری زندگی کے ہر پہلو میں نظر آئیں گے۔ معاشرے کے غریب اور کمزور طبقے سے بھی میرا یہی سلوک ہے، جاہل اور اجڈ لوگوں سے بھی میرا

یہی سلوک ہے، بڑوں سے بھی یہی سلوک ہے اور چھوٹوں سے بھی یہی سلوک ہے اور یہی سلوک ہے جو میری زندگی کے ہر لمحے میں ہر ایک کے ساتھ تمہیں نظر آئے گا اور یہی کچھ دیکھتے ہوئے خدا تعالیٰ نے آپؐ کو یہ سند عطا فرمائی کہ وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ (القلم:5) یعنی ہم قَسم کھاتے ہیں کہ تو اپنی تعلیم اور عمل میں نہایت اعلیٰ درجہ کے اخلاق پر قائم ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی اس قَسم نے آپؐ کو عاجزی میں اور بھی بڑھایا۔"

(خطبہ جمعہ 11 مارچ 2005ء)

سامعین! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

"صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ کا بندہ جتنا کسی کو معاف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اتنا ہی زیادہ اسے عزت میں بڑھاتا ہے۔ جتنی زیادہ کوئی تواضع اور انکساری اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اتنا ہی اسے بلند مرتبہ عطا کرتا ہے۔"

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 758 حدیث 803)

ایک روایت میں اُنْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا کے الفاظ میں ظالم بھائی کی مدد کرنے کی تشریح یہ کی گئی کہ ظالم کو ظلم کرنے سے روکیں، اُس کو ظلم سے روکنا ہی اُس کی مدد ہے۔ (حدیقۃ الصالحین صفحہ 813)

سامعین! سورۃ الفرقان میں دوسری علامت وَالَّذِیۡنَ یَبِیۡتُوۡنَ لِرَبِّہِمۡ سُجَّدًا وَّقِیَامًا (آیت:65) کے الفاظ میں بیان فرمائی ہے جس کے معنی ہیں کہ یہ لوگ اپنے ربّ کے لیے راتیں سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے گزارتے ہیں۔

پیارے انصار! اب دیکھیں یہ صفت حقوقُ اللہ کے زُمرہ میں آتی ہے جس کو دوسرے نمبر پر بیان کیا گیا ہے جبکہ سورۃ المومنون میں الَّذِیۡنَ ہُمۡ فِیۡ صَلَاتِہِمۡ خٰشِعُوۡنَ (آیت:3) کے الفاظ میں پہلے نمبر پر رکھا گیا ہے کہ وہ اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جنت میں لے جانے والا اور آگ سے دُور رہنے کا عمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر۔ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرا۔ نماز پڑھ۔ زکوۃ دے اور صلہ رحمی کر یعنی رشتہ داروں کے ساتھ پیار محبت سے رہ۔

(بخاری کتاب الادب)

سامعین! نماز کی بروقت ادائیگی کو اسلام میں بہت وقعت دی گئی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کو انسان کا سب سے پیارا فعل نماز کو اُس کے وقت کے مطابق ادا کرنا ہے۔

(بخاری کتاب الجھاد)

اِس عبادت میں نوافل اور نماز تہجد بھی آتی ہے۔ عِباد صالحین کا راتوں کا اٹھنا صرف ذاتی غرض کے لیے نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں رات کی عبادت یعنی نماز تہجد کے متعلق فرمایا کہ یہ اتنی بابرکت عبادت ہے کہ یہ ایک مومن کو مقامِ محمود پر فائز کر دیتی ہے۔

سامعین! سورۃ الفرقان میں عِبادِ صالحین کی ایک صفت جو آج مَیں اپنی تقریر کا حصہ بنانے جا رہا ہوں وہ آیت 68 میں بیان ہوئی ہے کہ وَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَ لَمْ يَقْتُرُوْا وَ كَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا یعنی یہ لوگ وہ ہیں جب خرچ کرتے ہیں تو اسراف نہیں کرتے اور نہ بخل سے کام لیتے ہیں بلکہ اعتدال کرتے ہیں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں:

”رحمٰن کے بندوں کا ایک نشان یہ بھی ہے کہ جب وہ خرچ کرتے ہیں تو دو باتیں ان کے مد نظر رہتی ہیں۔ اوّل یہ کہ وہ اسراف سے کام نہیں لیتے اور دوسرا وہ بخل نہیں کرتے۔“

(تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 568)

اِس صفت پر غور کریں تو اِس میں دونوں امور آجاتے ہیں یعنی دینی کاموں میں روپے کے استعمال میں بھی کنجوسی سے کام نہیں لیتے نہ ہی ذاتی اور گھریلو معاملات میں اسراف سے کام لیتے ہیں اور نہ ہی بخل کرتے ہیں۔ ہم نے بارہا دیکھا ہے کہ بعض لوگوں میں بخل کی عادت نمایاں طور پر ہوتی ہے جس سے گھرانوں کے گھرانے تباہ ہو جاتے ہیں اور اگر اسراف سے کام لیا جائے تو اس صورت میں بھی گھر تباہ ہوتے دیکھے گئے ہیں۔ ایک وقت گھر میں اسراف کرنے سے خوشحالی دیکھنے کو ملتی ہے اور اگر اتنا اسراف کر دیا جائے کہ سارا مال ہاتھ سے چلا جائے تو پھر کسمپرسی کی حالت دیکھنے کو ملتی ہے۔ جبکہ عِبادِ صالحین ہمیشہ اعتدال اختیار کرتے ہیں۔ لوگ شادی بیاہ کے موقع پر قرض لے کر اسراف کرتے ہیں جو بعد میں سارے خاندان کے

لیے تکلیف کا باعث بن جاتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اخراجات میں میانہ روی اور اعتدال نصف معیشت ہے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 731)

ایک اور مقام پر میانہ روی اختیار کرنے اور سہولت کے قریب رہنے کا ارشادِ نبوی بھی ملتا ہے۔

(بخاری کتاب الایمان)

سامعین! ایک علامت عِبادُ اللہ کی یہ ہے کہ وَالَّذِیۡنَ لَا یَشۡهَدُوۡنَ الزُّوۡرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوۡا بِاللَّغۡوِ مَرُّوۡا كِرَامًا (الفرقان:73) یعنی وہ لوگ جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب وہ لغویات کے پاس سے گزرتے ہیں تو وقار کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹی شہادت کو بڑے گناہوں میں شمار فرمایا ہے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 644)

آج کل عدالتوں میں لوگ جان بوجھ کر جھوٹ بولتے ہیں، جھوٹی گواہی دینے سے کتراتے بھی نہیں اور ان یورپین ممالک میں اسائلم کے کیس کرواتے وقت بھی جھوٹ کا سہارا لیتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”فرمایا کہ وَالَّذِیۡنَ لَا یَشۡهَدُوۡنَ الزُّوۡرَ وَاِذَا مَرُّوۡا بِاللَّغۡوِ مَرُّوۡا كِرَامًا (الفرقان:73) اور وہ لوگ بھی اللہ کے بندے ہیں جو جھوٹی گواہیاں نہیں دیتے اور جب لغو باتوں کے پاس سے گزرتے ہیں وہ بزرگانہ طور پر بغیر ان میں شامل ہوئے گزر جاتے ہیں۔ یہاں دو باتوں سے روکا ہے۔ ایک جھوٹ سے، ایک لغو بات سے۔ یعنی جھوٹی گواہی نہیں دینی۔ کیسا بھی موقع آئے، جھوٹی گواہی نہیں دینی۔ بلکہ دوسری جگہ فرمایا کہ تمہاری گواہی کا معیار ایسا ہو کہ خواہ اپنے خلاف یا اپنے والدین کے خلاف یا اپنے کسی پیارے اور رشتہ دار کے خلاف گواہی دینی پڑے تو دو۔ پس یہ معیار ہے سچائی کے قائم کرنے کا۔ یہ معیار قائم ہو گا تو اس احسن میں شمار ہو گا جس کو اللہ تعالیٰ نے احسن فرمایا ہے اور اس کے نتیجہ میں انسان اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والا بنتا ہے۔ نیکیوں میں مزید ترقی ہوتی ہے اور ان لوگوں میں شمار ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے حقیقی بندے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ سچائی کے بارہ میں مزید فرماتا ہے کہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوۡلُوۡا قَوۡلًا

سَدِيْدًا (الفرقان:70) کہ اے مومنو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور وہ بات کہو جو پیچ دار نہ ہو بلکہ سچی، کھری اور سیدھی ہو۔"

(خطبہ جمعہ 18 اکتوبر 2013ء)

سامعین! ایک علامت دُعا ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ الفرقان آیت 78 میں فرماتا ہے۔

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ تُو کہہ دے کہ اگر تمہاری دعا نہ ہوتی تو میرا ربّ تمہاری کوئی پرواہ نہ کرتا۔ عِبادِ صالحین کا سب سے بڑا ہتھیار دُعا ہوتی ہے۔ وہ خدا پر کامل یقین کے ساتھ دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے ہیں اور خدا تعالیٰ اُن کی دعا کو ردّ نہیں کرتا۔ وہ اپنی دعاؤں کے ذریعہ ہی خدا سے سیدھا راستہ پاتے ہیں اور اس کی رضا کے حقدار بنتے ہیں۔

سورۃ الفرقان میں عباد الرحمٰن کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ وہ ہمیشہ یہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ یعنی اور وہ لوگ جو کہتے ہیں اے ہمارے ربّ! ہم سے جہنم کا عذاب ٹال دے۔ اس سلسلہ میں ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"عِبادُ الرحمن خدا تعالیٰ سے جہنم سے دوری کی دعائیں کرتے رہتے ہیں اور جہنم سے دونوں جہنم مراد ہیں، اُخروی جہنم بھی جو گناہوں کی پاداش میں ملے گی اور اس دنیا کی جہنم بھی جو بعض بُرے کاموں کے یا غلطیوں کے بدنتائج کی صورت میں ملتی ہے۔ پس عبادُ الرحمن کا کام ہے کہ ہر وقت توبہ اور استغفار کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت کی ذلتوں سے بچائے۔ ہر قسم کی دنیاوی مشکلات کی جہنم سے بچائے۔ دنیا کی چمک اور توجہات اور ترجیحات کا غلام نہ بنائے کہ یہ اس دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ سے دُور لے جاکر پھر اخروی جہنم میں پڑنے کا باعث بناتی ہیں۔"

(خطبہ جمعہ 25 ستمبر 2009ء)

سامعین! عبادِ صالحین کی ایک نشانی سورۃ المومنون کی آیت 9 میں کچھ یوں بیان ہوئی ہے کہ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ یعنی اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی نگرانی کرنے والے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ " لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَۃَ لَہٗ وَلَا دِیْنَ لِمَنْ لَّا عَھْدَ لَہٗ "یعنی جو شخص امانت کا لحاظ نہیں رکھتا اس کا ایمان کوئی ایمان نہیں اور جو عہد کی پابندی نہیں کرتا، اس کا پاس نہیں کرتا اس کا کوئی دین نہیں۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 3 صفحہ 135 مطبوعہ بیروت)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

"مومن وہ ہیں جو اپنی امانتوں اور عہدوں کی رعایت رکھتے ہیں یعنی ادائے امانت اور ایفائے عہد کے بارہ میں کوئی دقیقہ تقویٰ اور احتیاط کا باقی نہیں چھوڑتے"

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"وعدہ خلافی۔ یہ بھی جھوٹ کی ایک قسم ہے۔ اور آج کل کے معاشرے میں حکومتوں سے لے کر نچلی سطح پر ہر جگہ اس کے نظارے دیکھنے میں نظر آتے ہیں۔ اور اکثر ایسے ہیں جن کی جب کوئی وعدہ کر رہے ہوتے ہیں تو شروع سے ہی نیت ٹھیک نہیں ہوتی۔ اور بعد کے فعل سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ واقعی ابتداء سے ہی نیت بد تھی۔ کیونکہ شروع میں انہوں نے یہی سوچا ہوتا ہے کہ ابھی وعدہ کر لو، جو فائدہ اٹھانا ہے اٹھا لو، اور جھوٹ بول لو، کوئی حرج نہیں۔ اور جب وعدہ پورا کرنے کا وقت آئے گا تو پھر دیکھا جائے گا، پھر ٹال دیں گے، پھر تھوڑا سا جھوٹ بول دیں گے۔ تو ایسے لوگوں کو بھی اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہئے کہ وعدہ خلافی جس کو یہ معمولی سمجھ رہے ہیں یہ کوئی معمولی چیز نہیں ہے بلکہ آنحضرتؐ نے ایسے شخص کو منافقین کی صف میں کھڑا کر دیا ہے اور منافق کافر سے بھی زیادہ گنہگار ہے۔"

(خطبہ جمعہ 19 دسمبر 2003ء)

سامعین! عبادِ صالحین کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ وہ بے حیائی سے بچتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے حکموں کے تحت اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ زنا کے قریب نہیں جاتے بلکہ نکاح کے مقدس بندھن کے ساتھ ایک پاکیزہ زندگی گزارتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اولاد کی خواہش کو اس طرح پر قرآن میں بیان فرمایا ہے رَبَّنَا ھَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّۃَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا (الفرقان:75) یعنی خدا تعالیٰ ہم کو ہماری بیویوں اور بچوں سے آنکھ

کی ٹھنڈک عطا فرماوے اور یہ تب ہی میسر آسکتی ہے کہ وہ فسق و فجور کی زندگی بسر نہ کرتے ہوں۔ بلکہ اللہ کے صالح بندہ کی زندگی بسر کرنے والے ہوں اور خدا کو ہر شے پر مقدم کرنے والے ہوں اور پھر فرمایا وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا لہذا اگر اولاد اگر نیک اور متقی ہو تو یہ ان کا امام ہی ہو گا۔ تو یہ بھی ایک نیک اور صالح بندے کی نشانی ہے کہ وہ اپنے لیے متقی اولاد کی خواہش رکھتا ہے۔

معزز انصار! ہمیں ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ایک سچے احمدی میں یہ خصوصیات ہونی چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم ایک سچے مخلص احمدی ہونے کے ناطے ہمارا اپنے خدا تعالیٰ کے ساتھ سچا تعلق ہو اور ہمارا اندرونہ ہمیشہ صاف رہے اور ہم اُن خصوصیات کے حامل بنیں جو عبادِ صالحین بننے کے لئے ضروری ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ اپنی دائمی جنتوں کا وارث بنائے۔ آمین

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اُسے دے چکے مال و جان بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

✡✡✡✡

﴿7﴾ ﴿مشاہدات۔302﴾

عبادِ صالحین کیسے بنا جائے

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا (الفرقان:64)

ترجمہ: رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی اور عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل اُن سے مخاطب ہوتے ہیں تو (جواباً) کہتے ہیں "سلام"

میں واحد کا ہوں دل دادہ
اور واحد میرا پیارا ہے
گر تُو بھی واحد بن جائے
تو میری آنکھ کا تارا ہے

پیارے انصار بھائیو! مجھے آج آپ کے سامنے عِباد صالحین کے متعلق کچھ بتانا ہے کہ ہم عباد صالحین کیسے بن سکتے ہیں۔

عِباد صالحین میں عِباد میں عین کی زیر کے ساتھ معانی ہیں۔ بندے، غلام، نوکر۔ یہ عَبْدٌ کی جمع ہے جبکہ صالحین صالح کی جمع ہے جس کے معانی ہیں نیک، پارسا، پرہیز گار، متقی، دیانتدار اور نیک چلن۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں ایسے لوگوں کے لیے "صالحین" کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں جن میں مرد مومن اور عورت مومن شامل ہیں جیسے فرمایا رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ (الشعرا:84) یعنی اے میرے ربّ! مجھے حکمت عطا کر اور مجھے نیک لوگوں میں شامل کر۔

اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لیے الگ سے "صالحات" کا لفظ بھی استعمال فرمایا ہے اور اعمالِ صالحہ کے لیے عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کا لفظ بارہا استعمال ہوا ہے۔

سامعین! عِباد صالحین کے مقابل پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جن متقی لوگوں کا ذکر فرمایا ہے وہ عباداللہ المخلصین، عباد الرحمٰن اور مومنوں کی صفات کا ذکر ہے جیسے عباد الرحمٰن کی صفات کا ذکر سورۃ الفرقان آیات 64 تا 78 میں جبکہ مومنوں کی صفات کا ذکر سورۃ المومنون آیات 3 تا 12 میں ہوا ہے۔

انصار بھائیو! اللہ تعالیٰ کے پیارے، نیک اور صالح لوگ بننے کے بے شمار طریق ہیں۔ ان میں سے چند ایک بیان کرنے سے قبل مَیں ایک حدیث کو اپنی تقریر کی بنیاد بنانا چاہتا ہوں۔ حضرت حذیفہ بن یمانؓ سے روایت ہے کہ آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں قرآن کی تلاوت فرماتے تو رحمت کی آیت آنے پر اللہ تعالیٰ سے اُس کی رحمت مانگتے۔ جب عذاب یا خوف کی آیت آتی تو تعوّذ یعنی اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے اور جب کوئی ایسی آیت آتی جس میں اللہ کی پاکی بیان ہوئی ہو تو تسبیح کرتے۔ حدیث کے عربی الفاظ یوں ہیں۔ كَانَ إِذَا مَرَّ بِآيَةِ خَوْفٍ تَعَوَّذَ وَإِذَا مَرَّ بِآيَةِ رَحْمَةٍ سَأَلَ وَإِذَا مَرَّ بِآيَةٍ فِيهَا تَنْزِيهٌ لِلّٰهِ سَبَّحَ

(المصدر، صحیح مسلم و سنن ابی داؤد باب الصلوۃ)

ایک روایت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو ہدایت فرمائی کہ وہ جب ذاتی طور پر قرآنِ کریم کی تلاوت کریں تو اِن امور یعنی ہدایات کو ملحوظ خاطر رکھیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اِن امور پر جب عمل پیرا ہوتے تو صحابہ رضوان اللہ علیہم بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید میں ایسا ہی کرتے اور اِن الفاظ کو دہرایا کرتے۔

سامعین! میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر ہم عِباد صالحین کے مبارک گروہ میں اپنے آپ کو شامل کرنا یا کروانا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ سے اس گروہ میں شمولیت کے لیے دُعا کرنی ہے اور دُعا میں جو سب سے پہلی بات مدِ نظر رکھنی ہے وہ اپنے ربّ پر توکّل کے ساتھ خوف و خشیت اور رجاء کا مضمون سامنے رہنا چاہیے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ بالا مبارک عمل میں انہی امور کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ جب انسان خوف اور عذاب سے نجات اور رحمت کا ذکر آنے پر رحمت، فضل اور برکت کا طلبگار ہو گا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے ذکر پر جو تنزیہی صفات ہیں اُن کو اپنے اندر اُجاگر کرنے کا متمنی ہو گا اور اُس کے لیے دُعا بھی کرے گا تو لازماً عبد صالح بنے گا اور سزا دینے والی صفات پر

استغفار پڑھے گا تو یہاں انصار بھائیوں کو یہ بتانا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ خود قرآن کریم کی تلاوت، ترجمہ و تفسیر پڑھنا بھی انسان کو عبدِ صالح بنا دیتا ہے جب وہ رحمت کی آیت آنے پر اپنے لیے رحمتِ الٰہی کا طلبگار ہو گا اور خوف کی آیت آنے پر استغفار کر کے ان سے دُور رہے گا تو لازماً یہ عمل عباد صالحین بنانے میں ممدّ ثابت ہو گا اور عباد صالحین کے دائرے میں ترقی کرتا چلا جائے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"انسان کو چاہیے کہ قرآن شریف کثرت سے پڑھے۔ جب اس میں دُعا کا مقام آوے تو دعا کرے اور خود بھی خدا سے وہی چاہے جو اس دعا میں چاہا گیا ہے اور جہاں عذاب کا مقام آوے تو اس سے پناہ مانگے اور ان بداعمالیوں سے بچے جن کے باعث وہ قوم تباہ ہوئی۔ بہتر طریق یہ ہے کہ ایسے وظائف میں جو وقت اُس نے صرف کرنا ہے وہی قرآن شریف کے تدبّر میں لاوے۔ دل کی اگر سختی ہو تو اس کے نرم کرنے کے لیے یہی طریق ہے کہ قرآنِ شریف کو ہی بار بار پڑھے۔ جہاں جہاں دعا ہوتی ہے وہاں مومن کا بھی دل چاہتا ہے کہ یہی رحمتِ الٰہی میرے شاملِ حال ہو۔ قرآنِ شریف کی مثال ایک باغ کی ہے کہ ایک مقام سے انسان کسی قسم کا پھول چنتا ہے پھر آگے چل کر اور قسم کا پھول چنتا ہے۔ پس چاہیے کہ ہر ایک مقام کے مناسب حال فائدہ اٹھاوے۔"

(الحکم 31 جنوری 1904ء از روزنامہ گلدستہ علم و ادب لندن 21 فروری 2020ء)

سامعین! دُعا کی بات چلی ہے تو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو صالحین کے گروہ میں شامل ہونے اور رہنے کے لیے رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ (الشعراء:84) کی دُعا سکھلائی ہے اور خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک ایسی دُعا سکھلائی ہے جس پر دُعائیں جمع کرنے والوں نے "حصول صالحیت کی دُعا" کا عنوان باندھا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ، وَ تَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ، وَحُبَّ الْمَسَاكِيْنِ، وَاِذَا اَرَدْتَّ بِعِبَادِكَ فِتْنَةً فَاقْبِضْنِيْ اِلَيْكَ غَيْرَ مَفْتُوْن (ترمذی کتاب الدعوات)

ترجمہ: اے اللہ! مَیں تجھ سے نیک کاموں کے کرنے اور بُرے کاموں کے چھوڑنے کی توفیق چاہتا ہوں اور مساکین کی محبت مجھے عطا کر اور جب تو بعض لوگوں کو فتنہ پہنچانا چاہے تو بغیر فتنہ میں ڈالے میری روح قبض کر لے۔ (مناجات رسولؐ از خزینۃ الدعا مرتبہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 133)

سامعین ! اللہ تعالیٰ سے خشیت و خوف کے زُمرہ میں اُس کی عبادات آتی ہیں۔ بروقت نمازوں کی ادائیگی، نوافل کے ذریعہ اپنی عبادات پر حفاظت کی باڑ لگانا بھی ضروری ہے جو عباد صالحین بننے کا ایک ذریعہ ہے یا یوں کہہ لیں کہ نمازوں کی بروقت ادائیگی اور نوافل یعنی تہجد کے ذریعہ عباد صالحین بنا جا سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡہٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡکَرِ (العنکبوت:46) کہ نماز فحشاء اور بُری باتوں سے روکتی ہے۔ ان باتوں سے رکنا اور دُور رہنا ہی عِباد صالحین بننے کی طرف دعوت دیتی ہے۔ جہاں تک نوافل کا تعلق ہے تو یہ ہر نیکی میں اضافہ کا نام ہے اور نوافل ان نیکیوں کی حفاظت کے لیے باڑ کا کام کرتے ہیں تو یوں یہ ہر انسان کو عباد صالحون بننے کی دعوت دیتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انسان نوافل کے ذریعہ مجھ سے اتنا قریب ہو جاتا ہے کہ مَیں اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کے پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب الرقاق باب التواضع حدیث 6502)

سامعین ! عباد صالحین کیسے بنا جا سکتا ہے میں ایک فیکٹ قرآن و احادیث میں بیان شدہ نیکیاں اپنانے کا عزم اور ارادہ کے ساتھ ساتھ اِن نیکیوں کو اپنے اندر اُتارنا ہے اور بُرائیوں سے پورے عزم کے ساتھ دُور رہنا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے پوچھنے پر کہ جنت میں کون سی چیز لے جائے گی؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، نماز باجماعت پڑھو، زکوٰۃ دو اور رشتہ داروں سے صلہ رحمی اور حُسنِ سلوک کرو۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 650)

انصار بھائیو ! اوپر بیان ہونے والے گُر میں رشتہ داروں سے صلہ رحمی اور حسن سلوک بھی ہے جو انسان کو عبد صالح بناتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ انسان کی بہترین نیکی یہ ہے کہ اپنے والد کے دوستوں کے ساتھ حُسن سلوک کرے جبکہ اس کا والد فوت ہو چکا ہو یا کسی اور جگہ چلا گیا ہو۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 421 حدیث 397)

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ ایک شخص آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھنے لگا کہ یارسول اللہ! والدین کی وفات کے بعد کوئی ایسی نیکی ہے جو مَیں ان کے لیے کرسکوں؟ آپؐ نے فرمایاہاں! کیوں نہیں تم اُن کے لیے دعائیں کرو، ان کے لیے بخشش طلب کرو۔ ان کے عزیز و اقارب سے اسی طرح صلہ رحمی اور حسن سلوک کرو جس طرح وہ اپنی زندگی میں ان کے ساتھ کیا کرتے تھے اور ان کے دوستوں کے ساتھ عزت و تکریم سے پیش آؤ۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 422 حدیث 399)

انصار بھائیو! مَیں عبد صالح بننے کا آخری گُر بیان کرکے اپنی تقریر ختم کرتا ہوں اور وہ ہے صحبتِ صالحین یعنی نیک صالح لوگوں کی قربت اختیار کرنا۔ صحبتِ صالحین اختیار کرنے کا ذکر ہمیں قرآن و احادیث اور بزرگوں کے قول و اطوار سے ملتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ سے کسی دوست نے دُعا کی درخواست کرتے ہوئے کہا کہ میرے بیٹے میں دہریت کے آثار پیدا ہو رہے ہیں تو آپؓ نے فرمایا کہ اس کی کلاس میں اس کا سیٹ فیلو بدل دو۔ بعد میں یہ معلوم کرکے حیرانگی ہوئی کہ واقعتاً اُس کا سیٹ فیلو دہریہ تھا۔ اِس لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے (یعنی دوست کے اخلاق کا اثر انسان پر ہوتا ہے) اس لیے اسے غور کرنا چاہیے کہ وہ کسے دوست بنا رہا ہے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 492 حدیث 511)

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا کہ نیک ساتھی اور بُرے ساتھی کی مثال ان دو شخصوں کی سی ہے جن میں سے ایک کستوری اٹھائے ہوئے ہو اور دوسرا بھٹی جھونکنے والا ہو۔ کستوری اٹھانے والا تجھے مفت خوشبو دے گا یا تُو اس سے خریدے گا ورنہ کم از کم تُو اُس کی خوشبو اور مہک تو سونگھ ہی لے گا اور بھٹی جھونکنے والا یا تیرے کپڑے جلا دے گا یا اس کا بدبودار دھوآں تجھے تنگ کرے گا۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 492 حدیث 510)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ متّقی کے راستہ کی تمام دُنیوی روکیں دُور فرما دیتا ہے جو اُس کے دین کے کام میں حارج ہوں، پس اگر دنیاوی کاموں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے نمازوں کی وقت پر ادائیگی ہم کر رہے ہیں اور اِسی طرح

دوسرے دنیاوی کاموں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے جماعتی اور دینی کاموں کو ترجیح دے رہے ہوں تو وہ سب طاقتوں کا مالک خدا فرماتا ہے کہ مَیں تمہارے ساتھ ہوں، تمہاری فکروں کو دُور کروں گا۔ پس انسان نے خدا تعالیٰ کی کیا مدد کرنی ہے، اللہ تعالیٰ ہے جو ہمیں دینی خدمت کا موقع دیتا ہے، ہماری نیکیوں کے ہمیں اجر دیتا ہے، ہماری ضروریات پوری فرماتا ہے اور پھر اِن تمام نوازشوں کے بعد ہمیں اپنے دین کے مددگاروں میں شامل کرنے کا اعلان فرما دیتا ہے۔ کتنا مہربان ہے ہمارا خدا، کس قدر دیالو ہے ہمارا خدا، اِس کا کبھی ہم احاطہ ہی نہیں کر سکتے۔ پس ہمیں چاہیئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حقیقی شکر گزار بندے بنتے ہوئے، اُس کے حکموں پر چلتے ہوئے، تقویٰ کی راہوں پر قدم مارتے ہوئے اپنی زندگیاں گزارنے والے بنیں اور یہی ہمارے حقیقی انصار ہونے کی روح ہے۔"

(اختتامی خطاب مجلس انصار اللہ یو کے 2022ء)

اللہ تعالیٰ اِس کی ہم سب کو توفیق عطاء فرمائے کہ ہم ان تمام باتوں پر عمل کر کے نیک اور اللہ کے صالح بندوں میں شامل ہو سکیں۔ آمین

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اُسے دے چکے مال و جان بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿8﴾ ﴿مشاہدات۔851﴾

صحبتِ صالحین کے ذرائع

اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں فرماتا ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (التوبہ:119)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

رہیں ہم دُور ہر بدکیش و بد سے
رہے صحبت ہمیں اہلِ وفا کی
بنائیں دل کو گلزارِ حقیقت
لگائیں شاخ زہد و اتّقا کی
رسول اللہ ہمارے پیشوا ہوں
ملے توفیق اُن کی اقتدا کی

سامعین! آج مجھے صحبتِ صالحین کے لئے وہ ذرائع بتانے ہیں جن کو ہم اپنا کر نیک اور پارسا لوگوں کی صحبت سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اِس میں سب سے اول مساجد میں باجماعت نمازوں میں شمولیت ہے جہاں مومن محض اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے تشریف لاتے ہیں۔ مساجد کے تسلسل میں درس القرآن، درس الحدیث اور درس ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں۔ جب یہ درس ہو رہا ہو تو وہ محافل صحبتِ صالحین کی ہیں۔

ہفتہ میں جمعہ کے روز نہا دھو کر حسب توفیق خوشبو لگا کر مساجد میں جا کر خطبہ جمعہ سننا بھی ایک اعلیٰ درجہ کی صادقین کی مجلس ہے۔ اِس دور میں اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ پر یہ احسان عظیم کر رکھا ہے کہ ہم MTA کے توسط سے اپنے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ کے بیان فرمودہ خطبات جمعہ سے براہ راست مستفیض ہوتے ہیں۔ صحبتِ صالحین کی یہ محافل 200 سے زائد ممالک میں بیک وقت جاری ہوتی ہیں۔

فرشتوں کا نزول ہو رہا ہوتا ہے۔ اذان بیک وقت نشر ہو رہی ہوتی ہے۔ صادقین کی اس محفل سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہیے۔ حضور براہِ راست السلام علیکم ورحمۃ اللہ کا تحفہ احبابِ جماعت کو پیش کر رہے ہوتے ہیں اور ساری دنیا میں پھیلے کروڑہا احمدی اِس لائیو سلام کا جواب وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کی صورت میں دیتے ہیں۔ یہ کیا ہی پیارا اور خوبصورت نظارہ ہے جو اکنافِ عالَم میں ایک ہی جگہ دیکھا جاسکتا ہے۔ اِس وقت جبکہ ساری دنیا میں ایک دوسرے پر سلامتی کی دعائیں ہو رہی ہوں یہ صحبتِ صالحین کا ایک نادر موقع ہوتا ہے۔ بعض مخلصین اور خلیفۂ وقت کے محبّین تو خطبہ کے آغاز سے پہلے ہی ٹی وی کے سامنے بڑے تردّد کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں تا پیارے خلیفہ کا لائیو سلام قبول کریں۔

سامعین! ایم ٹی اے کی بات چلی ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ عظیم نعمت ہمیں عطا فرمائی ہے جہاں سے 24 گھنٹے روحانیت کے شگوفے پھوٹتے ہیں۔ اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔ نیکی کی باتیں ہوتی ہیں۔ اس سے بڑھ کر صحبتِ صالحین کی محافل نہیں ہو سکتیں۔ جماعتوں اور ذیلی تنظیموں کے ماہانہ اجلاسات ہیں۔ جو صادقین کی صحبت کا ذریعہ ہیں۔ اس کے علاوہ وہ جلسے ہیں جن کی ابتداء یا بنیادی اینٹ آج سے **134** سال قبل الٰہی اذن سے قادیان میں رکھی گئی اور آج **100** کے قریب ممالک میں یہ جلسے بڑی شان کے ساتھ منعقد ہوتے ہیں۔ یہ صادقین کی محافل ہیں۔ ہمارے پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے 2 دسمبر 2005ء کو ماریشس کے جلسہ سالانہ پر خطبہ جمعہ ارشاد فرمانے سے قبل سورۃ التوبہ کی آیت 119 كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ کی تلاوت فرمائی اور ان جلسوں کو صحبتِ صالحین کا ذریعہ قرار دیا۔

آپ نے فرمایا:

”یہ آیت جو مَیں نے تلاوت کی ہے اس میں اللہ ہمیں نصیحت فرما رہا ہے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپؐ کا غلامِ صادق ہی سب سے بڑا صادق ہے۔ پس اب جب آپ نے اس صادق کے ساتھ تعلق جوڑا ہے تو اس تعلق کو مضبوط سے مضبوط تر کریں اور آپؐ اپنی جماعت جیسی بنانا چاہتے تھے ویسی جماعت بننے کی کوشش کریں۔ دنیا کو بتادیں کہ تم ہمیں مسلمان سمجھو یا غیر مسلم اس سے ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہم نے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کرتے ہوئے اس صادق کو پالیا ہے اور اب اس کی جماعت میں شامل ہو گئے ہیں اور اب ہم

ہی ہیں جن سے اسلام کی آئندہ تاریخ بنی ہے (ان شاءاللہ) اس لئے ہم اب تمہیں بھی کہتے ہیں کہ آؤ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے عاشقِ صادق کی جماعت میں داخل ہو کر اپنی دنیا و آخرت سنوار لو۔ لیکن جب یہ دعویٰ کر کے آپ دنیا کو اپنی طرف بلائیں گے تو اپنے آپ پر بھی نظر ڈالنی ہو گی کہ ہم نے اپنے اندر کیا انقلاب پیدا کیا ہے۔ اِس زمانے کے مسیح ومہدی اور سب سے بڑے صادق کو مان کر ہمارے اپنے نمونے کیا ہیں۔ ہمارے اپنے تقویٰ کے معیار کیا ہیں۔"

(خطبات مسرور جلد سوم صفحہ 704)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"عجیب موثر نظارہ ہو گا جو زندگی میں ایک جماعت کے مرنے کے بعد بھی ایک جماعت ہی نظر آئے گی۔ یہ بہت ہی خوب ہے جو پسند کریں وہ پہلے سے بندوبست کر سکتے ہیں کہ یہاں دفن ہوں جو لوگ صالح معلوم ہوں ان کی قبریں دُور نہ ہوں۔ ریل نے آسانی کا سامان کر دیا ہے اور اصل تو یہ ہے وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۔ مگر اس میں یہ کیا لطیف نکتہ ہے کہ بِاَیِّ اَرْضٍ تُدْفَنُ نہیں لکھا۔ صلحاء کے پہلو میں دفن بھی ایک نعمت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے کہ مرض الموت میں انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہلا بھیجا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں جو جگہ ہے انہیں دی جاوے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایثار سے کام لے کر وہ جگہ ان کو دے دی تو فرمایا مَا بَقِیَ ھَمٌّ بَعْدَ ذَالِکَ یعنی اس کے بعد اب مجھے کوئی غم نہیں جبکہ مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ میں مدفون ہوں۔"

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 286 ایڈیشن 1984ء)

سامعین! اس ارشاد سے ثابت ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد بھی کسی نیک بندے کی صحبت اختیار کرنا صحبتِ صالحین کی طرح ہے۔ تو رواں زندگی میں نیک بزرگوں اور صلحاء کے پاس بیٹھ کر فیض حاصل کرنا کتنا ضروری اور سودمند ہے۔ اب جبکہ دنیا **Global Village** بلکہ گلوبل ڈرائنگ روم کی صورت اختیار کر چکی ہے اور نیک، پرہیزگار، متقی اور صلحاء کی باتیں آڈیو، وڈیو اور تصاویر کی شکل میں موبائل فونز کے ذریعہ ہمارے پاس آموجود ہوتی ہیں تو انٹرنیٹ اور مواصلاتی سیاروں کے یہ ذرائع بھی صحبت صالحین کے

زمرے میں آتے ہیں، یہ کہنا بھی عین حقیقت ہے کہ آج کے جدید ترین دور میں صحبت صالحین حاصل کرنے کے جو ذرائع ہمیں اللہ تعالیٰ نے مہیا فرمائے ہیں وہ اس سے پہلے اتنے سہل اور آسان نہ تھے۔ جیسے قرآن کریم، اُس کے تراجم و تفاسیر، حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال یعنی احادیث اور اعمال یعنی سنتِ رسول اور بزرگانِ سلف کی سیرت و سوانح کے علاوہ آج کے دور کے حکم و عدل حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کی مختلف تقریبات، مجالس اور قادیان کی خوش قسمت گلیوں اور محلوں میں چہل قدمی کے دوران کلمات طیبات، ملفوظات اور پُر معارف نکات اور دقیق علوم پر مبنی کتب کا سیٹ روحانی خزائن، عزیزوں اور قریبی احباب کو رقم کئے ہوئے مکتوبات اور خطوط نیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہونے والی وحی والہام، رؤیا و کشوف اور سچی پیش خبریوں پر مشتمل اشتہارات کی صورت میں علموں بھرا خزانہ ہماری تعلیم و تربیت کرنے کے لئے نیک صحبت کے طور پر چھوڑا۔ اِن کو اپنے زیرِ مطالعہ رکھنا صحبتِ صالحین ہی تو ہے۔

حضور ایدہ اللہ اِس حوالے سے فرماتے ہیں:

”آپؑ کی کتب پڑھنے کی طرف بھی بہت توجہ دینی چاہئے یہ بات بھی صحبتِ صادقین کے زمرے میں آتی ہے کہ آپؑ کے علم کلام سے فائدہ اٹھایا جائے۔“

(خطبات مسرور جلد سوم صفحہ 394)

آپؑ کی وفات کے بعد آپؑ کے پانچوں خلفاء کے خطبات، خطابات اور کتب اپنے ورثہ میں ہماری روحانی حیات کو سنوارنے کے لئے چھوڑی ہیں۔ بالخصوص ہمارے موجودہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے دور میں لائیو خطابات و خطبات، ورچوئل ملاقاتیں اور This week with Huzoor ایم ٹی اے کے ذریعہ ہم سنتے، دیکھتے، محظوظ ہوتے ہیں اور روحانی غذا کے طور پر ہم اسے اپنے دل و دماغ کا حصہ بناتے ہیں تو یہ بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ خداوند کریم کا احسانِ عظیم اس صدی کا انقلابی جماعتی میڈیئم یعنی ایم ٹی اے صحبت صالحین کا ایک اہم ذریعہ آج کے دور میں بن کر سامنے آیا ہے۔ اس کے علاوہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کی رہنمائی میں دنیا کے مختلف کونوں سے شائع ہونے والے جماعتی اور ذیلی تنظیموں کے رسائل، میگزینز، ہینڈ بلز اور اخبارات کے ذریعہ جو انتشارِ روحانی ہو رہا ہے یعنی علمی، اخلاقی، دینی، تربیتی اور معلوماتی فیض بانٹا

جارہاہے اور لاکھوں احباب و خواتین اس سے روزانہ فیضیاب ہو رہے ہیں وہ ایک قسم کے ذرائع ہی ہیں جو آج کے دور میں صحبت صالحین حاصل کرنے کے ہیں۔ جسے احباب جماعت اور قارئین آج کی جدید اور انوکھی ”تربیت گاہ“ کا نام دے رہے ہیں۔ صالحین کی صحبت کا فیض بانٹنے والی ایسی بیٹھک سے موسوم کررہے ہیں جہاں سے اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سن کر ہر کس و ناکس اپنی جھولیاں بھر کر گھر کو لوٹ رہاہے پھر اپنے امام سے خطوط کے ذریعہ رابطہ رکھنا بھی صحبت صالحین کا اہم ذریعہ ہے۔ اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ خط لکھنا نصف ملاقات کے برابر ہوتا ہے۔

پیارے حضور کا 22 اکتوبر 2021ء کا ایم ٹی اے کے معروف اور ہر دلعزیز پروگرام **This week with Huzoor** میں کینیڈا سے ایک نوجوان واقفِ نو نے جب حضور سے کوئی سوال عرض کیا تو حضور نے استفسار فرمایا کہ

”آپ ہی ہیں جو کچھ عرصے سے مجھے خط لکھ رہے ہیں جس میں بعض سوالات ہوتے ہیں۔“۔ اِسی طرح مؤرخہ **4 مئی 2025ء** کو جامعہ احمدیہ برطانیہ کی سالانہ تقسیم اسناد کے موقع پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک فارغ التحصیل ہونے والے مربّی صاحب سے استفسار فرمایا کہ ”آپ بیمار تھے؟“۔ گویا یہ خوش قسمت نوجوان اپنے محترم آقا سے خطوط کے ذریعہ رابطے میں ہو گا۔ اِسے صحبتِ صالحین نہ کہیں تو کس نام سے یاد کریں؟ اس طرح کے سینکڑوں واقعات ہماری تابناک تاریخ میں موجود ہیں کہ ہمارے خلفاء نے خطوط کے ذریعہ احباب کو پہچانا اور ہزاروں لاکھوں میں یاد رکھا۔ ہمیں بھی صحبت صالحین کے اس بہت فائدہ مند ذریعہ کو اپنانے اور اپنے پیارے آقا کی خدمت اقدس میں دعا کے لئے خطوط تحریر کرتے رہنا چاہیے۔

سامعین! گھروں میں نوافل ادا کرنا، قرآن کریم کی تلاوت کرنا۔ احادیث اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کے ارشادات پڑھنا اور دوسروں کو سنانا بھی صحبتِ صالحین کی محافل ہیں۔ ان تمام محافل صحبت صالحین کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

”اس زمانے میں جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی کہا کہ دعاؤں کے ساتھ ساتھ حضرت اقدس مسیح موعود کی تفاسیر اور علم کلام سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ اگر قرآن کو سمجھنا ہے یا احادیث کو سمجھنا ہے تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔ یہ تو بڑی نعمت ہے ان لوگوں کیلئے جن کو

اردو پڑھنی آتی ہے کہ تمام کتابیں اردو میں ہیں۔ اکثریت اردو میں ہیں، چند ایک عربی میں بھی ہیں۔ پھر جو پڑھے لکھے نہیں ان کیلئے مسجدوں میں درسوں کا انتظام موجود ہے ان میں بیٹھنا چاہئے اور درس سننا چاہئے۔ پھر ایم ٹی اے کے ذریعہ سے اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے اور ایم ٹی اے والوں کو بھی مختلف ملکوں میں زیادہ سے زیادہ اپنے پروگراموں میں یہ پروگرام بھی شامل کرنے چاہئیں جن میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے اقتباسات کے تراجم بھی ان کی زبانوں میں پیش ہوں۔ جہاں جہاں تو ہو چکے ہیں اور تسلی بخش تراجم ہیں وہ تو بہرحال پیش ہو سکتے ہیں اور اسی طرح اردو دان طبقہ جو ہے، ملک جو ہیں، وہاں سے اردو کے پروگرام بن کے آنے چاہئیں۔ جس میں زیادہ سے زیادہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس کلام کے معرفت کے نکات دنیا کو نظر آئیں اور ہماری بھی اور دوسروں کی بھی ہدایت کا موجب بنیں۔"

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 401-402)

پھر فرمایا:

"ایسی نیک مجالس ہیں جو سلامتی کی مجلسیں ہیں۔ ان میں عام گھریلو مجالس، اجتماعات اور جلسے بھی ہو سکتے ہیں۔ جماعت احمدیہ خوش قسمت ہے کہ اس میں ایک ہاتھ پر اکٹھا ہونے کی وجہ سے اس قسم کے مواقع میسر آتے رہتے ہیں۔ اب ان شاء اللہ تعالیٰ یہاں کا جلسہ بھی آنے والا ہے اس سے بھی بھرپور فائدہ اٹھانا چاہئے تا کہ ہر طرف سے اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کی بارش ہم پر پڑتی رہے۔"

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 490)

پھر فرمایا:

"یہ بھی ان مجالس کے ضمن میں ہے کہ ہمیشہ ایسی مجالس میں بیٹھنا اور اٹھنا چاہئے جہاں سے نیکی کی باتیں پتہ لگیں۔ تقویٰ کی باتیں پتہ لگیں، اللہ اور رسولؐ کے احکامات کا علم ہو۔ اگر اپنی اصلاح کرنی ہے اور اپنی زندگی سنوارنا چاہتے ہیں اور دینی علم حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیشہ جیسا کہ حدیث میں آیا اپنی صحبت نیک لوگوں میں رکھنی چاہئے اور ایسی مجالس کی تلاش میں رہنا چاہئے۔ اس بات کو ایک حدیث میں یوں بھی بیان

فرمایا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تم مومن کے سوا کسی اور کے ساتھ نہ بیٹھو اور متقی آدمی کے سوا اور کوئی تمہارا کھانا نہ کھائے۔"(ترغیب والترھیب بحوالہ صحیح ابن حبان)

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 491)

پھر ہمارے پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ احبابِ جماعت کو صحبتِ صالحین کی تلقین ونصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"پھر یہ بھی نظر رکھنی چاہئے کہ بچوں کے دوست کون ہیں بچوں کے دوستوں کا بھی پتہ ہونا چاہئے۔ یہ مثال تو ابھی آپ نے سن ہی لی۔ اس سیٹ پر بیٹھنے کی وجہ سے ہی صرف اس طالبعلم پر دہریت کا اثر ہو رہا تھا۔ لیکن یہ مثالیں کئی دفعہ پیش کرنے کے باوجود، کئی دفعہ سمجھانے کے باوجود، ابھی بھی والدین کی یہ شکایات ملتی رہتی ہیں کہ انہوں نے سختی کرکے یا پھر بالکل دوسری طرف جاکر غلط حمایت کرکے بچوں کو بگاڑ دیا۔ ایک بچہ جو پندرہ سولہ سال کی عمر تک بڑا اچھا ہوتا ہے جماعت سے بھی تعلق ہوتا ہے، نظام سے بھی تعلق ہوتا ہے، اطفال الاحمدیہ کی تنظیم میں بھی حصہ لے رہا ہوتا ہے۔ جب وہ پندرہ سولہ سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو پھر ایک دم پیچھے ہٹنا شروع ہو جاتا ہے اور پھر ہٹتا چلا جاتا ہے، یہاں تک کہ ایسی بھی شکایات آئیں کہ ایسے بچے ماں باپ سے بھی علیحدہ ہو گئے۔ اور پھر بعض بچیاں بھی اس طرح ضائع ہو جاتی ہیں۔ جن کا بہرحال افسوس ہوتا ہے۔ تو اگر والدین شروع سے ہی اس بات کا خیال رکھیں تو یہ مسائل پیدا نہ ہوں۔

پھر بچوں کو بھی مَیں کہتا ہوں کہ اپنے دوست سوچ سمجھ کر بناؤ۔ یہ نہ سمجھو کہ والدین تمہارے دشمن ہیں یا کسی سے روک رہے ہیں بلکہ سولہ سترہ سال کی عمر ایسی ہوتی ہے کہ خود ہوش کرنی چاہئے، دیکھنا چاہئے کہ ہمارے جو دوست ہیں بگاڑنے والے تو نہیں، اللہ تعالیٰ سے دور لے جانے والے تو نہیں۔ کیونکہ جو اللہ تعالیٰ سے دور لے جانے والے ہیں وہ تمہارے خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔ تمہارے ہمدرد نہیں ہو سکتے، تمہارے سچے دوست نہیں ہو سکتے اور ایک احمدی بچے کو تو کیونکہ صادقوں کی صحبت سے فائدہ اٹھانا ہے اس لئے یاد رکھیں کہ یہ گروہ شیطان کا گروہ ہے صادقوں کا گروہ نہیں اس لئے ایسے لوگوں میں بیٹھ کے اپنی بدنامی کا باعث نہ بنیں، ایسے بچوں یا نوجوانوں سے دوستی لگا کے اپنے خاندان کی بدنامی کا باعث نہ بنیں اور ہمیشہ نظام سے

تعلق رکھیں۔ نظام جو بھی آپ کو سمجھاتا ہے آپ کی بہتری اور بھلائی کیلئے سمجھاتا ہے۔ نمازوں کی طرف توجہ دیں۔ قرآن پڑھنے کی طرف توجہ دیں اللہ تعالیٰ ہمارے ہر بچے کو ہر شیطانی حملے سے بچائے۔"

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 396-397)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"قرآن اور حدیث سے ثابت ہے کہ مومن کی ہر ایک چیز بابرکت ہو جاتی ہے جہاں وہ بیٹھتا ہے وہ جگہ دوسروں کے لئے موجب برکت ہوتی ہے۔ اس کا پس خوردہ اوروں کیلئے شفا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ ایک گنہگار خدا تعالیٰ کے سامنے لایا جاوے گا۔ خدا تعالیٰ اس سے پوچھے گا کہ تو نے کوئی نیک کام کیا؟ وہ کہے گا کہ نہیں۔ پھر خدا تعالیٰ اس کو کہے گا کہ فلاں مومن تو ملا تھا وہ کہے گا خداوند مَیں ارادتاً تو کبھی نہیں ملا وہ خود ہی ایک دن مجھے راستہ میں مل گیا۔ خدا تعالیٰ اسے بخش دے گا۔ پھر ایک اور موقعہ پر حدیث میں آیا ہے کہ خدا تعالیٰ فرشتوں سے دریافت کرے گا کہ میرا ذکر کہاں پر ہو رہا ہے؟ وہ کہیں گے کہ ایک حلقہ مومنین کا تھا جہاں دنیا کے ذکر کا نام ونشان بھی نہ تھا؛ البتہ ذکر الٰہی آٹھوں پہر ہو رہا ہے۔ اُن میں ایک دنیا پرست شخص تھا۔ للہ تعالیٰ فرمائے گا کہ مَیں نے اس دنیادار کو اس ہم نشینی کے باعث بخش دیا۔ اِنَّھُمْ قَوْمٌ لَا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ۔

بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ جہاں ایک مومن امام ہو اس کے مقتدی پیش ازیں کہ وہ سجدہ سے سر اُٹھاوے بخش دیئے جاتے ہیں۔

مومن وہ ہے کہ جس کے دل میں محبتِ الٰہی نے عشق کے رنگ میں جڑ پکڑ لی ہو۔ اس نے فیصلہ کر لیا ہو کہ وہ ہر ایک تکلیف اور ذلت میں بھی خدا تعالیٰ کا ساتھ نہ چھوڑے گا۔ اب جس نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کب کسی کا کانشنس کہتا ہے کہ وہ ضائع ہو گا کیا کوئی رسول ضائع ہوا؟ دنیا ناخنوں تک اُن کو ضائع کرنے کی کوشش کرتی ہے، لیکن وہ ضائع نہیں ہوتے جو خدا تعالیٰ کے لیے ذلیل ہو وہی انجام کار عزت و جلال کا تخت نشیں ہو گا۔ ایک ابو بکرؓ ہی کو دیکھو! جس نے سب سے پہلے ذلت قبول کی اور سب سے پہلے تخت نشین ہوا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ پہلے کچھ نہ کچھ دکھ اٹھانا پڑتا ہے کسی نے سچ کہا ہے:

عشق اول سرکش و خونی بود

تا گریزد ہر کہ بیرونی بود

عشق الٰہی بے شک اول سرکش و خونی ہوتا ہے تا کہ نا اہل دور ہو جاوے۔ عاشقانِ خدا تکالیف میں ڈالے جاتے ہیں۔ قسم قسم کے مالی اور جسمانی مصائب اُٹھاتے ہیں اور اس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ ان کے دل پہچانے جاویں۔"

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 31)

حضرت مسیح موعودؑ صحابۂ رسولؐ کی صحبتِ رسول کا نتیجہ

یوں بیان کرتے ہیں۔

اِنَّ	الصَّحَابَةَ	كُلَّهُمْ	كَذُكَاءِ

قَدْ	نَوَّرُوْا	وَجْهَ	الْوَرٰى	بِضِيَاءِ
يَا	رَبِّ	فَارْحَمْنَا	بِصَحْبِ	نَبِيِّنَا
وَاغْفِرْ	وَ	اَنْتَ	اللّٰهُ	ذُوْالَاءِ

یقیناً صحابہ سب کے سب سورج کی مانند ہیں۔ انہوں نے مخلوقات کا چہرہ اپنی روشنی سے منور کر دیا۔ اے میرے رب! ہم پر بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے طفیل رحم کر اور ہماری مغفرت فرما اور تو ہی نعمتوں والا اللہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صلحاء اور نیک بزرگوں کی صحبت بالخصوص حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کی پاکیزہ صحبت یعنی ارشادات و نصائح کو سننے اور ان پر بھرپور عمل کرنے کی توفیق سے نوازتا رہے۔ آمین

۞۞۞۞

﴾9﴿ ﴾مشاہدات۔792﴿

پیوستہ رہ شجر سے اُمیدِ بہار رکھ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؗ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ ۛۖۚ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ۛ۫ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا (الفتح:30)

محمد رسول اللہ اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں کفار کے مقابل پر بہت سخت ہیں (اور) آپس میں بے انتہا رحم کرنے والے۔ تُو انہیں رکوع کرتے ہوئے اور سجدہ کرتے ہوئے دیکھے گا۔ وہ اللہ ہی سے فضل اور رضا چاہتے ہیں۔ سجدوں کے اثر سے اُن کے چہروں پر اُن کی نشانی ہے۔ یہ اُن کی مثال ہے جو تورات میں ہے اور انجیل میں اُن کی مثال ایک کھیتی کی طرح ہے جو اپنی کونپل نکالے پھر اُسے مضبوط کرے پھر وہ موٹی ہو جائے اور اپنے ڈنٹھل پر کھڑی ہو جائے، کاشتکاروں کو خوش کر دے تا کہ اِن کی وجہ سے کفار کو غیظ دلائے۔ اللہ نے اُن میں سے اُن سے، جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے، مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ کیا ہوا ہے۔

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے **"پیوستہ رہ شجر سے اُمیدِ بہار رکھ"**

شاعرِ مشرق علامہ اقبال کا یہ مکمل شعر کچھ یوں ہے۔

ملّت کے ساتھ رابطہ اُستوار رکھ
پیوستہ رہ شجر سے اُمیدِ بہار رکھ

اس میں شاعر یہ مضمون بیان کرتا ہے کہ ملّت، قوم، اُمّت اور جماعت کے ساتھ رہ کر ہی زندگی اور بقا ہے۔ جو شاخیں یا ڈالیاں درخت کے ساتھ جُڑی رہتی ہیں وُہی باثمر رہتی ہیں۔ خوبصورت بھی وُہی لگتی ہیں اور اپنے پھل اور ثمر سے دوسروں کو فائدہ بھی دیتی ہیں۔ اس لئے (ہرے بھرے) شجر سے اپنے آپ کو پیوستہ رکھ کر بہار کی امید رکھنی چاہئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

”وہ شاخ جو اپنے تنے اور درخت سے سچا تعلق نہیں رکھتی وہ بے پھل رہ جاتی ہے۔“

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 233)

اس مضمون پر سوچتے ہی باغ اور باغیچہ کے نام ذہن میں آتے ہیں، سرسبزی اور ہریالی ذہن میں آتی ہے جہاں پیڑ، درخت اور شجر ہوتے ہیں۔ جن کے گھنے سائے اور پھلوں سے طبیعتیں خوشگوار ہوتی ہیں۔ شجر، درخت اور پیڑ بھی صرف ان رُکھوں کے لئے بولا جاتا ہے جو سرسبز ہوتے ہیں۔ ورنہ خشک اور سڑے ہوئے درخت نما کو درخت نہیں کہہ سکتے۔ شجر کے معنوں میں بھی ہریالی دلالت کرتی ہے۔ یہی کیفیت شاخ اور ڈالی کے الفاظ میں ہے۔ جو شاخ کہلائے گی وہی درخت سے جُڑی اس سے غذا حاصل کرے گی اور خوبصورت نظر آئے گی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جابجا اس سے تعلق رکھنے والے موضوع میں شاخ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ ٹہنی کے الفاظ استعمال نہیں فرمائے۔ جو محض سوکھی ہونے کی وجہ سے نہ خود سبز ہوتی ہے اور نہ دوسروں کو فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ اس لئے حضور علیہ السلام نے ”میرے درخت وجود کی سرسبز شاخو!“ کہہ کر اپنے حواریوں اور ماننے والوں کو پکارا ہے۔ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کے لیے یہ بات یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ اللہ کے امام کا لگایا ہوا پودا ہے، اِس نے بڑھنا ہے اور اس کی مثال ہم بانس کے اُس درخت سے بھی دے سکتے ہیں جس کو Chinese Bamboo Tree کہتے ہیں اور چائینیز اِس کو ایک معجزہ سمجھتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس درخت کی خاصیت یہ ہے کہ جب اس کو لگایا جاتا ہے تو پہلے سال اس کا تنا جتنا زمین سے باہر نکلا ہوا ہوتا ہے، اتنا ہی جڑوں کی شکل میں زمین کے اندر ہوتا ہے۔ پھر دو تین سال یہ باہر نسبتاً کم بڑھنے کی بجائے زمین کے اندر جڑیں بناتا چلا جاتا ہے اور اِس کی جڑیں گہری ہوتی چلی جاتی ہیں اِسی لئے کہتے ہیں کہ ایک جگہ جب یہ لگا

دیا جائے تو وہاں سے اِسے ختم کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ پھر یہ بڑی تیزی سے پھیلتا اور گھنے دار ہو جاتا ہے اور پھل دینے لگتا ہے۔ قرآن کریم بھی شجرِ طیبہ کی مثال دے کر یہ اعلان کرتا ہے کہ اس کی جڑیں زمین میں گہری پیوست ہوتی ہیں اور اس کی شاخیں آسمان کی رفعتوں کو چھوتی ہیں اور وہ اپنے رب کے حکم سے ہمیشہ تازہ بتازہ پھل دیتا ہے۔

سامعین! الغرض تمام گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ درخت بھی وہی سرسبز رہتا ہے جس کی جڑیں زمین سے پیوستہ ہوں وہ وہاں سے پانی بطور غذا لے رہا ہو اور گوڈی وغیرہ سے اس کی حفاظت ہو تو نہ صرف خود سرسبز رہتا ہے بلکہ اپنی شاخوں کو بھی غذا پہنچاتا ہے جو آگے پھول پھل دیتے ہیں۔

اگر ہم اس مضمون کو اسلامی نکتہ نگاہ سے مذہبِ اسلام اور احمدیت پر لاگو کریں تو نہایت دلچسپ اور ایمان افروز مضمون اُجاگر ہوتا ہے۔ اسلام باغ کی طرح ہے۔ احمدیت اس کا ایک باغیچہ ہے۔ جس کے اندر بے شمار رنگا رنگ کے پودے اور درخت لگے ہیں۔ جن میں سے ایک بنیادی درخت تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں۔ اِس زمانے میں جب اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مسیح موعود و مہدی معہود کے طور پر مبعوث فرمایا تو آپؑ کے مشن کی کامیابی اور کامرانی کا یقین دلاتے ہوئے الہاماً ہزاروں بشارات دیں جن میں سے ایک کَزَرۡعٍ اَخۡرَجَ شَطۡـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسۡتَغۡلَظَ فَاسۡتَوٰی عَلٰی سُوۡقِهٖ کے الفاظ میں بھی تھی۔ حضرت اقدس علیہ السلام اس پیشگوئی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”براہین احمدیہ میں اس جماعت کی ترقی کی نسبت یہ پیشگوئی ہے کَزَرۡعٍ اَخۡرَجَ شَطۡـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسۡتَغۡلَظَ فَاسۡتَوٰی عَلٰی سُوۡقِهٖ یعنی پہلے ایک بیج ہو گا کہ جو اپنا سبزہ نکالے گا، پھر موٹا ہو گا پھر اپنی ساقوں پر قائم ہو گا۔ یہ ایک بڑی پیشگوئی تھی جو اِس جماعت کے پیدا ہونے سے پہلے اور اُس کے نشوونما کے بارہ میں آج سے پچیس برس پہلے کی گئی تھی ..... مَیں ایک چھوٹے سے بیج کی طرح تھا جو خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے بویا گیا پھر مَیں ایک مدت تک مخفی رہا پھر میرا ظہور ہوا اور بہت سی شاخوں نے میرے ساتھ تعلق پکڑا۔ سو یہ پیشگوئی محض خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے پوری ہوئی۔“

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 241)

اور پھر خلافت بھی ایک سایہ دار درخت ہے۔ خلافت کے زیر سایہ جماعت احمدیہ کی 136 سالہ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ ایک کے بعد دوسرے خلیفہ نے بلند نگاہ اور دلنواز سخن کے ساتھ اس درخت کی آبیاری کی۔ ایک کے بعد دو سرے خلیفہ کی زندگی خدمتِ اسلام کی جہدِ مسلسل اور شبانہ روز عملی کوششوں، جماعت کی تعلیم وتربیت، اشاعتِ قرآن اور سجود و قیام سے عبارت ہے۔ انہیں وہ حسن خطابت نصیب ہوا، جس کا لفظ لفظ آسمان سے اُترا۔ دکھوں اور ابتلاؤں کے وقت باطل کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بننے کے ساتھ ساتھ یہ وجود ہر ایسی مشکل کے وقت اپنی جماعت کو اپنے پروں کے نیچے رکھے ہوئے مرد میدان کی طرح سینہ سپر رہے۔ آج اِس کے پانچویں مظہر ساری دنیا میں پھیلے کروڑہا وجودوں کو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق، طاقت، قوت اور روحانی غذا کے ذریعہ سر سبز و شاداب رکھے ہوئے ہیں اور اس درختِ وجود کی شاخیں آج آسمان سے باتیں کرتی اور جڑیں اتنی مضبوطی سے زمین کے اندر پیوست ہوتی جارہی ہیں کہ دنیا بھر میں احمدیت کے مخالفین نے انفرادی طور پر بھی اور حکومتوں وجماعتوں کی سطح پر بھی اس کی بیخ کنی کی کوشش کی مگر جوں جوں اس کو جڑ سے اکھیڑ باہر پھینکنے کی کوشش کی گئی توں توں اِس کی جڑیں زمین میں مضبوط ہوتی گئیں اور کروڑوں احمدیوں کی مقبول دعائیں اور نیک اعمال وافعال نے پانی کا کام کیا اور مسلسل اپنے اعمال اور آنکھوں کے پانی سے اس درخت کو سیراب کر رہے ہیں اور یہ درختِ خلافت خود بھی اللہ سے تعلق کو مضبوط کر کے اور اس سے طاقت لے کر اپنی شب وروز دعاؤں، آنکھوں کے پانی اور خطبات، خطابات اور تقاریر کے ذریعہ اِن شاخوں کو غذا بہم پہنچا رہے ہیں۔ جس سے اِن شاخوں کو تازگی ملتی ہے۔ یہ زیادہ سبزی مائل ہوتی دکھائی دیتی ہیں اور پھل پھول لاتی ہیں۔ جس کا اب غیر بھی اعتراف کرتے نظر آتے ہیں اور اپنے اندر خلافت نہ ہونے کی وجہ سے پریشان نظر آتے ہیں۔ واویلا بھی کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ وحدت کا نام تک اُن میں نہیں۔ انتشار ہی انتشار ہے۔ افتراق عام نظر آتا ہے۔ قتل وغارت، لڑائی جھگڑا، غیر اسلامی حرکات کا بازار گرم ہے اور خلافت کو قائم کرنے کی آوازیں ہر طرف سنائی دیتی نظر آتی ہیں۔

سامعین! جناب فضل محمد یوسف زئی استاد جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی نے اس امر کا اظہار کیا کہ مسلمان ترس رہے ہیں کہ کاش! ہماری ایک خلافت ہوتی، ہمارا ایک خلیفہ ہوتا، کاش! ہماری ایک بادشاہت ہوتی، کاش! ہمارا ایک بادشاہ ہوتا جس میں وزن ہوتا، جس میں عظمت ہوتی، جس میں شجاعت ہوتی۔

(ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک مارچ 2000ء)

حزب التحریر نے اپنی آواز یوں قلمبند کی کہ

اے مسلمانو! خلافت کو قائم کرو تم عزت پاؤ گے۔ اس کو زندہ کرو گے تو کامیاب رہو گے، ورنہ تم تہہ در تہہ ظلمت میں گرتے چلے جاؤ گے۔

(پمفلٹ از حزب التحریر 2003ء)

سامعین کرام! خلافت تو خدا کی عنایت ہوتی ہے نہ کہ کسی کو فرمائش پر ملتی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے دشمنانِ احمدیت کو صد سالہ خلافت جوبلی کے تاریخی خطاب میں مخاطب ہو کر فرمایا تھا۔

”اے دشمنان احمدیت! مَیں تمہیں دوٹوک الفاظ میں کہتا ہوں کہ اگر تم خلافت کے قیام میں نیک نیت ہو تو آؤ! اور مسیح محمدی کی غلامی قبول کرتے ہوئے اِس کی خلافت کے جاری و دائمی نظام کا حصہ بن جاؤ ورنہ تم کوششیں کرتے کرتے مر جاؤ گے اور خلافت قائم نہیں کر سکو گے۔ تمہاری نسلیں بھی اگر اِسی ڈگر پر چلتی رہیں تو وہ بھی کسی خلافت کو قائم نہیں کر سکیں گی۔ قیامت تک تمہاری نسل در نسل یہ کوشش جاری رکھے تب تک کامیاب نہیں ہو سکے گی۔“

(خطاب 27/ مئی 2008ء)

اِس کے بالمقابل جماعت احمدیہ کی خلافت دائمی ہے اور اِس کے پھل بھی دائمی ہیں۔ ہر زمانہ کے وہ لوگ اس سے مستفیض ہوتے رہیں گے جو اس کے ساتھ اپنے تعلق کو مضبوطی سے باندھ لیں گے۔ کیونکہ وہ عروہ وثقی ہے جس کو پہننے کی مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تلقین فرمائی ہے۔

سامعین! شجر اور شاخ کی بات ہو رہی تھی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جن شاخوں کو پھل لگتے ہیں وہ شاخیں زمین کی طرف جھک جاتی ہیں۔ آج اِسی مثال کو سامنے رکھ کر احمدیوں پر جو انگنت فضل خدا کے بحیثیت مجموعی وانفرادی نازل ہو رہے ہیں۔ اِن کے پیشِ نظر ہم اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔ یہ پھل نمازوں

کے نتیجہ کے طور پر نظر آتے ہیں۔ یہ پھل نوافل کے نتیجہ میں نظر آتے ہیں۔ یہ پھل آج تلاوت قرآن کریم کے نتیجہ کے طور پر نظر آتے ہیں۔ ہاں ہاں! یہ پھل ایم ٹی اے کے ذریعہ، خلافت کے ذریعہ ہمیں نظر آتے ہیں۔ یہی وہ پھل ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اجتماعی طور پر جماعت احمدیہ کو اور انفرادی طور پر احمدیوں کو عطا کر رکھے ہیں جن میں وقت کے ساتھ ساتھ اضافہ ہوتا جارہا ہے اور اس بات کی عکاسی ہو رہی ہے کہ جماعت احمدیہ کا ہر فرد بطور شاخ، خلافت کے درخت سے پیوستہ ہے اور درخت اپنے اللہ سے براہ راست فیض پاکر شاخوں کو مضبوط کر رہا ہے۔ اللّٰھم زدفزد۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

”(جو) اللہ تعالیٰ کے اپنے ہی ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہو۔ پھر اس کی حفاظت تو خود فرشتے کرتے ہیں۔ کون ہے جو اس کو تلف کر سکے؟ یاد رکھو! میرا سلسلہ اگر نری دکانداری ہے تو اس کا نام ونشان مٹ جائے گا لیکن اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یقیناً اُسی کی طرف سے ہے تو ساری دنیا اس کی مخالفت کرے۔ یہ بڑھے گا اور پھیلے گا اور فرشتے اس کی حفاظت کریں گے۔ اگر ایک شخص بھی میرے ساتھ نہ ہو اور کوئی بھی مدد نہ دے تب بھی میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ سلسلہ کامیاب ہوگا۔ مخالفت کی مَیں پروا نہیں کرتا۔ مَیں اس کو بھی اپنے سلسلہ کی ترقی کے لئے لازمی سمجھتا ہوں۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ خدا تعالیٰ کا کوئی مامور اور خلیفہ دنیا میں آیا ہو اور لوگوں نے چپ چاپ اسے قبول کر لیا ہو۔“

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 148 ایڈیشن 1984ء)

خلافت کا شجر پھولے پھلے گا، وعدہ ربانی
وہ خود مِٹ جائے گا جس نے مٹانے کی اِسے ٹھانی

پھر ایک شاعر م م محمود لکھتے ہیں:

جدا ہوا اِس شجر سے جو بھی، شجر بھی وہ کہ گھنا ہے سایہ
نہ پائی چھاؤں کہیں بھی اُس نے، ہمیشہ زیرِ عتاب جانا

سامعین! مکرمہ صاحبزادی امۃ القدوس بیگم صاحبہ اسی مضمون کو اپنے منظوم کلام میں یوں بیان کرتی ہیں۔

نبوّت کے ہاتھوں جو پودا لگا ہے
خلافت کے سائے میں پھولا پھلا ہے
یہ کرتی ہے اس باغ کی آبیاری
رہے گا خلافت کا فیضان جاری

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اے دشمنانِ احمدیت جو اپنے ذاتی مفاد کی خاطر حضرت خاتم الانبیاء محسن انسانیت اور رحمۃ للعالمینؐ کے نام پر ظلم و بربریت کی داستانیں رقم کر رہے ہو، تمہیں آج مَیں واضح طور پر اور تحدّی سے یہ کہتا ہوں کہ تمہارے مقدر میں ناکامیاں ہیں، تمہارا مقدر تباہی و بربادی ہے، اور تمہارے مقدر میں ذلت و خواری ہے۔ تم اس غلط فہمی میں نہ رہو کہ تم اپنے کسی بھی حربہ سے جماعت احمدیہ کو تباہ کر سکتے ہو۔ اللہ تعالیٰ تو ہمیں ہر روز اپنے فضلوں کے وہ نظارے دکھا رہا ہے جو ہماری توقعات سے بھی بڑھ کر ہیں۔“

(اختتامی خطاب جلسہ سالانہ برطانیہ، الفضل انٹرنیشنل 30 ستمبر 2011ء صفحہ 1۔ جلد 18 شمارہ 39)

اللہ تعالیٰ ہمیں خلافت کے شجرِ سایہ دار سے ہمیشہ پیوستہ رہنے کی توفیق دے۔ آمین

(یہ خاکسار کا ایک اداریہ ہے جو الفضل آن لائن میں شائع ہوا جسے اب مسز عائشہ چوہدری آف جرمنی کے تعاون سے اضافہ کر کے تقریر کی شکل دی گئی ہے)

﴿10﴾ ﴿مشاہدات۔165﴾

خطبات امام، ہمارے لئے ایک چراغ ہیں

جب بھی وہ عہد کا حسیں بولے
عرش بولے، کبھی زمیں بولے
جب وہ بولے تو ساتھ اس کے
ذرّہ ذرّہ بصد یقیں بولے

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں مومنوں پر رسول کے نزول کا ذکر بطور احسان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (آل عمران:165)

یقیناً اللہ نے مومنوں پر احسان کیا جب اس نے ان کے اندر انہی میں سے ایک رسول مبعوث کیا وہ ان پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔

اور پھر اللہ تعالیٰ، قرآن کریم میں اپنے اور رسول کے احکامات کی بابت نصیحت کرتا ہوا فرماتا ہے کہ

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ (الانفال:25)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ اور رسول کی آواز پر لبیک کہا کرو جب وہ تمہیں بلائے تاکہ وہ تمہیں زندہ کرے۔

میں وہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر
میں وہ ہوں نور خدا جس سے ہوا دن آشکار

آج میری تقریر کا عنوان ہے: **خطبات امام، ہمارے لئے ایک چراغ ہیں**

سامعین! اللہ تعالیٰ نے انسان کی زندگی کو بچانے اور اِس کے نشو و نما کے لئے دو قسم کے پانی آسمان سے اُتارے ہیں اُن میں سے ایک مادی پانی ہے جو بادلوں سے بارش کے طور پر نازل ہوتا اور زمینی پانی کے ساتھ مل کر نسلِ انسانی کی بقا کا کام دیتا ہے اور یوں آبِ حیات کہلاتا ہے۔ انسان کی دینی اور روحانی زندگیوں کی بقا کے لئے ایک آبِ حیات انبیاء اور رسل کے طور پر آسمانوں سے اترتا ہے اور اِسی احسانِ عظیم کا ذکر اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورت آلِ عمران کی اُس آیت کریمہ میں کیا ہے جس کی تلاوت ابھی مَیں نے اپنی تقریر کے آغاز پر کی ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ کے رسول ان مومنوں پر اللہ کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔

اِس زمانے کے روحانی مُخبر حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ جو روحانی پانی اللہ تعالیٰ نے اُتارا ہے اُس کے متعلق آپؑ فرماتے ہیں:

”میرے ہاتھ میں ایک چراغ ہے۔ جو شخص میرے پاس آتا ہے ضرور وہ اُس روشنی سے حصّہ لے گا۔ مگر جو شخص وہم اور بد گمانی سے دور بھاگتا ہے وہ ظلمت میں ڈال دیا جائے گا۔ اس زمانہ کا حِصنِ حصین مَیں ہوں جو مجھ میں داخل ہوتا ہے وہ چوروں اور قزّاقوں اور درندوں سے اپنی جان بچائے گا مگر جو شخص میری دیواروں سے دور رہنا چاہتا ہے ہر طرف سے اس کو موت درپیش ہے اور اُس کی لاش بھی سلامت نہیں رہے گی۔“

(فتح اسلام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 34)

سامعین! پھر ایک مقام پر آپؑ اس پانی کی روحانی تاثیر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”جو شخص میرے ہاتھ سے جام پیئے گا جو مجھے دیا گیا وہ ہرگز نہیں مرے گا۔“

(ازالہ اوہام حصہ اول، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 104)

اِن روحانی کلمات اور حکمت کی باتوں کے فیضان کو امت میں لمبے عرصہ تک ممتد کرنے کے لئے ان ایمان داروں اور عمل صالح کرنے والے لوگوں میں خلافت کا سلسلہ جاری فرماتا ہے۔ ہمارے اس زمانہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام کے احیاء اور شریعت اسلامیہ کے قیام کی غرض سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کی وفات کے بعد جماعت میں اپنی قدرت ثانیہ کا ظہور فرماتے ہوئے سلسلہ خلافت کو قائم فرمایا۔ جس کی حکمت بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”خلیفہ در حقیقت رسول کا ظلّ ہوتا ہے اور چونکہ کسی انسان کے لئے دائمی طور پر بقا نہیں لہٰذا خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ رسولوں کے وجود کو جو تمام دنیا کے وجودوں سے اشرف و اولیٰ ہیں ظلّی طور پر ہمیشہ کے لئے تاقیامت قائم رکھے سو اسی غرض سے خدا تعالیٰ نے خلافت کو تجویز کیا تا دنیا کبھی اور کسی زمانہ میں برکات رسالت سے محروم نہ رہے۔“

(شہادت القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 353)

حضرت مصلح موعودؓ روحانی پانی سے فیض یاب ہو کر مومنوں کو جو ترقیات نصیب ہوتی ہیں اُن کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”ملائکہ سے فیوض حاصل کرنے کا ایک یہ بھی طریق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ خلفاء سے مخلصانہ تعلق قائم رکھا جائے اور ان کی اطاعت کی جائے... تمہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے نئے دل ملیں گے جن میں سکینت کا نزول ہوگا اور خدا تعالیٰ کے ملائکہ ان دلوں کو اٹھائے ہوئے ہوں گے... تعلق پیدا کرنے کے نتیجہ میں تم میں ایک تغیر عظیم واقع ہو جائے گا، تمہاری ہمتیں بلند ہو جائیں گی، تمہارے ایمان اور یقین میں اضافہ ہو جائے گا ملائکہ تمہاری تائید کے لئے کھڑے ہو جائیں گے اور تمہارے دلوں میں استقامت اور قربانی کی روح پھونکتے رہیں گے۔ پس سچے خلفاء سے تعلق رکھنا ملائکہ سے تعلق پیدا کر دیتا ہے اور انسان کو انوارِ الٰہیہ کا مَہبط بنا دیتا ہے۔“

(خلافت علی منہاج النبوۃ جلد 3 صفحہ 392)

سامعین! یہ حکمت کے موتی ہمارے آباؤ اجداد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبانِ مبارک سے درس و تدریس، خطبات و تقاریر اور محافلِ عرفان کے ذریعہ براہِ راست سنتے رہے۔ پھر جب طباعت کے ذریعہ یہ کلمات و ملفوظات کاغذوں کی زینت بننے لگے تو ہم اِنہیں پڑھ کر اپنی روحانی آسودگی کے سامان کرتے رہے۔ پیشگوئیوں کے مطابق جب زمانے نے اور ترقی کی اور نت نئی ایجادات نے زمانے کی سائنسی لگام سنبھالی تو پہلے یہ خلفاء کے خطبات اور ملفوظات فونوگرام پھر آڈیو کیسٹس پھر ویڈیو کیسٹس اور اب

سیٹ لائٹس کے ذریعہ یہ روحانی دودھ ڈِش نما برتن میں آسمان سے اُترتا اور ہم اپنی صحت کی بقا کے لئے اِسے استعمال کرتے ہیں اِسی پر بس نہیں بلکہ برق رفتار دنیا میں اب تو موبائل فونز اور دیگر Gadget's کے ذریعہ آناًفاناً دنیا کے کونے کونے تک پہنچ کر ہماری روحانی آسودگی کے سامان پیدا کرنے لگا ہے اور یوں پرانے وقتوں کی بیان شدہ اِس زمانے کے متعلق علامات نہ صرف پوری ہوئیں بلکہ مامورِ زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ مبارک خواہش اور آرزو دو اور دو چار کی طرح پوری ہوتے دیکھ کر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن بکثرت پڑھتے اور اللہ ربُّ العالمین کا شکر ادا کرتے ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں۔

”میری بڑی آرزو ہے کہ ایسا مکان ہو کہ چاروں طرف ہمارے احباب کے گھر ہوں اور درمیان میں میرا گھر ہو اور ہر ایک گھر میں میری ایک کھڑکی ہو کہ ہر ایک سے ہر ایک وقت واسطہ ورابطہ رہے“

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت مولوی عبد الکریم سیالکوٹیؓ صفحہ 24)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے جب صدر خدام الاحمدیہ تھے، خلیفہٴ وقت کے خطبات کے بارے میں فرمایا:

”تاریکی کی گھڑیوں میں ان خطبات نے میری ڈھارس باندھی تھی۔ اگر آپ کے دل میں کبھی مایوسی کے خیالات پیدا ہوں۔ تاریک بادل آپ کو آگھیریں یا کبھی آپ کے دل میں اگر یہ خیال پیدا ہو کہ اتنا عظیم الشان کام ہم کیسے سر انجام دے سکتے ہیں۔ اتنا بڑا بوجھ ہمارے کمزور کندھے کس طرح سہاریں گے تو آپ ان خطبات کی طرف رجوع کریں... آپ نئی ہمت اور پختہ عزم لے کر اپنے کام کے لیے کھڑے ہوں گے اور یہ یقین ہر وقت آپ کے ساتھ رہے گا کہ دور کا راستہ پُرخار ضرور ہے مگر راہبر اپنے فن کا ماہر ہے اور بے شک چاروں طرف سے شیطان تیروں کی بوچھاڑ کر رہا ہے مگر اَلْاِمَامُ جُنَّۃٌ یُقَاتَلُ مِنْ وَّرَاءِہٖ“

(مشعل راہ جلد اول صفحہ ب۔ج)

سامعین! ڈِش کے ذریعہ دودھ پینے کی تشبیہ کا ذکر تو مَیں اوپر کر آیا ہوں۔ اب ٹی وی کی شکل وصورت کو دیکھ کر ذرا حضورؑ کی اِس آرزو کو ذہنوں میں لائیں تو کیا حضورؑ کے گھر کی کھڑکی بصورت ٹی وی (جو بظاہر ٹی وی شکل کی ہوتی ہے) ہر احمدی کے گھر میں نہیں کھلتی جس میں خلیفۃ المسیح ہر جمعہ کو نمودار ہو کر آسمانی کلمات ہمیں سُناتے ہیں جو ہمارے لئے روح افزا ہوتے ہیں۔

لہٰذا اپنی اور اپنی اولاد کی روحانی ترقی کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کی خواہش کے مطابق جب تک خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ مبارک وجود سے ایک ذاتی واسطہ اور رابطہ پیدا کرنا اور اِس چراغ سے ہر جمعہ روشنی لینا ضروری ہے اور اِس زندگی بخش جام کو پینا اور سلامتی کے پیغام کو سننا لازم ہے۔ کیا ہی خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو آغازِ خطبہ پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے منبر پر نمودار ہو کر السلام علیکم ورحمۃ اللہ کے الفاظ میں سلامتی کی دعا لیتے اور خلیفۃ المسیح کو سلامتی کی دعا دیتے ہیں۔ خلفائے احمدیت نے اس بات پر بار بار زور دیا کہ خلیفۂ وقت کی آواز کو براہ راست سنیں۔ روحانی ترقی کے لئے خلافت کی آواز کو ہر ایک کا براہ راست سننا ضروری ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

”میرا تجربہ ہے کہ خلیفۂ وقت کی طرف سے جو بات کوئی دوسرا پہنچاتا ہے اس کا اتنا اثر نہیں ہوتا جتنا براہ راست خلیفۂ وقت سے کوئی بات سنی جائے۔ میرا اپنا زندگی کا لمبا عرصہ دوسرے خلفاء کے تابع ان کی ہدایت کے مطابق چلنے کی کوشش میں صرف ہوا ہے اور میں جانتا ہوں کہ کوئی پیغام پہنچائے فلاں خطبہ میں خلیفہ نے یہ بات کی تھی اور خطبہ میں خود حاضر ہو کر وہ بات سننا ان دونوں باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔“

(خطبہ جمعہ 8 جنوری 1993ء خطبات طاہر جلد 12 صفحہ 20)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

”اس طرف بہت توجہ کریں، اپنے گھروں کو اس انعام سے فائدہ اٹھانے والا بنائیں جو اللہ تعالیٰ نے ہماری تربیت کے لئے ہمارے علمی اور روحانی اضافے کے لئے ہمیں دیا ہے تاکہ ہماری نسلیں احمدیت پر قائم رہنے والی ہوں۔ پس ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ اپنے آپ کو ایم ٹی اے سے جوڑیں۔ اب خطبات کے علاوہ اور بھی بہت سے لائیو پروگرام آرہے ہیں جو جہاں دینی اور روحانی ترقی کا باعث ہیں وہاں علمی ترقی کا بھی باعث ہیں۔ جماعت اس پر لاکھوں ڈالر ہر سال خرچ کرتی ہے اس لئے کہ جماعت کے افراد کی تربیت ہو۔ اگر افراد جماعت اس سے بھرپور فائدہ نہیں اٹھائیں گے تو اپنے آپ کو محروم کریں گے

.....ایم ٹی اے کی ایک اور برکت بھی ہے کہ یہ جماعت کو خلافت کی برکات سے جوڑنے کا بھی بہت بڑا ذریعہ ہے۔ پس اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔"

(خطبہ جمعہ 18 اکتوبر 2013ء)

سامعین! ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اِس مضمون کو کیا ہی دلکش انداز میں ایک واقعہ سناتے ہوئے فرمایا ہے

"ایک دفعہ ایک بادشاہ محمود غزنوی کا ایک خاص جرنیل ایاز جو انتہائی وفادار تھا۔ ایک دفعہ ایک معرکے سے واپسی پر جب بادشاہ اپنے لشکر کے ساتھ جا رہا تھا تو اس نے ایک جگہ پڑاؤ کے بعد دیکھا کہ ایاز اپنے دستے کے ساتھ غائب ہے۔ تو اس نے باقی جرنیلوں سے پوچھا کہ وہ کہاں گیا ہے تو ارد گرد کے جو دوسرے لوگ خوشامد پسند تھے اور ہر وقت اس کوشش میں رہتے تھے کہ کسی طرح اس کو بادشاہ کی نظروں سے گرایا جائے اور ایاز کے عیب تلاش کرتے رہتے تھے تو انہوں نے اس موقع کو غنیمت سمجھا کہ بادشاہ کو اس سے بد ظن کریں۔ کچھ دیر بعد وہ کمانڈر اپنے دستے کے ساتھ واپس آرہا ہے اور اس کے ساتھ ایک قیدی بھی ہے۔ تو بادشاہ نے پوچھا کہ تم کہاں گئے تھے۔ اس نے بتایا کہ بادشاہ سلامت! مَیں نے دیکھا کہ آپ کی نظر بار بار سامنے والے پہاڑ کی طرف اُٹھ رہی تھی تو مجھے خیال آیا ضرور کوئی بات ہو گی مجھے چیک کر لینا چاہئے، جائزہ لینا چاہئے، تو جب مَیں گیا تو مَیں نے دیکھا کہ یہ شخص جس کو مَیں قیدی بنا کر لایا ہوں ایک پتھر کی اوٹ میں چھپا بیٹھا تھا اور اس کے ہاتھ میں تیر کمان تھی تاکہ جب بادشاہ کا وہاں سے گزر ہو تو وہ تیر کا وار آپ پر چلائے۔

تو اس واقعہ سے ایک سبق بد ظنی کے علاوہ بھی ملتا ہے کہ ایاز ہر وقت بادشاہ پر نظر رکھتا تھا۔ ہر اشارے کو سمجھ کر اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ پس یہ بھی ضروری ہے کہ جس سے بیعت اور محبت کا دعویٰ ہے اس کے ہر حکم کی تعمیل کی جائے اور اس کے ہر اشارے اور حکم پر عمل کرنے کے لئے ہر احمدی کو ہر وقت تیار رہنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہر حکم کو ماننے کے لئے بلکہ ہر اشارے کو سمجھنے کی کوشش کرتے رہنا چاہئے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 26 مئی 2006ء)

پھر ہمارے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اِس مضمون کو جماعت کے سامنے یوں بیان فرمایا:

”ہر خطبہ کا مخاطب ہر احمدی ہوتا ہے چاہے وہ دنیا کے کسی بھی حصہ میں رہتا ہو... مختلف ممالک سے احمدیوں کے، جو وہاں کے مقامی احمدی ہیں، خطوط بڑی کثرت سے آنے لگ گئے ہیں کہ خطبات نے ہم پر مثبت اثر کرنا شروع کر دیا ہے اور بعض اوقات تربیتی خطبات پر یوں لگتا ہے کہ جیسے خاص طور پر ہمارے حالات دیکھ کر ہمارے لئے دیئے جارہے ہیں۔ بلکہ شادی بیاہ کی رسوم پر جب میں نے خطبہ دیا تھا تو اس وقت بھی خط آئے کہ ان رسوم نے ہمیں بھی جکڑا ہوا ہے اور خطبہ نے ہمارے لئے بہت سا تربیتی سامان مہیا فرمایا ہے۔ تو جو احمدی اس جستجو میں ہوتے ہیں کہ ہم نے خلیفہ وقت کی آواز کو سننا ہے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرنی ہے، اپنی اصلاح کی طرف توجہ دینی ہے وہ نہ صرف شوق سے خطبات سنتے ہیں بلکہ اپنے آپ کو ہی ان کا مخاطب سمجھتے ہیں۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 23 اپریل 2010ء)

سامعین! خلیفہ وقت کا خطبہ جمعہ دنیا بھر میں بسنے والے احمدیوں کو امت واحدہ بنانے کا سامان کرتا اور احباب کو روحانی وجود بننے میں مدد کرتا ہے۔ اس حقیقت کو منکشف کرتے ہوئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”آپ اپنی نسلوں کو خطبات باقاعدہ سنوایا کریں یا پڑھایا کریں یا سمجھایا کریں کیونکہ خلیفہ وقت کے یہ خطبات جو اس دور میں دیئے جارہے ہیں یہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہونے والی نئی ایجادات کے سہارے بیک وقت ساری دنیا میں پھیل رہے ہیں اور ساری دنیا کی جماعتیں ان کو براہ راست سنتی اور فائدہ اٹھاتی اور ایک قوم بن رہی ہیں.... اگر خلیفہ وقت کی نصیحتوں کو براہ راست سنیں گے تو سب کی تربیت ایک رنگ میں ہو گی.... وہ ایسے روحانی وجود بنیں گے جو خدا کی نگاہ میں مقبول ٹھہریں گے کیونکہ وہ قرآن کریم کی روشنی میں تربیت پا رہے ہوں گے اور قرآن کے نور سے حصہ لے رہے ہونگے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 31 مئی 1991ء)

خلفاء کو اللہ تعالیٰ خود علوم اور ان کی تفسیر سمجھاتا ہے اور خلفاء کی نظر اپنے وقت کی تمام عالمی ضروریات پر ہوتی ہے۔ وہ خدائی نور کی فراست سے دنیا کی رہ نمائی اپنے خطبات کے ذریعہ فرماتے ہیں۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے فرمایا:

”خدا تعالیٰ کا خلافت سے ایک تعلق ہے اور علوم کی روح سے اللہ تعالیٰ خلفاء کو آگاہ کرتا ہے اور جماعت کی زمانے کے لحاظ سے ضروریات سے خلفاء کو متنبہ کرتا ہے۔ خلفاء کی نظر ساری عالمی ضروریات پر ہوتی ہے اور جن علوم کی تفسیر کی ضرورت پڑے جیسی روشنی خدا تعالیٰ خود اپنے خلفاء کو عطا فرماتا ہے ویسی ایک علم میں خواہ کسی مقام کا رکھنے والا عالم ہو اس کو اپنے کسبی طور پہ نصیب نہیں ہو سکتی۔ یہ وھبت ہے، اللہ تعالیٰ کی عطا ہے ... اللہ کو اپنے دین کی ضرورتوں کا بہترین علم ہے اور جن کے سپرد وہ کام کرتا ہے ان پر وہ ضرورتیں روشن فرماتا ہے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 26 فروری 1988ء مطبوعہ خطبات طاہر جلد 7 صفحہ 109 تا 110)

معزز بھائیو! اللہ تعالیٰ اپنے خلفاء کو خود سمجھاتا ہے کہ کس خوبی کو کس طرح پھر سے زندہ کرنا ہے۔ خلفاء اپنے خطبات میں وہی انداز اختیار فرماتے ہیں جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے فرمایا:

”وقت کے لحاظ سے سچائی ہر قسم کے نئے ابتلاؤں میں سے گزرتی ہے۔ زمانے کے اثرات ہوتے ہیں اُسی خوبی پر جو پہلے کئی ابتلاؤں سے گزر کے، بچ کے یہاں تک پہنچی ہوتی ہے یا قریب المرگ ہو جاتی ہے اُس وقت۔ اُس وقت خدا جن لوگوں کے سپرد کام کرتا ہے پھر اُن کو سمجھاتا ہے کہ اس خوبی کو زندہ کرنے کے لیے زیادہ ذہن نشین کرنے کے لیے نئے زمانے کی ضرورتوں کے پیش نظر، یہ یہ رنگ اختیار کیے جائیں، اس طرح یہ بات پیش کی جائے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 26 فروری 1988ء مطبوعہ خطبات طاہر جلد 7 صفحہ 114)

خلیفہ وقت اپنے خطبات جمعہ میں اللہ تعالیٰ کے احکامات پہنچاتا ہے۔ ان کی نصیحت کسی بھی دوسرے واعظ سے ہزارہا گنا زیادہ مؤثر ہوتی ہے۔

اس حقیقت کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح واضح فرمایا ہے:

”خلیفہ وقت کو جو باتیں خدا تعالیٰ دینی کاموں سے متعلق سمجھاتا ہے ان کو کہنے کے انداز بھی عطا کرتا ہے اوران باتوں میں جیسی گہری سچائی ہوتی ہے ویسی دوسرے کی باتوں میں جگہ جگہ کہیں کہیں تو ہو سکتی ہے مگر بالعموم ساری باتوں میں ویسی سچائی نہیں آسکتی اور ویسا اثر نہیں پیدا ہو سکتا۔...

پس ہر خلیفہ کے وقت میں جو اس زمانے کے حالات ہیں ان کے متعلق جو خلیفہ ٔوقت کی نصیحت ہے، وہ لازماً دوسری نصیحتوں سے زیادہ موئثر ہو گی۔ اس تعلق کی بناء پر بھی اور اس وجہ سے بھی کہ خدا تعالیٰ نے جو ذمہ داری اس کے سپرد کی ہوتی ہے خود اس کے نتیجہ میں اس کو روشنی عطا کرتا ہے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 5؍نومبر 1991ء مطبوعہ خطبات طاہر جلد 10 صفحہ 893 تا 894)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے معرفت سے پُر الفاظ دلوں پر براہِ راست اثر کرتے ہیں حضور ایک موقع یوں بتاتے ہیں:

”ایم ٹی اے پر سننے والوں کی میں نے بات کی ہے تو اُن کی طرف سے بھی مجھے اظہار جذبات کے خطوط مل رہے ہیں بلکہ بعض بچوں کے والدین کے تاثرات بھی مل رہے ہیں کہ ہمارے بچوں نے، اطفال نے آپ کا خطاب سنا تو ان دس گیارہ سال کے بچوں کے چہروں پر شرمندگی کے آثار تھے۔ بلکہ ایک بچے کی ماں نے مجھے بتایا کہ میرا بچہ جب خطاب سن رہا تھا تو اس نے منہ کے آگے (کُشن) Cushion رکھ لیا کہ میں بعض وہ باتیں کرتا ہوں جن کے بارے میں کہا جا رہا ہے۔ میرے متعلق کہا کہ مجھے لگتا ہے کہ ٹی وی پر مجھے دیکھ دیکھ کر یہ باتیں کر رہے ہیں، خطاب کر رہے ہیں تو میں نے منہ چھپا لیا کہ نظر نہ آؤں۔

پس یہ سعید فطرت ہے، یہ وہ روح ہے جو اللہ تعالیٰ نے آج حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کے بچوں میں بھی پیدا کی ہوئی ہے کہ نصیحتوں پر اندھے اور بہرے ہو کر نہیں گرتے بلکہ شرمندہ ہو کر اپنی اصلاح کی کوشش کرتے ہیں۔ بعضوں نے اپنے موبائل فون بند کر دیئے ہیں۔ سکول میں بیٹھ کر بجائے پڑھائی پر توجہ دینے کے بعض بچے اس سوچ میں رہتے تھے کہ ابھی بریک ہوئی یا ابھی چھٹی ہو گی تو پھر اپنے موبائل پر کوئی گیم کھیلیں گے یا اور اس قسم کی فضولیات میں پڑ جائیں گے جو فونوں پر آجکل مہیا ہوتی ہیں۔ اب میری باتیں سنی ہیں تو انہوں نے کہا یہ سب فضولیات ہیں، ہم اب اس کو استعمال نہیں

کریں گے، ان کھیلوں کو نہیں کھیلیں گے۔ یہ کھیلیں ایسی ہیں جو صحت نہیں بناتیں، جو دماغی ورزش بھی نہیں ہے بلکہ ایک نشہ چڑھا کر مستقل انہی چیزوں میں مصروف رکھتی ہیں، ایک پاگل پن (یا انگلش میں جسے craze کہتے ہیں) وہ ہو جاتا ہے۔ لیکن ہم صرف اس بات پر خوش نہیں ہو سکتے۔ جو ہوشمند اور بڑے ہیں ان کو تو خود اپنی حالتوں کے جائزے لینے کی ضرورت ہے اور مستقل مزاجی سے ان جائزوں کی ضرورت ہے۔ ان جائزوں کو لیتے چلے جانا ہے اور اسی طرح والدین کو مستقل اپنے بچوں کو یاددہانی کروانے کی ضرورت ہے کہ جب ایک اچھی بات عادت تم نے اپنے اندر پیدا کر لی ہے تو پھر اسے مستقل اپنی زندگی کا حصہ بناؤ۔ ماحول سے متاثر نہ ہو جاؤ۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 23 ستمبر 2011ء)

خلیفہ وقت کے زندگی بخش کلمات اپنے تو اپنے غیروں پر کس طرح اثر انداز ہوتے ہیں اس کا ذکر کرتے ہوئے حضور فرماتے ہیں:

"پھر اب اسی دورے میں آخن (Aachen) کی اس مسجد کے افتتاح کے موقع پر اور ہناؤ (Hanau) کی مسجد کے افتتاح کے موقع پر مقامی لوگوں نے جو مختلف طبقات کے تھے، سیاستدان بھی تھے، کاروباری بھی تھے، ٹیچر بھی تھے اور دوسرے پڑھے ہوئے لوگ بھی تھے۔ مرد بھی تھے اور عورتیں بھی تھیں۔ ان میں سے بہت سوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور ایک نے کہا کہ میری بہت سے احمدیوں سے واقفیت ہے اور احمدیت کے بارے میں مَیں سمجھتی تھی کہ بہت سمجھتی ہوں اور مجھے اس واقفیت کی وجہ سے بہت کچھ پتا ہے لیکن کہنے والے کو انہوں نے کہا کہ جو تمہارے خلیفہ کی باتیں سن کر مجھ پر اثر ہؤا ہے وہ پہلے نہیں ہوا۔ مجھے اسلام کے متعلق حقیقت اب صحیح طور پر پتا چلی ہے جو دل میں اتری ہے۔ تو یہ فضل ہیں اللہ تعالیٰ کے جو خلافت کے ساتھ وابستہ ہیں۔ مَیں تو ایک عاجز انسان ہوں۔ اپنی حالت کا مجھے علم ہے میری کوئی خوبی نہیں ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے خلافت سے تائید کا وعدہ فرمایا ہے، نصرت کا وعدہ فرمایا ہے اور خدا تعالیٰ یقیناً سچّے وعدوں والا ہے وہ ہمیشہ خلافت کی تائید و نصرت فرماتا رہا ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی فرماتا رہے گا۔"

(خطبہ جمعہ 29 مئی 2015)

سامعین! ایک اور جگہ پر اس طرح نصیحت فرمائی ہے فرمایا:

”سب سے زیادہ ضرورت اس امر کی ہے کہ آپ لوگ ہر جمعہ کو نشر ہونے والا خطبہ جمعہ باقاعدگی سے سنیں اور دیگر ایسے پروگرامز بھی دیکھیں جن میں میری شمولیت ہوتی ہے۔ ان پروگراموں کو دیکھنا ان شاءاللہ آپ لوگوں کے لئے فائدہ مند ثابت ہوگا“

(خطاب حضور انور مجلس شوریٰ یوکے 2013ء)

پھر ایک موقع پر فرمایا:

”خلافت سے تعلق پیدا کرنے اور روحانی ترقیات کے لئے سب سے پہلا زینہ ہر احمدی کے لئے خلیفہ وقت کی آواز کو براہِ راست سننا ہے۔ اس کے لبوں اور زبان سے کب کیا نکلتا ہے۔ اس کی جستجو میں ہمیشہ رہے۔ قرآن کریم میں مومنین کی جماعت کا شعار سمعنا و اطعنا کے الفاظ میں بیان ہوا ہے۔ وہ ہمیشہ نیکی کی باتوں کو توجہ سے سنتے، سمجھتے اور یاد رکھتے ہیں اور پھر ان باتوں پر دل وجان سے عمل بھی کرتے ہیں۔ جو شخص سنے گا نہیں وہ عمل کیا کرے گا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُوْصِیْکُمْ بِتَقْوَی اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّعَةِ۔ (ترمذی، کتاب الایمان، کتاب الاخذ بالسنۃ)

یعنی مَیں تمہیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے نیز سننے اور اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے بھی پتہ چلتا ہے کہ حصول تقویٰ کے دو ہی بڑے زینے ہیں کان کھول کر ہدایات کو سننا اور ان پر عمل کرنا۔“

اس کے برخلاف خلیفہ وقت کے ارشادات کو نہ سننا اور توجہ نہ دینا اپنے آپ کو اور اپنی نسلوں کو خدا کے فضلوں اور روحانی ترقی سے محروم کرنے کا سبب بنتا ہے۔ اس کے بارے میں ہمارے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”اگر خلیفہ وقت کی باتوں پر کان نہیں دھریں گے تو آہستہ آہستہ نہ صرف اپنے آپکو خداتعالیٰ کے فضلوں سے دور کر رہے ہوں گے بلکہ اپنی نسلوں کو بھی دین سے دور کرتے چلے جائیں گے۔“

(خطبات مسرور جلد ہشتم صفحہ 191-192)

5 ستمبر 2023ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ نے جرمنی میں مسجد ناصر کی افتتاحی تقریب سے خطاب فرمایا۔ اس سے متاثر ہو کر ایک مہمان اُوْوے (Uwe) نے کہا کہ خلیفہ ہر ہفتے خطبات کے ذریعہ سے نصائح فرماتے ہیں۔ آپ لوگوں کی خوش قسمتی ہے کہ آپ کا ایک امام ہے جو آپ کو بھٹکنے سے محفوظ رکھتا ہے اور آپ کی ہر ہفتے رہنمائی فرماتا ہے۔ ہم امام نہ ہونے کی وجہ سے منتشر ہیں۔

(روزنامہ الفضل انٹرنیشنل 4 اکتوبر 2023ء صفحہ 8)

سامعین! درحقیقت ایک حقیقی احمدی کی بنیادی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ خلیفہ وقت کے ہر فرمودہ کو توجہ سے سنے کیونکہ یہ مقدس آواز ایک سچے مومن کی کایا پلٹ دیتی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی تائیدات اور اس کی برکات مضمر ہوتی ہیں۔ چنانچہ خلیفہ وقت اللہ تعالیٰ کے خاص اذن سے بولتا ہے۔ معارف اس کی مقدس زبان پر جاری کئے جاتے ہیں جن سے کہ یہ دنیا محروم ہوتی ہے اور ڈھونڈنے سے نہیں مل سکتے۔ وہ عین ضرورت اور منشاء الٰہی کے مطابق مومنوں کو دعوت عمل دیتا ہے اور اس طرح وہ سانچہ ایک خلیفہ ہی بنا سکتا ہے جس میں پھر صلاحیت کے عمل ڈھل سکتے ہیں۔ ہمہ وجوہ روحانی ترقیات کی راہیں خلیفہ وقت کی ہدایات کی بدولت ہی صحیح طور پر طے کی جا سکتی ہیں۔ لہٰذا خلیفہ وقت کے پُر معارف خطبات، خطابات، کلاسز اور پیغامات کو باقاعدگی اور توجہ سے خود سننا، بچوں کو سنانا، اہل وعیال کو سنانا اور دیگر دوستوں، رشتہ داروں اور حلقہ احباب کو تحریک کرنا ہر ایک احمدی مرد و عورت کا فرض ہے۔ اس طرح کرنے سے ہی معلوم ہو سکتا ہے کہ خلیفہ وقت کیا فرما رہے ہیں، وہ ہم سے کیا چاہتے ہیں، ہم سے کیا توقعات رکھتے ہیں وغیرہ؟ جو احمدی بھی ان ارشادات اور ہدایات کو اہتمام کے ساتھ نہیں سنتا وہ کامل طور پر اطاعت کی سعادت سے محروم ہے جو دونوں جہان میں ناقابل تلافی خُسران مبین پر منتج ہوتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ نے اِس مضمون کو ایک پیغام میں یوں بیان فرمایا:

”یاد رکھیں اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور حضرت مسیح موعودؑ کے واضح ارشادات کی روشنی میں خلافت سے تعلق کے نتیجہ میں ہی ایمانی اور عملی ترقی ہو گی۔ چاہے کوئی کتنا ہی بڑا عالم یا مدبر یا بظاہر کسی روحانی مقام پر پہنچا ہوا ہو، اگر خلیفہ وقت سے تعلق کا وہ معیار نہیں جو ہونا چاہیے تو جماعتی ترقی یا کسی کی

روحانی ترقی میں اس کے اس مقام کا رتّی برابر اثر نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس بات کو اس کی گہرائی میں جا کر سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔"

(حضرت خلیفہ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا ممبران شوریٰ (پاکستان) 2014ء کے نام پیغام)

اس چشمہ کی طرف دوڑو

پس اے خلیفہ وقت سے محبت کرنے والو! تمہیں دنیاوی و جسمانی، زمینی و سماوی برکتوں اور فضلوں سے بہرہ مند کرنے کے لیے ہر جمعہ کو اقلیم خلافت کے تاجدار بنفسِ نفیس جلوہ گر ہو کر تمہاری سیرابی کے سامان مہیا فرماتے ہیں۔ اس چشمہ کی طرف دوڑو، اپنی تشنگی بھی بجھاؤ اور دوسروں کو بھی سرسبز ہونے کے گر سکھاؤ۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو خلیفہ وقت کے ارشادات پر عمل کرتے ہوئے روحانی ترقیات کے یہ زینے طے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اگر خطبے نہ آتے تو یہ دن ہم کاٹتے کیسے
جو کیفیت ہے آقا کی اُسے ہم جانتے کیسے
جماعت اور آقا جیسے ہیں یک جان و دو قالب
خدا کا خاص ہے یہ فضل و احساں مانتے کیسے

۞۞۞۞

﴿11﴾ ﴿مشاہدات۔311﴾

خلافت ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (النور:56)

ترجمہ: تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے اُن سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اُس نے اُن سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا۔

ہمارا ایمان ہے خلافت پہ
یہ ملّت کی تنظیم کی جان ہے
نہ کیوں جان و دل سے ہوں اس پر فدا
اسی کے دَم سے ہے ہماری بقا

پیاری بہنو! میری تقریر کا عنوان ہے۔ خلافت ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ آنکھ باوجود روشنی رکھنے کے پھر بھی آفتاب کی محتاج ہے اِسی طرح دنیا کی عقلیں جو آنکھ کے مشابہ ہیں ہمیشہ آفتابِ نبوت کی محتاج رہتی ہیں۔ (خلاصہ حقیقۃ الوحی ، روحانی خزائن جلد22 صفحہ 115) اور ہم روزانہ دیکھتے ہیں کہ آفتاب یعنی سورج جب آنکھوں سے اوجھل ہوتا ہے تو چاند اور ستارے اُسی آفتاب سے روشنی لے کر آگے پہنچانا شروع کر دیتے ہیں۔ اِسی طرح نورانی اور روحانی آفتاب یعنی نبی کی وفات کے بعد خلفاء جگہ لے لیتے ہیں تا وہ روحانی نور جاری و ساری رہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مَا كَانَتِ النُّبُوَّةُ قَطُّ اِلَّا تَبِعَتْهَا خِلَافَةٌ (کنز العمال جلد6 صفحہ 119)

یعنی ہر نبوت کے بعد خلافت آتی ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"خلیفہ کے معنی جانشین کے ہیں، جو تجدید دین کرے۔ نبیوں کے زمانے کے بعد جو تاریکی پھیل جاتی ہے اس کو دور کرنے کے واسطے جو ان کی جگہ آتے ہیں انہیں خلیفہ کہتے ہیں"۔

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 383)

گویا خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں جو رسول یا نبی کا ظِلّ ہوتا ہے اور رسول یا نبی کے کمالات اپنے اندر رکھتا ہے۔ جس سے رسالت کے کام، اتحاد و یگانگت اور وحدتِ ملّی کا قیام تسلسل میں رہتا ہے اور خلافت، حبلُ اللہ بن کر یَدُ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَا عَةِ کا نظارہ پیش کرتی ہے۔ حضرت حذیفہ بن یمانؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اگر مجھے اُمت میں فتنہ و فساد اور افتراق و انتشار کا زمانہ ملے تو مَیں کیا کروں؟ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مسلمانوں کی جماعت اور اُس کے امام کے ساتھ وابستہ ہو جانا۔ (صحیح بخاری کتاب الفتن)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

"خلافت خدا کی طرف سے ایک بڑا انعام ہے جس کا مقصد قوم کو متحد کرنا اور تفرقہ سے محفوظ رکھنا ہے۔ یہ وہ لڑی ہے جس میں جماعت موتیوں کی مانند پروئی ہوتی ہے"

(خلافت، اہمیت، فضیلت و برکات مرتبہ حنیف احمد محمود صفحہ 248)

میری ناصرات بہنو! چونکہ آج میری تقریر کا عنوان "خلافت ہمارے لیے مشعلِ راہ" ہے۔ اس لیے مشعلِ راہ کے معنی بیان کر کے مَیں مضمون کو آگے بڑھاتی ہوں۔ مشعل، چراغ، شمع یا لالٹین کو کہتے ہیں جو انسان کو راستہ دکھلاتی ہے اور مشعلِ راہ سے مراد ایسے قُمقُمے ہیں جن کی روشنی سے راہ، سڑک یا راستہ جگمگ جگمگ کر رہا ہو اور مسافر با آسانی اپنی منزل تک پہنچ جائیں۔ تو خلافت بھی ایسا چراغ ہے جو مومنوں کے لیے اللہ تک پہنچنے کا راستہ روشن کرتا ہے۔ لُغات میں مجازی طور پر مشعلِ راہ کے معنی رہبر اور رہنما لکھے ہیں تو یوں میری تقریر کے عنوان کے معنی ہوں گے کہ خلافت میرا رہبر اور رہنما ہے جو مجھے درست راستہ دکھلاتی ہے اور جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ تک رسائی میں آسانی ہوتی ہے۔ انہی معنوں کی عکاسی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اشاد کر رہا ہے کہ آپؐ فرماتے ہیں۔ عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ

الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِیّنَ (ترمذی ابواب العلم) کہ تم میری اور میرے خلفائے راشدین مہدیین کی پیروی کرتے رہنا۔ عمومی طور پر مہدیین کے معانی اللہ سے ہدایت پا کر آگے ہدایت دینے کے ہوتے ہیں مگر اس کے ایک معنی خلفائے راشدین اور مہدی کے خلفاء کی سنت پکڑنے کے بھی ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفائے راشدین اور خلفائے مہدیین کا اکٹھا ذکر فرما کر دو دور کی خلافتوں کے سِروں کو آپس میں ملا دیا ہے اور برکتوں اور انعامات کو سانجھا قرار دیا ہے۔

سیدنا حضرت خلیفہ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

''انبیاء اور خلفاء اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول میں ممد ہوتے ہیں۔ جیسے کمزور آدمی پہاڑ کی چڑھائی پر نہیں چڑھ سکتا تو سونٹے یا کھڈ سٹک کا سہارا لیکر چڑھتا ہے۔ اسی طرح انبیاء اور خلفاء لوگوں کے لئے سہارے ہیں۔ وہ دیواریں نہیں جنہوں نے الٰہی قرب کے راستوں کو روک رکھا ہے بلکہ وہ سونٹے اور سہارے ہیں جنکی مدد سے کمزور آدمی بھی اللہ کا قرب حاصل کر لیتا ہے''۔

(الفضل 11 ستمبر 1937ء)

پیاری بہنو! آئیں اور دیکھیں کہ کن کن امور میں خلیفۃ المسیح ہمارے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ عنوان میں خلافت کا لفظ ہے لیکن چونکہ موجودہ امام، وقت کی آواز ہوتے ہیں اس لیے خلیفۃ المسیح کی زندگی پر مختصر نگاہ ڈالتے ہیں۔ سب سے پہلے حقوق اللہ کے حوالہ سے آپ کی باجماعت نمازیں آتی ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ نہایت مستعدی سے پانچوں نمازیں مسجد میں آکر پڑھاتے ہیں۔ آپ کی نمازوں میں خشوع و خضوع دیکھنے کو ملتا ہے۔ تلاوت میں سوز و رقت دیکھنے کو ملتی ہے۔ باوجود جماعتی کاموں کی بہتات کے اپنے اللہ کا حق یعنی نماز کی ادائیگی نہایت مستعدی اور متانت سے ادا فرماتے ہیں۔ لمبے سجدے اور رکوع اور تلاوت میں سوز مقتدی بھی جذب کر رہے ہوتے ہیں۔ حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ کی بالجہر پڑھی جانے والی تین نمازیں کم از کم 11 سے 12 منٹ لیتی ہیں۔ فرض نمازوں کے بعد تسبیحات بیٹھ کر مکمل کرتے ہیں جسے ہم میں سے بعض لوگ وقعت نہیں دیتے اور سلام پھیرنے کے فوراً بعد اٹھ کر باہر چلے جاتے ہیں اور دنیا کے کاموں میں مشغول ہو جاتے ہیں یا فون دیکھنے لگ جاتے ہیں۔ یہ تو مَیں نے حضور انور کی فرض نمازوں کا اختصار

سے ایک نقشہ کھینچا ہے۔ حضور انور کی انفرادی اور نفلی نمازوں کا تو کیا ہی کہنا۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ اپنے بچپن کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

”میرے ابا مجھے نماز فجر کے لیے اٹھایا کرتے تھے اور اگر مَیں گہری نیند میں ہوتا تو وہ میرے منہ پر پانی کے چھینٹے مارا کرتے تھے اس طرح مَیں گہری نیند سے اٹھنے کے قابل ہو جاتا تھا۔ فجر کے بعد وہ مجھے اور میرے بھائی کو ورزش کا کہتے۔ تو بچپن کی ابتدائی عمر سے ہی Disciplined اور قوائد و ضوابط کے مطابق زندگی تھی“

(حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خلافت جوبلی کے موقعہ پر ایک تاریخی انٹرویو۔ مجلس خدام الاحمدیہ صفحہ 12)

پیاری بہنو! اس بات کو بتانے کا مقصد یہ ہے کہ بچپن سے ہی اگر ہم اپنی سستی دور کریں اور وقت پر نماز کے لیے اٹھیں اور اگر ہماری والدہ ہمیں پانی کا چھینٹا مار کر بھی اٹھائیں تو بُرا نہ مانیں۔ حضور اقدس کی یہ باتیں ہمارے لیے مشعلِ راہ ہیں یا دوسرے معنوں میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بطور رہبر اور رہنما ہمارے لیے روشنی کے راستے استوار کر رہے ہوتے ہیں۔

دورہ امریکہ 2022ء کے دوران حضور انور سے ایک واقف نو نے یہ سوال پوچھا کہ میں نماز پڑھنے اور قرآن کریم کی تلاوت کرنے کی پوری کوشش کرتا ہوں۔ لیکن زیادہ تر میں اس لئے کرتا ہوں کہ مجھے ان چیزوں کے کرنے کی پابندی ہے۔ اس لئے نہیں کہ مجھے یہ پسند ہیں میں ان چیزوں سے محبت کرنا اور ان چیزوں میں خوشی محسوس کرنا کیسے سیکھوں؟

اس پر حضور انور نے فرمایا کہ آپ فجر کی ادائیگی میں کتنا وقت لگاتے ہیں؟ کیا نماز پڑھتے ہوئے سجدے میں کبھی اللہ کے سامنے رونے کا موقع ملا ہے؟ کیا نماز پڑھتے ہوئے آپ کے دل میں اطمینان پیدا ہوتا ہے؟ ...... آپ اپنی دن کی تمام نمازوں کے لئے زیادہ سے زیادہ 40-45 منٹ صرف کرتے ہیں۔ جبکہ ہوم ورک کے لیے اسکول کے بعد اپنی پڑھائی کے لئے آپ دن میں دو یا تین یا چار گھنٹے پڑھتے ہیں۔ اس لیے آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ آپ اپنی نمازوں کے ساتھ انصاف کر رہے ہیں۔ اگر آپ نماز جاری رکھیں تو سجدے میں اللہ سے یہ مانگیں کہ ”میرے روحانی درجات کو بڑھا دے میرے دل میں اطمینان عطا فرما اور مجھے ہمیشہ

اپنے قریب رکھ۔“..... آپ محسوس کریں گے کہ آپ کا اللہ سے اچھا تعلق ہے اور آپ اللہ سے دعا کے بغیر نہیں جی سکتے“۔

(حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کا دورہ امریکہ 2022ء 5 اکتوبر بروز بدھ، قسط 10 از الفضل آن لائن لندن)

پیاری ناصرات! دوسری بات تلاوتِ قرآن کریم کو بطور مشعلِ راہ بیان کروں گی۔ گو یہ بھی حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا انفرادی فعل ہے لیکن واقفین و واقفات نو اور ناصرات و اطفال کی کلاسز میں بچوں اور بچیوں کے سوالات کے جواب میں حضور اقدس اپنی روٹین بتا چکے ہیں جیسے کہ آپ نے بتایا کہ تہجد اور فجر کی نماز کے دوران وقفہ میں قرآن کریم کی تلاوت فرماتے ہیں پھر نماز فجر کے بعد بھی ترجمہ و تفسیر کے ساتھ سوچ و بچار کے ساتھ تلاوت فرماتے ہیں۔ پھر آپ نے ایک موقع پر فرمایا کہ اس کے علاوہ جب بھی مجھے قرآن کریم کی تلاوت کا موقع میسر آئے تو کر لیتا ہوں۔ پھر ایک موقع پر فرمایا کہ تلاوت کے دوران اگر کوئی اہم نکتہ اللہ تعالیٰ سلجھائے تو اُسے نوٹ بھی کر لیتا ہوں۔ حضور ایدہ اللہ نے ہم بچیوں کو روزانہ کم از کم دو رکوع کی تلاوت کی تلقین فرمائی ہوئی ہے۔ حضور انور نے اپنے دورہ امریکہ 2022ء کے دوران واقفات نو سے ایک ملاقات میں واقفات کو قرآن کریم کا ترجمہ پڑھنے کے بارے میں تلقین کرتے ہوئے فرمایا

”آپ سب کو قرآن کریم کا ترجمہ سیکھنا چاہیے۔ اگر نہیں سیکھیں گے تو آپ کو قرآنی مضامین سمجھ میں نہیں آئیں گے۔ قرآن کریم میں دی گئی ہدایات اور احکامات سمجھ نہیں آئیں گے۔ لازماً ترجمہ سیکھیں اور روزانہ ایک یا دو رکوع تلاوت کریں اور پھر اس کا ترجمہ بھی پڑھیں۔ اگر ممکن ہو تو یاد رکھنے کی کوشش بھی کرو یا کم از کم مشکل الفاظ کا ترجمہ یاد کرو۔ الاسلام ویب سائٹ پر لفظی ترجمہ موجود ہے وہاں سے سیکھنا شروع کریں۔“

(حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کا دورہ امریکہ 2022ء قسط 17 از الفضل آن لائن لندن)

پیاری بہنو! حقوق اللہ میں ایک عبادت جس کا انسان کے افعال سے اظہار ہوتا ہے وہ نفلی اور فرضی روزے ہیں۔ رمضان کے مقدس مہینہ میں حضور انور کے روسٹرم پر دورانِ خطبہ قہوہ نہیں رکھا ہوتا یعنی حضور روزے سے ہوتے ہیں۔ حضور نے بارہا احباب جماعت کو تلقین فرمائی کہ چھوٹے چھوٹے عذر کی وجہ سے فرض روزے نہیں چھوڑنے چاہئیں۔ روزوں کے دوران آپ کی خوارک میں بھی اعتدال نظر آتا ہے۔ کسی بچے کے سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا تھا کہ مَیں افطاری میں روٹین کا کھانا کھاتا ہوں۔

پکوڑوں، سموسوں سے پرہیز کرتا ہوں۔ ہاں سنتِ رسول کے مطابق اپنے کھانے میں کھجور کا اضافہ کر لیتا ہوں۔ یہی کیفیت سحری کی بھی ہے۔

پیاری ناصرات! ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ ہم خلیفہ وقت سے کس طرح اپنا تعلق مضبوط کر سکتے ہیں اس سلسلہ میں حضور اقدس ہماری رہنمائی کے لئے فرماتے ہیں:

”میری پرورش ایسے ماحول میں ہوئی تھی جس میں یہ سکھایا گیا تھا کہ خلافت کے بغیر کوئی زندگی نہیں، کوئی روحانی زندگی نہیں۔ جب میں وقف کر کے غانا گیا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کو باقاعدگی سے خطوط لکھتا تھا۔ پھر حضرت خلیفہ المسیح الرابع رحمہ اللہ کو بھی اسی طرح باقاعدگی سے خطوط لکھتا تھا۔ پھر میں اپنے لیے دعا بھی کرتا رہتا تھا کہ میں ہمیشہ خلافت کے قریب رہوں اور کبھی بھی ایسا کچھ نہ کروں کہ جس سے خلیفہ وقت کو تکلیف ہو۔ یہ دو چیزیں ہیں جن سے آپ خلافت سے تعلق مضبوط کر سکتے ہیں۔ خلیفہ المسیح سے زندہ تعلق قائم رکھیں اور پھر خلیفہ وقت کے لئے مسلسل دعائیں کرتے رہیں۔ اپنے لیے بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ایمان میں بڑھائے اور خلیفہ المسیح سے سے تعلق میں ترقی اور مضبوطی عطا فرمائے“۔

(حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کا دورہ امریکہ 2022ء قسط 17 از الفضل آن لائن لندن)

میری ناصرات بہنو! آئیں! تقریر کے آخری حصہ میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے حقوق العباد کے حوالہ سے بات کر کے اپنی تقریر کو ختم کرتی ہوں۔ حضور انور ملنے والوں سے نہایت متانت، شگفتگی اور ہنستے مسکراتے چہرے کے ساتھ ملتے ہیں۔ آپ کا چہرہ متبسّم نظر آتا ہے اور ملنے والے کی طبیعت کو گھائل کر لیتا ہے۔ دنیاوی انسان پر اگر کام کا اتنا بوجھ ہو تو وہ عمومی طور پر غصے میں نظر آتا ہے۔ اپنے ملنے والے ملاقاتیوں اور ماتحتوں سے سختی اور درشتی سے ملتا ہے مگر روحانی دنیا کا یہ پہلوان اپنے ملاقاتیوں سے محبت و پیار سے ملتا ہے ، نرمی اور متانت سے بات کرتا ہے۔ آپ نے ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی ایک محفل میں بچوں سے بات کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ آپ نے مجھے کبھی ملاقاتیوں سے ناراض ہوتے یا سختی کرتے نہیں دیکھا ہو گا۔ تو اس ناطے بھی آپ ہمارے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

پیاری ناصرات! ہم اپنے پیارے حضور سے ملاقات بھی کرتے ہیں انفرادی بھی اور اجتماعی آن لائن ملاقات بھی۔ ان ملاقاتوں میں ہونے والے سوالوں کے جواب بھی ہمارے لیے مشعلِ راہ ہوتے ہیں مثلاً جیسے حضور انور نے لجنہ اور ناصرات کی ڈنمارک میں مورخہ 19 فروری 2023ء کو ایک آن لائن ملاقات میں ایک ناصرہ کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ

”خلیفہ وقت کا ہاتھ بٹائیں، اس کے مدد گار بنیں، اپنے آپ کو نیک بنائیں، اپنی عبادتوں کے معیار بڑھائیں اور اچھی طرح پانچوں نمازیں پڑھا کریں۔ پھر احمدی نفل پڑھیں، قرآن کریم کو پڑھیں، اس کا علم حاصل کریں اور اس پہ عمل کرنے کی کوشش کریں، اس کی نیکیوں کو اختیار کریں اور اللہ تعالیٰ نے جن برائیوں سے منع کیا ہے ان کو چھوڑیں۔ پھر یہ پیغام دنیا کو بھی پہنچائیں، تبلیغ کریں۔ اس طرح آپ لوگ خلیفہ وقت کے سلطان نصیر بن جاتے ہیں۔ سلطان نصیر کا مطلب ہوتا ہے ”اعلیٰ قسم کے مدد گار“۔ تو مدد کرنے والے بن جاؤ“۔

تو دیکھیں! پیارے حضور نے کس طرح سے ہمیں اپنا مدد گار بننے کی تلقین فرمائی ہے جس میں تمام دینی احکامات بھی شامل ہو گئے۔

پیاری بہنو! حضور اقدس کے خطبات ہمارے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ ان میں ہماری تربیت کے لیے بہت سی باتیں ہوتی ہیں اور بعض دفعہ ہمیں اپنے بہت سارے ایسے سوالوں کے جواب بھی مل جاتے ہیں جو ہم اپنے دماغوں میں سوچ رہے ہوتے ہیں اور ایسا لگتا ہے جیسے حضور نے ہماری سوچ پڑھ لی ہو تو یہ ایک خدا کے ایک خلیفہ کی ہی خصوصیت ہے اور بعض دفعہ یہ خطبات سُن کر خیال آتا ہے کہ

جو آرہی ہے صدا غور سے سنو اس کو
کہ اس صدا میں خدا بولتا سا لگتا ہے

ہم اپنے پیارے امام کی انہی ہدایات کی وجہ سے بہت سارے غلط کاموں سے بچ جاتے ہیں کیونکہ ہم اپنے پیارے آقا کی اطاعت کرتے ہیں ان کی باتوں کو مانتے ہیں ان پر عمل کرتے ہیں۔ ہم جب انہیں خط لکھتے ہیں تو اپنی ہر بات، اپنا دل کھول کر اُن کے سامنے رکھ دیتے ہیں، دعا کی درخواست کرتے ہیں اور حضور

ہمارے لیے دعا بھی کرتے ہیں۔ حضور انور خود بھی اپنے لیے اور تمام احمدی احباب کے لیے بھی دعا کرتے ہیں جیسا کہ حضور نے ناصرات الاحمدیہ نائجیریا کے ساتھ ایک آن لائن ملاقات میں فرمایا تھا کہ ”احمدی مجھے دعا کے لیے خطوط لکھتے ہیں اور میں ان کے لیے دعا کرتا ہوں۔ میں ان کے مسائل کے حل کے لیے اللہ سے مدد مانگتا ہوں کہ وہ ان کے مسائل کو حل کر دے اور ان کی مدد فرمائے۔ اور جب بھی مجھے کسی پریشر کا سامنا ہوتا ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں۔ اس کے سامنے جھکتا ہوں۔ اور پھر اللہ تعالیٰ میرے دل کو تسکین عطا فرماتا ہے اور وہ پریشر دور ہو جاتا ہے۔ جب کبھی بھی آپ کسی مسئلے سے دوچار ہوں تو آپ کو بھی اپنی نمازوں میں مستقل مزاجی سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے۔“

(الفضل انٹرنیشنل 13 اکتوبر 2021ء)

ہمارے پیارے امام نے ایک مرتبہ وقف نو سے ملاقات کے دوران ایک چھوٹی سی دعا پڑھنے کے بارہ میں فرمایا تھا کہ

” یہ دعا بھی پڑھا کریں رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ مجھے یہ دعا پسند ہے اور آپ کو بھی پڑھنی چاہیے“

(حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کا دورہ امریکہ 2022ء 5 اکتوبر بروز بدھ، قسط 10 از الفضل آن لائن لندن)

آپ کی باتیں چاہے وہ خطبات میں ہوں، خطابات میں ہوں یا ملاقاتوں کے دوران کی گئی ہوں سب ہماری رہنمائی کرتی ہیں۔ آپ کا ہر عمل، ہر بات ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس مشعل کی روشنی میں اپنے پیارے خدا کی طرف جانے والے ہر راستے کو روشن کر دے۔ آمین

وہ جس پہ رات ستارے لیے اترتی ہے
وہ ایک شخص دعا ہی دعا ہمارے لیے
وہ نور نور دمکتا ہوا سا اک چہرا
وہ آئنوں میں حیا ہی حیا ہمارے لیے

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

﴾12﴿ ﴾مشاہدات۔300﴿

میں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا

وَوَصَّیۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَیۡہِ اِحۡسٰنًا ؕ حَمَلَتۡہُ اُمُّہٗ کُرۡہًا وَّوَضَعَتۡہُ کُرۡہًا ؕ وَحَمۡلُہٗ وَفِصٰلُہٗ ثَلٰثُوۡنَ شَہۡرًا ؕ حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ اَشُدَّہٗ وَبَلَغَ اَرۡبَعِیۡنَ سَنَۃً ۙ قَالَ رَبِّ اَوۡزِعۡنِیۡۤ اَنۡ اَشۡکُرَ نِعۡمَتَکَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنۡ اَعۡمَلَ صَالِحًا تَرۡضٰہُ وَاَصۡلِحۡ لِیۡ فِیۡ ذُرِّیَّتِیۡ ؕۚ اِنِّیۡ تُبۡتُ اِلَیۡکَ وَاِنِّیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ (الاحقاف:16)

ترجمہ: اور ہم نے انسان کو تاکیدی نصیحت کی کہ اپنے والدین سے احسان کرے۔ اسے اس کی ماں نے تکلیف کے ساتھ اٹھائے رکھا اور تکلیف ہی کے ساتھ اُسے جنم دیا اور اُس کے حمل اور دودھ چھڑانے کا زمانہ تیس مہینے ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنی پختگی کی عمر کو پہنچا اور چالیس سال کا ہو گیا تو اس نے کہا اے میرے ربّ! مجھے توفیق عطا کر کہ میں تیری اُس نعمت کا شکریہ ادا کر سکوں جو تُو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کی اور ایسے نیک اعمال بجا لاؤں جن سے تُو راضی ہو اور میرے لئے میری ذرّیّت کی بھی اصلاح کر دے۔ یقیناً میں تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں اور بلاشبہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

نہ ہو گا کبھی اپنا اخلاص کم
بڑھے گا اسی سے ہمارا قدم
خلافت کے زیر نگیں ہو جہاں
خلافت سے ملت ہمیشہ جواں

میرے ساتھیو! مجھے آج اپنی گزارشات میں انصار اللہ کے عہد کے ایک حصے پر روشنی ڈالنی ہے اور وہ الفاظ یہ ہیں کہ **میں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔**

مجلس انصار اللہ، جماعت احمدیہ کے افراد کی وہ تنظیم ہے جس کا ممبر 40 سال کی عمر سے بنتا ہے۔ پھر اپنی وفات تک اس کا ممبر رہتا ہے۔ دیگر ذیلی تنظیموں کی طرح مجلس انصارُ اللہ کا بھی ایک عہد ہے جو ہر اجلاس سے قبل دہرایا جاتا ہے جو یہ ہے کہ

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

"میں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظام خلافت کی حفاظت کے لئے ان شاء اللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز میں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔" ان شاء اللہ تعالیٰ

سامعین! مجلس انصارُ اللہ کے اِس عہد میں خلافت کے حوالے یہ تین باتیں شامل ہیں۔

نمبر: 1۔ مَیں خلافتِ احمدیہ کے ساتھ ہمیشہ وابستہ رہوں گا

نمبر: 2۔ اِس کے استحکام کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے تیار رہوں گا

نمبر: 3۔ اپنی اولاد کو بھی خلافت سے وابستہ رکھوں گا

انصار بھائیو! اِس وقت مجھے اِن امور میں سے تیسرے حصہ یعنی **مَیں اپنی اولاد کو بھی خلافت سے وابستہ رکھوں گا** پر اپنے انصار بھائیوں کے سامنے کچھ عرض کرنی ہے۔ اگر ہم انصار اللہ کے عہد کا دیگر ذیلی تنظیموں کے عہدوں سے موازنہ کریں تو اِس نمبر تین "اپنی اولاد کو بھی خلافت سے وابستہ رکھوں گا" کا انصار اللہ کے عہد میں اضافہ ہے۔ اولاد کو خلافت سے وابستہ کرنے کا کسی اور ذیلی تنظیم کے عہد میں ذکر نہیں ملتا۔ جس سے انصار اللہ کی اُن ذمہ داریوں کا اندازہ ہوتا ہے جو بانی تنظیم حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ذہن میں تھیں جب آپؓ عہد انصار اللہ تشکیل دے رہے تھے کہ خلافت کی حفاظت، اُس سے وابستگی اور اُس کے استحکام کے لئے نہ ایک ناصر نے خود کوشش کرنی ہے اور اِس کے لئے قربانی دینی ہے بلکہ اپنے اہلِ خانہ، اپنی اولاد، نسل اور جماعت کے بچوں میں بھی خلافت سے محبت اور عقیدت اور وفا کے قرینے مسلسل پیدا کرنا، انہیں سکھلانا اور اِس کی نگرانی بھی کرنی ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے ایک موقع

پر جماعت کے بچوں کی تربیتی ذمہ داری بھی انصار اللہ پر ڈالتے ہوئے انہیں انصار کی اولاد قرار دیا ہے۔ اِس ناطے جماعت کے تمام بچوں کی تعلیم و تربیت اور خلافت سے وابستگی انصار کی اوّلین ذمہ داری ہے۔

انصار بھائیو! اپنی گزارشات میں آگے بڑھنے سے قبل مَیں عہد انصار اللہ اور تقریر کے آغاز پر تلاوت کی گئی آیتِ کریمہ کی مناسبت سے یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ اِس آیت میں انسان کے چالیس سال کی عمر میں پہنچنے پر اِس کی ذمہ داریوں کا ذکر ہے جن میں ایک یہ ہے کہ وہ دعا کرے وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ۚ کہ مَیں ایسے نیک اعمال بجالاؤں جن سے تُو راضی ہو اور میرے لئے میری ذرّیّت کی بھی اصلاح کر دے۔ اور اس کے مقابل پر جب ہم عہد انصار کو دیکھتے ہیں جو چالیس سال کی عمر کو پہنچنے کے بعد لیا جاتا ہے اُس کے الفاظ یہ ہیں کہ **مَیں اپنی اولاد کو بھی خلافت سے وابستہ رکھوں گا۔** ہر دو جگہ اولاد کے حق میں اُن کی تعلیم و تربیت کرنے کے ذکر کے ساتھ خود بھی اور اولاد کو بھی خلافت سے وابستہ رکھنا اور اِس کے لئے دعائیں کرنا چالیس سال سے اوپر انصار بھائیوں کا فریضہ ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”جماعتی ترقی اور تعلیم و تربیت اور اگلی نسل کو سنبھالنے میں عورت اور مرد خاص طور پر وہ جو چالیس سال سے اوپر کی عمر کے ہیں بڑا اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اگر اپنی اس ذمہ داری کو ہماری عورتیں اور مرد حقیقی رنگ میں محسوس کرلیں اور جو ذمہ داریاں مرد اور عورت پر ہیں ان پر بھرپور طور پر توجہ دیں اور ان ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی کوشش کریں تو اگلی نسل کے جماعت سے جڑے رہنے اور ان کے اخلاص و وفا میں بڑھتے چلے جانے کی ضمانت مل سکتی ہے...... اگر ہم تقویٰ پر قائم رہتے ہوئے اپنی اور اپنے بچوں کی اصلاح کی طرف نظر رکھیں گے، اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے اپنے آپ کو اور اپنے بچوں کو اس نظام کا حصہ بنائے رکھیں گے جو اللہ تعالیٰ نے قائم فرمایا تو ہم بھی اس رحمت اور فضل کے حاصل کرنے والے بن جائیں گے جو خدا تعالیٰ نے جماعت کے لئے مقدر کئے ہوئے ہیں اور ہم بھی اور ہماری نسلیں بھی ان شاء اللہ تعالیٰ فتوحات دیکھیں گی۔ اگر ہم میں سے کوئی عمر کے اس حصے میں پہنچا ہوا ہے جہاں بظاہر زندگی کا کچھ حصہ نظر آرہا ہے، بڑی عمر ہے، ویسے تو کسی کا نہیں پتہ کہ کب قضا آجائے، لیکن بہرحال بڑی عمر کے لوگوں کو زیادہ فکر ہوتی ہے۔ جو اس میں بھی پہنچا ہوا ہے تو جس طرح بچوں کی دنیاوی بہتری کے

لئے بڑی عمر کے لوگوں کو فکر ہوتی ہے، بڑا تردّد ہوتا ہے، اسی طرح اسے دینی حالت کی بہتری اور جماعت سے اپنی نسلوں کو جوڑے رکھنے کے لئے بھی فکر ہونی چاہیے ..... انصار اللہ کی عمر چالیس سال سے شروع ہوتی ہے۔ گویا انصاراللہ کی عمر میں انسان اپنی پختگی کی عمر کو پہنچ جاتا ہے اور سوچ میں گہرائی پیدا ہو جاتی ہے اور جب یہ صورت ہو تو اس عمر میں پھر آخرت کی فکر بھی ہونی چاہئے اور یہی ایک ایسے شخص کا، ایک ایسے مومن کا رویہ ہونا چاہئے جس کو اللہ تعالیٰ پر ایمان ہو، یقین ہو اور تقویٰ میں ترقی کرنے کے لئے اس کی کوشش ہو تو پھر اس کی یہ سوچ ہونی چاہئے کیونکہ ایک احمدی نے اپنے عہد میں، عہدِ بیعت میں اس بات کا اقرار کیا ہوا ہے کہ اس نے تقویٰ میں ترقی کرنی ہے، تمام اعلیٰ اخلاق اپنانے ہیں، اس لئے اس کو تو عمومی طور پر اور اس پختہ عمر میں خاص طور پر یہ سوچ اپنے اندر بہت زیادہ پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ انصار اللہ ہیں۔ ایک ایسی عمر ہے جو نَحۡنُ اَنۡصَارُاللّٰہ کا اعلان کرتے ہیں۔ ان کو تو ہر وقت یہ بات اپنے پیشِ نظر رکھنی چاہئے۔"

(خطبہ جمعہ یکم اکتوبر2010ء)

سامعین! ہم اپنے ماحول میں روزانہ ہی عمارتیں تعمیر ہوتی دیکھتے ہیں۔ اِس کے لئے میٹریل کے استعمال کے لئے مضبوط سے مضبوط اور اچھے سے اچھا میٹریل پر غور کیا جاتا ہے۔ انجنیئرز اور ٹھیکیداروں سے اِس حوالے سے مشورے کئے جاتے ہیں زلزلوں اور سیلاب سے مقابلہ کرنے اور ان کو برداشت کرنے کی سکت پر منصوبہ بندی ہوتی ہے۔ پھر بھی یہ تسلی نہیں دی جاسکتی کہ یہ عمارت ہر قسم کے خطرات اور آفات سے محفوظ ہو گئی ہے۔ لیکن روحانی دنیا میں ایک عمارت ایسی ہے جو اللہ تعالیٰ نے دین کی مضبوطی کے لئے بنائی ہے اور وہ خلافت کی عمارت ہے جو اِس دور میں صرف جماعت احمدیہ کو ملی ہے۔ اِس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ اب یہ خلافت تا قیامت تمہارے اندر رہے گی۔ ہاں اس کی حفاظت کرنا، اس کے لئے قربانیاں دینا اب تمہارا کام ہے۔ اِس عمارت کو مضبوط سے مضبوط کرنے کے لئے جس میٹریل کی ضرورت ہے اُس کا ذکر اللہ تبارک وتعالیٰ نے آیتِ استخلاف کے بعد اگلی آیت میں یوں بیان فرمایا ہے۔

وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ (النور:57)

ترجمہ: اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

درویش! یہ چمن یوں ہی رہے مہکتا
ہم ہوں اس کی خوشبو بسانے کے قابل

سامعین! اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہاں جس روحانی میٹریل کا ذکر فرمایا ہے اُن میں نماز کے قیام کے ساتھ زکوٰۃ کی ادائیگی اور اطاعتِ رسول کا ذکر ہے۔ اِن میں زکوٰۃ بہت وسیع مفہوم اپنے اندر لئے ہوئے ہے اِس میں ایک مومن جو استعدادیں اور وقت اللہ اور دین کی خاطر خرچ کرتا ہے وہ سب شامل ہیں اور اطاعتِ رسول میں ہر وہ عمل شامل ہے جو ایک مومن اپنے آقا و مولی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے نمائندوں کی اقتداء میں کرتا ہے۔ لہذا خلافت کی حفاظت اور اِس کے استحکام کے لئے دعائیں کرنا، صدقات دینا، چندوں کی بروقت ادائیگی، نوافل پڑھنا، نمازیں بروقت ادا کرنا، قرآن کریم کی تلاوت روزانہ باقاعدگی سے کرنا اور تسبیح و تحمید اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود پڑھنا روز کا معمول بنا کر خلافت کی عمارت کو مضبوط سے مضبوط تر کیا جا سکتا ہے۔ بالخصوص انصار کو اپنا خون پسینہ اِس میں سب سے پہلے شامل کر کے دوسروں کے لئے نمونہ بننا ہے اور اپنی اولاد اور جماعت کے بچوں کو اِن اوصاف سے آراستہ کرنا بہت ضروری ہے، یہی انصار کی ذمہ داری ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر ایسا کروگے اور خلافت کی مضبوطی کے لیے نمازیں پڑھوگے، زکوۃ دوگے تو اللہ تم پر رحم فرمادے گا۔ گویا خلافت کا روحانی انعام اور استحکام اس صورت میں ممکن ہے کہ مجلس انصاراللہ کا ہر ممبر قیام نماز کے لئے نہ صرف سربستہ ہو جائے بلکہ اپنی اولاد کو بھی اِس کا عادی بنائے۔ جس سے روحانی ترقی ہوگی۔ کیونکہ روحانی ترقی کا عظیم الشان انعام خلافت ہی ہے۔ جس کے لئے مجلس ہمیشہ سرگرم عمل ہے۔

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے انصار اللہ یوکے 2023ء کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

”اس حقیقت کو ہر ناصر کو سمجھنا چاہیے کہ اس نے اپنی عبادت کے معیار کو بڑھانا ہے۔ اپنی نمازوں کی حفاظت کرنی ہے۔ باجماعت نماز کی طرف توجہ دینی ہے۔ گھروں میں اپنی اولاد کے سامنے اپنی عبادت کے

معیار کے نمونے قائم کرنے ہیں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مثال دی ہے کہ قرآن کریم نے حضرت ابراہیم کی یہی خوبی بیان کی ہے کہ وہ اپنی اولاد کو نماز کی تلقین کرتے رہتے تھے اور یہی اصل خدمت اور فرض انصار اللہ کا ہے..... پس وہ لوگ جو نمازوں کی ادائیگی میں سستی سے کام لیتے ہیں انہیں بہت فکر کی ضرورت ہے۔ اگر نمازوں کی ادائیگی کے ذریعے اپنے نمونے قائم نہیں کریں گے تو اولادیں کس طرح دین پر قائم ہوں گی۔ پھر اگر اولاد بگڑ جاتی ہے تو شکوہ نہیں ہونا چاہیے۔"

(خطاب بر موقع سالانہ اجتماع انصار اللہ یو کے مورخہ 8 اکتوبر 2023ء)

انصار بھائیو! آج بھی خلافتِ احمدیہ ہم سے تقاضا کرتی ہے کہ ہم اپنی عبادتوں کو زندہ کریں۔ دعائیں کریں۔ روزے رکھیں اور حضرت خلیفۃ المسیح کی آواز پر لبیک کہیں۔ اطاعت کے نمونے دکھائیں کہ جس کی مثالیں ہماری اولادوں کے لئے قابل تقلید ہوں۔

جب مجلس انصار اللہ نے اپنی 75 سالہ جوبلی منائی تو خلیفہ وقت نے اس موقع پر بھی انصار کو اپنے معیارِ عبادت اور اپنے معیارِ قربانی بڑھانے کی طرف توجہ دلائی۔ اگر ہم اپنی عبادتوں کو قائم کرتے ہیں۔ اس مقصد کو حاصل کر رہے ہیں جو مقصدِ پیدائش ہے تو پھر ہم خلافت کے دست و بازو بنیں گے۔ اگر اس مقصد سے دور ہو رہے ہیں تو پھر کھوکھلے نعرے ہیں جس کی کوئی قیمت نہیں۔

جو مانگو گے ملے گا سایہ تخت خلافت میں
دعاؤں کی فلک سے استجابت کو چلے آؤ

انصار بھائیو! ہم اِس بات کے گواہ ہیں کہ انصار اللہ نے اپنے اِس عہد پر اپنی پوری بساط سے قدم مارے اور جماعت پر ذرا بھر قدغن نہیں آنے دی۔ 1934ء کا زمانہ ہو جس میں احرار نے قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجانے کا دعویٰ کیا یا 1953ء کا زمانہ ہو جس میں حکومت پاکستان کے مولویوں نے جماعت کو تکالیف پہنچانے کے سامان پیدا کیے۔ پھر 1974ء کا وقت جس میں حکومت وقت کے قانون سازی کے ذریعہ اپنے زعم میں ایک مسئلہ حل کیا۔ یا 1984ء کا زمانہ ہو جس میں سربراہ حکومت نے براہ راست خلافت سے ٹکر

لی۔ ان تمام مشکل اور کٹھن ادوار میں انصار نے اپنی جانیں، اموال اور وقت کو خدا کے لئے قربان کر دیا۔ ہر دور میں مجلس انصاراللہ نے نہ صرف خود بلکہ اپنی اولادوں کو بھی خلافت سے وابستہ رکھا۔

الٰہی ہمیں تو فراست عطا کر
خلافت سے گہری محبت عطا کر
ہمیں دکھ نہ دے کوئی لغزش ہماری
رہے گا خلافت کا فیضان جاری

خلافت احمدیہ آج دنیا میں ایک ایسا چمکتا ہوا ہیرا ہے۔ جس کی قیمت کا اندازہ شاید اس کو ماننے والے بھی نہ لگا سکتے ہوں۔ یہ وعدہ آج دنیا میں صرف خدا تعالیٰ نے احمدیت کے ساتھ کیا ہے کہ ان میں تاقیامت خلافت رہے گی۔ اس وعدہ کی تکمیل کے لئے اور خلافت کے استحکام کے لئے سب سے اہم کام مجلس انصاراللہ کے ذمہ اپنی اولاد کو بھی خلافت کے ساتھ وابستہ رکھنا ہے۔ ہم یہ عہد کرتے ہیں کہ ہم اپنی اولاد کو بھی خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کریں گے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم خلافت کی اطاعت و فرمانبرداری کے اعلیٰ نمونے دکھائیں۔ تا ہمارے نمونے دیکھ کر ہماری اولادیں خلافت کے ساتھ وابستہ رہیں۔

رہیں گے خلافت سے وابستہ ہم
جماعت کا قائم ہے اس سے بھرم
نہ ہو گا کبھی اپنا اخلاص کم
بڑھے گا اسی سے ہمارا قدم

۞۞۞۞

﴿13﴾ ﴿مشاہدات۔248﴾

صحبتِ صالحین

(ارشادات حضرت مسیح موعودؑ کی روشنی میں)

اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (التوبہ:119)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

رہیں ہم دُور ہر بدکیش و بد سے
رہے صحبت ہمیں اہلِ وفا کی
بنائیں دل کو گلزارِ حقیقت
لگائیں شاخ زہد و اتّقا کی
رسول اللہ ہمارے پیشوا ہوں
ملے توفیق اُن کی اقتدا کی

سامعین! آج مجھے "صحبتِ صالحین" کے موضوع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کی روشنی میں اظہار خیال کرنا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"عجیب موثر نظارہ ہو گا جو زندگی میں ایک جماعت تھے مرنے کے بعد بھی ایک جماعت ہی نظر آئے گی۔ یہ بہت ہی خوب ہے جو پسند کریں وہ پہلے سے بندوبست کر سکتے ہیں کہ یہاں دفن ہوں جو لوگ صالح معلوم ہوں ان کی قبریں دُور نہ ہوں۔ ریل نے آسانی کا سامان کر دیا ہے اور اصل تو یہ ہے وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۔ مگر اس میں یہ کیا لطیف نکتہ ہے کہ بای ارض تدفن نہیں لکھا۔ صلحاء کے پہلو میں دفن بھی ایک نعمت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے کہ مرض الموت میں انہوں نے حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہلا بھیجا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں جو جگہ ہے انہیں دی جاوے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایثار سے کام لے کر وہ جگہ ان کو دے دی تو فرمایا مَا بَقِیَ هَمٌّ بَعْدَ ذَالِكَ یعنی اس کے بعد اب مجھے کوئی غم نہیں جبکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ میں مدفون ہوں۔"

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 286 ایڈیشن 1984ء)

سامعین! اس ارشاد سے ثابت ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد بھی کسی نیک بندے کی صحبت اختیار کرنا صحبت صالحین کی طرح ہے۔ تو رواں زندگی میں نیک بزرگوں اور صلحاء کے پاس بیٹھ کر فیض حاصل کرنا کتنا ضروری اور سودمند ہے۔ اب جبکہ دنیا Global Village بلکہ گلوبل ڈرائنگ روم کی صورت اختیار کر چکی ہے اور نیک، پرہیزگار، متقی اور صلحاء کی باتیں آڈیو، وڈیو اور تصاویر کی شکل میں موبائل فونز کے ذریعہ ہمارے پاس آموجود ہوتی ہیں تو انٹرنیٹ اور مواصلاتی سیاروں کے یہ ذرائع بھی صحبت صالحین کے زمرے میں آتے ہیں، یہ کہنا بھی عین حقیقت ہے کہ آج کے جدید ترین دور میں صحبت صالحین حاصل کرنے کے جو ذرائع ہمیں اللہ تعالیٰ نے مہیا فرمائے ہیں وہ اس سے پہلے اتنے سہل اور آسان نہ تھے۔ جیسے قرآن کریم، اس کے تراجم و تفاسیر، حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال یعنی احادیث اور اعمال یعنی سنتِ رسول اور بزرگانِ سلف کی سیرت و سوانح کے علاوہ آج کے دور کے حکم و عدل حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کی مختلف تقریبات، مجالس اور قادیان کی خوش قسمت گلیوں اور محلوں میں چہل قدمی کے دوران کلمات طیبات، ملفوظات، ضخیم اور پُر معارف نکات اور دقیق علوم پر مبنی کتب کا سیٹ روحانی خزائن، عزیزوں اور قریبی احباب کو رقم کئے ہوئے مکتوبات اور خطوط نیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہونے والی وحی و الہام، رؤیا و کشوف اور سچی پیش خبریوں پر مشتمل اشتہارات کی صورت میں علموں بھرا خزانہ ہماری تعلیم و تربیت کرنے کے لئے نیک صحبت کے طور پر چھوڑا۔ آپؑ کی وفات کے بعد آپؑ کے پانچوں خلفاء کے خطبات، خطابات اور کتب اپنے ورثہ میں ہماری روحانی حیات کو سنوارنے کے لئے چھوڑی ہیں۔ بالخصوص ہمارے موجودہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے دور میں Live خطابات و خطبات، ورچوئل ملاقاتیں ایم ٹی اے کے ذریعہ ہم سنتے، دیکھتے، محظوظ ہوتے ہیں اور روحانی غذا کے طور پر ہم اسے اپنے دل و دماغ کا حصہ بناتے ہیں تو یہ بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ خداوند کریم کا احسانِ عظیم اس صدی کا

انقلابی جماعتی میڈیئم یعنی ایم ٹی اے صحبت صالحین کا ایک اہم ذریعہ آج کے دور میں بن کر سامنے آیا ہے۔ اس کے علاوہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کی رہنمائی میں روزنامہ الفضل انٹرنیشنل کے ذریعہ یہ انتشارِ روحانی ہو رہا ہے یعنی علمی، اخلاقی، دینی، تربیتی اور معلوماتی فیض بانٹا جا رہا ہے اور لاکھوں احباب وخواتین اس سے روزانہ فیضیاب ہو رہے ہیں۔ یہ بھی آج کے دور میں صحبت صالحین ہی ہے۔ جسے احباب جماعت اور قارئین آج کی جدید اور انوکھی ''تربیت گاہ'' کا نام دے رہے ہیں۔ صالحین کی صحبت کا فیض بانٹنے والی ایسی بیٹھک سے موسوم کر رہے ہیں جہاں سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سن کر ہر کس وناقص اپنی جھولیاں بھر کر گھر کو لوٹ رہا ہے پھر اپنے امام سے خطوط کے ذریعہ رابطہ رکھنا بھی صحبت صالحین کا اہم ذریعہ ہے۔ اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ خط لکھنا نصف ملاقات کے برابر ہوتا ہے۔

پیارے حضور کا 22 اکتوبر 2021ء کا ایم ٹی اے کا معروف اور ہر دلعزیز پروگرام This week with Hazoor میں کینیڈا سے ایک نوجوان واقفِ نو نے جب حضور سے کوئی سوال عرض کیا تو حضور نے فرمایا: ''آپ ہی ہیں جو کچھ عرصے سے مجھے خط لکھ رہے ہیں جس میں بعض سوالات ہوتے ہیں۔'' اسے صحبت صالحین نہ کہیں تو کس نام سے یاد کریں؟ اس طرح کے سینکڑوں واقعات ہماری تابناک تاریخ میں موجود ہیں کہ ہمارے خلفاء نے خطوط کے ذریعہ احباب کو پہچانا اور ہزاروں لاکھوں میں یاد رکھا۔ ہمیں بھی صحبت صالحین کے اس بہت فائدہ مند ذریعہ کو اپنانے اور اپنے پیارے آقا کی خدمت اقدس میں دعا کے لئے خطوط تحریر کرتے رہنا چاہئے۔

سامعین! صحبت صالحین پر آج خاکسار اس تقریر کو مامور زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عظیم اور پاکیزہ ارشادات سے مزیّن کرے گا۔ آپؑ نے ایک جگہ اچھی اور بری صحبت کی بہت عمدہ مثال یوں دی ہے کہ ایک مکھی گندگی پر بیٹھتی ہے اور گندگی اور بیماری پھیلاتی ہے جبکہ ایک دوسری مکھی جو شہد کی مکھی کہلاتی ہے وہ پھولوں پر بیٹھتی ہے اور ایک ایسی خوراک تیار کرتی ہے جو شہد کہلاتا ہے اور شفاء للناس ہے۔ ہیں دونوں Bees مگر اپنی اپنی صحبت سے وہ کیا مہیا کرتی ہیں۔

صحابہؓ کی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت

آپؑ فرماتے ہیں:

”صحابہ کرامؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے اور بڑے بڑے نقصان برداشت کئے۔ اُن کو اس بات کا علم تھا کہ صحبت سے جو بات حاصل ہوتی ہے وہ اور طرح ہرگز حاصل نہ ہوگی۔“

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 351)

آپؑ فرماتے ہیں:

”دنیا میں دو قسم کے تعلقات ہوتے ہیں۔ ایک جسمانی تعلقات۔ جیسے ماں، باپ، بھائی، بہن وغیرہ کے تعلقات۔ دوسرے روحانی اور دینی تعلقات۔ یہ دوسری قسم کے تعلقات اگر کامل ہو جائیں تو سب قسم کے تعلقات سے بڑھ کر ہوتے ہیں۔ اور یہ اپنے کمال کو تب پہنچتے ہیں جب ایک عرصہ تک صحبت میں رہے۔ دیکھو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو صحابہؓ کی جماعت تھی، اس کے یہ تعلقات ہی کمال کو پہنچے ہوئے تھے جو انہوں نے نہ وطن کی پرواہ کی اور نہ اپنے مال و املاک کی اور نہ عزیز و اقارب کی۔ یہاں تک کہ اگر ضرورت پڑی تو انہوں نے بھیڑ بکری کی طرح اپنے سر خدا کی راہ میں رکھ دیئے۔ وہ شدائد و مصائب جو ان کو پہنچ رہے تھے، ان کے برداشت کرنے کی قوت اور طاقت ان کو کیونکر ملی۔ اس میں یہی سرّ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلقات بہت گہرے ہو گئے تھے۔ انہوں نے اس حقیقت کو سمجھ لیا تھا، جو آپؐ لے کر آئے تھے اور پھر دنیا اور اس کی ہر چیز ان کی نگاہ میں خدا تعالیٰ کے لقاء کے مقابلہ میں کچھ ہستی رکھتی ہی نہیں تھی۔“

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 140 ایڈیشن 2016ء)

درخت سے تعلق رکھنے والی شاخ ہی زندہ رہتی ہے

آپؑ فرماتے ہیں:

”آپ نے جو آج مجھ سے بیعت کی ہے یہ تخم ریزی کی طرح ہے۔ چاہیئے کہ آپ اکثر مجھ سے ملاقات کریں اور اس تعلق کو مضبوط کریں جو آج قائم ہوا ہے جس شاخ کا تعلق درخت سے نہیں رہتا وہ آخر خشک ہو کر گر جاتی ہے۔“

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 37-38 ایڈیشن 1984ء)

صحبت صالحین کے لئے مرکز آنا

فرمایا:

”ہمیں بہت افسوس ہے کہ بعض لوگ کچے ہی آتے ہیں اور کچے ہی چلے جاتے ہیں۔ حالانکہ یہ اُن کا فرض ہے کہ یہاں آکر چند روز رہیں اور اپنے شبہات پیش کر کے پختگی حاصل کریں تو پھر ان سے دوسرے مخالف اور عیسائی ایسے بھاگیں گے جیسے لاحول سے شیطان بھاگتا ہے۔“

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 283-284 ایڈیشن 2016ء)

سامعین! آپؑ مقربین کی درگاہ میں بیٹھنے والوں کے حوالے سے فرماتے ہیں۔

”یہ مسلمہ امر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے مقرب کے پاس رہنا گویا ایک طرح سے خود خدا تعالیٰ کے پاس رہنا ہوتا ہے۔“

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 316 ایڈیشن 2016ء)

ایک انگریز نے ایک دفعہ حضورؑ سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ کشمیر میں ایک بڑا ہوٹل بناؤں اور وہاں ہر ملک و دیار کے لوگ جو سیر و سیاحت کے لئے آتے ہیں ان کو تبلیغ کروں۔ حضورؑ نے فرمایا کہ ”ہمیں اس سے دنیاداری کی بو آتی ہے۔ اگر اسے سچا اخلاص خدا کے ساتھ ہے اور اس کی غرض تحصیل دینی ہے تو اول یہاں (قادیان) آکر رہے۔“

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 316 ایڈیشن 2016ء)

صحبت صالحین ایک کیمیا ہے

آپؑ نے ایک دفعہ کسی بزرگ کا فارسی شعر کسی جگہ پڑھا۔ جو یہ ہے

ہر کہ روشن شُد دل وجان ودرُوں از حضرتش
کیمیا باشد بسر برون دمے در صحبتش

یعنی جس کے جان و دل اور باطن خدا کے حضور سے روشن کئے گئے ہیں ان کی صحبت میں ایک لمحہ گزارنا بھی کیمیا ہے۔

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 485 ایڈیشن 2016ء)

اصلاحِ نفس اور صحبت صالحین

آپؑ فرماتے ہیں:

”وہ عظیم الشان ذریعہ جس سے ایک چمکتا ہوا یقین حاصل ہو اور خدا تعالیٰ پر بصیرت کے ساتھ ایمان قائم ہو ایک ہی ہے کہ انسان ان لوگوں کی صحبت اختیار کرے جو خدا تعالیٰ کے وجود پر زندہ شہادت دینے والے ہوں خود جنہوں نے اس سے سن لیا ہے کہ وہ ایک قادر مطلق اور عالم الغیب تمام صفات کاملہ سے موصوف خدا ہے۔

ابتداء میں جب انسان ایسے لوگوں کی صحبت میں جاتا ہے تو اس کی باتیں بالکل انوکھی اور نرالی معلوم ہوتی ہیں وہ بہت کم دل میں جاتی ہیں گو دل ان کی طرف کھینچی جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اندر کی گندگیوں اور ناپاکیوں سے ان معرفت کی باتوں کی ایک جنگ شروع ہو جاتی ہے جو کچھ گرد و غبار دل پر بیٹھا ہوتا ہے صادق کی باتیں ان کو دور کر کے اسے جلا دینا چاہتی ہے تا اس میں یقین کی قوت پیدا ہو جیسے جب کبھی کسی آدمی کو مسہل دیا جاتا ہے تو دست آور دوائی پیٹ میں جا کر ایک گڑ گڑاہٹ سی پیدا کر دیتی ہے اور تمام مواد ردّیہ اور فاسدہ کو حرکت اور جوش دے کر باہر نکالتی ہیں اسی طرح پر صادق ان ظنیات کو دور کرنا چاہتا ہے اور سچے علوم اور اعتقاد صحیحہ کی معرفت کرانی چاہتا ہے اور وہ باتیں اس دل کو جس نے بہت بڑا زمانہ ایک اور ہی دنیا میں بسر کیا ہوا ہوتا ہے ناگوار اور ناقابلِ عمل معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن آخر سچائی غالب آجاتی ہے اور باطل پرستی کی قوتیں مر جاتی ہیں اور حق پرستی کی قوتیں نشو و نما پانے لگتی ہیں۔ پس میں اس نور کو لے کر آیا ہوں اور دنیا میں قوتِ یقین کو پیدا کرنا چاہتا ہوں اور اس قوت کا پیدا ہونا صرف الفاظ اور باتوں سے نہیں ہو سکتا، بلکہ یہ ان نشانات سے نشو نما پاتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مقتدرانہ طاقت سے صادقوں کے ہاتھ پر ظہور پاتے ہیں۔“

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 365-366 ایڈیشن 2016ء)

”سنو! انسان کامل مومن اس وقت تک نہیں ہوتا، جب تک کفار کی باتوں سے متاثر نہ ہونے والی فطرت حاصل نہ کر لے اور یہ فطرت نہیں ملتی جب تک اس شخص کی صحبت میں نہ رہے جو گمشدہ متاع کو واپس لانے کے واسطے آیا ہے۔ پس جب تک وہ اس متاع کو نہ لے لے اور اس قابل نہ ہو جائے کہ مخالف باتوں کا اس پر کچھ بھی اثر نہ ہو تو اس وقت تک اس پر حرام ہے کہ اس صحبت سے الگ ہو کیونکہ وہ اس بچہ کی مانند

ہے جو ابھی ماں کی گود میں ہے اور صرف دودھ ہی پر اس کی پرورش کا انحصار ہے۔ پس اگر وہ بچہ ماں سے الگ ہو جاوے تو فی الفور اس کی ہلاکت کا اندیشہ ہے۔ اسی طرح اگر وہ صحبت سے علیحدہ ہوتا ہے تو خطرناک حالت میں جا پڑتا ہے۔ پس بجائے اس کے کہ دوسروں کو درست کرنے کے لئے کوشش کر سکتا ہو خود الٹا متاثر ہو جاتا ہے اور اوروں کے لئے ٹھوکر کا باعث بنتا ہے۔ اس لئے ہم کو دن رات جلن اور افسوس یہی ہے کہ لوگ بار بار یہاں آئیں اور دیر تک صحبت میں رہیں۔ انسان کامل ہونے کی حالت میں اگر ملاقات کم کر دے اور تجربہ سے دیکھ لے کہ قوی ہو گیا ہوں تو اس وقت اسے جائز ہو سکتا ہے کہ ملاقات کم کر دے کیونکہ بعید ہو کر بھی قریب ہی ہوتا ہے لیکن جب تک کمزوری ہے وہ خطرناک حالت میں ہے۔"

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 136 ایڈیشن 2016ء)

"وہ آدمی جو کسی تریاقی صحبت میں رہے اور اس طرح رہے جو رہنے کا حق ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کو ایسے زہروں سے بچالیتا ہے اور یہ بات کہ انبیاء علیہم السلام کی یا آسمانی کتابوں کی ضرورت کیوں ہوتی ہے؟ بہت صاف امر ہے۔ دیکھو آنکھ میں بھی ایک روشنی اور نور ہے، لیکن وہ سورج کی روشنی کے بغیر دیکھ نہیں سکتی۔ آنکھ خدا نے دی ہے ساتھ ہی دوسری روشنی بھی پیدا کر دی ہے، کیونکہ یہ نور دوسرے نور کا محتاج ہے۔ اسی طرح اپنی عقل جب تک آسمانی نور اور بصیرت اس کے ساتھ نہ ہو کچھ کام نہیں دے سکتی۔ نادان ہے وہ شخص جو کہتا ہے کہ ہم مجرد عقل سے بھی کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔ خدا نے جو طریق مقرر کیا ہے۔ اس کو حقارت کی نگاہ سے مت دیکھو۔ بہت سے اسرار اور امور ہیں جو مجھ پر کھولے گئے ہیں۔ اگر میں ان کو بیان کروں تو خاص آدمیوں کے سوا جو صحبت میں رہتے ہیں باقی حیران رہ جائیں۔

پس ان لوگوں کو دیکھ کر حیرت اور رونا آتا ہے جو کسی صادق کی پاک صحبت میں نہیں رہے۔ ان لوگوں کو جو ذاتیات پر اعتراض کرتے ہیں۔ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ وہ کوئی ایک اعتراض تو دکھائیں جو پہلے کسی نبی پر نہ کیا گیا ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو اعتراض آریوں نے کئے ہیں کیا وہ ان اعتراضوں سے جو مجھ پر ہوئے بڑھے ہوئے نہیں ہیں؟ حضرت مسیح پر یہودیوں نے جس قدر اعتراض کیے ہیں یا آریوں نے کئے ہیں۔ وہ دیکھو کس قدر ہیں؟ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک ذات پر جس قدر الزام لگائے جاتے ہیں ان کا شمار تو کرو۔"

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 137-138 ایڈیشن 2016ء)

سفید کپڑا اور صحبت

فرمایا:

"کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (التوبہ:119) بھی اسی واسطے فرمایا گیا ہے۔ سادہ سنگت بھی ایک ضرب المثل ہے۔ پس یہ ضروری بات ہے کہ انسان باوجود علم کے اور باوجود قوت وشوکت کے امام کے پاس ایک سادہ لوح کی طرح پڑا رہے تا اس پر عمدہ رنگت آوے۔ سفید کپڑا اچھا رنگا جاتا ہے اور جس میں اپنی خودی اور علم کا پہلے سے کوئی میل کچیل ہوتا ہے اس پر عمدہ رنگ نہیں چڑھتا۔ صادق کی معیت میں انسان کی عقدہ کشائی ہوتی ہے اور اسے نشانات دیئے جاتے ہیں جن سے اس کا جسم منور اور روح تازہ ہوتی ہے۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 262-263 ایڈیشن 2016ء)

سامعین! آپؑ فرماتے ہیں۔

"صادقوں کی صحبت میں رہنا بہت ضروری ہے خواہ انسان کیسا علم رکھتا ہو۔ طاقت رکھتا ہو، لیکن صحبت میں رہنے سے جو اس کے شبہات دور ہوتے ہیں اور اسے علم حاصل ہوتا ہے وہ دوسرے طور سے حاصل نہیں ہوتا۔"

(البدر جلد 2 نمبر 8 مورخہ 13 مارچ 1903ء صفحہ 59)

عادتوں کے کیڑے

پھر فرمایا۔

"زندگی کا اعتبار نہیں ہے۔ ایک دن آنے کا ہے اور ایک دن جانے کا ہے معلوم نہیں کب مرنا ہے۔ علم ایک طاقت انسان کے اندر ہے۔ اس کے اوپر وساوس اور شبہات پڑتے ہیں۔ عادتوں کے کیڑے مثل برتن کی میل کی طرح انسان کے اندر چمٹے ہوئے ہیں۔ اس کا علاج یہی ہے کہ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (التوبہ:119)۔ پس اگر آپ چند روز یہاں ٹھہر جاویں تو اس میں آپ کا کیا حرج ہے؟ اس طرح ہر ایک بات کا موقعہ آپ کو مل جائے گا دنیا کے کام تو یونہی چلے چلتے ہیں۔ اور کبھی ختم نہیں ہوتے۔

کارِ دنیا کسے تمام نہ کرد

ہر چہ گیرید مختصر گیرید

بہت لوگ ہمارے پاس آئے اور جلد رخصت ہونے لگے۔ ہم نے ان کو منع کیا مگر وہ چلے گئے۔ آخر کار پیچھے سے انہوں نے خط روانہ کیے کہ ہم نے گھر پہنچ کر بنایا تو کچھ نہیں اگر ٹھہر جاتے تو اچھا ہوتا اور انہوں نے یہ بھی لکھا کہ ہمارا جلدی آنا ایک شیطانی وسوسہ تھا۔"

(ملفوظات جلد4 صفحہ 263 ایڈیشن 2016ء)

برف کے تودوں پر چل کر

سامعین! حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی تاکید فرمائی ہے کہ جب دنیا ختم ہونے پر ہوگی تو اس اُمّت میں سے مسیح موعود پیدا ہوگا۔ لوگوں کو چاہیے کہ اس کے پاس پہنچیں خواہ ان کو برف پر چل کر جانا پڑے۔ اس لئے صحبت میں رہنا ضروری ہے کیونکہ یہ سلسلہ آسمانی ہے۔ پاس رہنے سے باتیں جو ہوں گی ان کو سنے گا جو کوئی نشان ظاہر ہو اسے سوچے گا۔ آگے ہی زندگی کا کون سا اعتبار تھا مگر اب تو جب سے یہ سلسلہ طاعون کا شروع ہوا ہے کوئی اعتبار مطلق نہیں رہا۔ آپ نفس پر جبر کر کے ٹھہریئے اور جو شبہ وخیال پیدا ہو وہ سناتے رہیے۔ اَن پڑھ اور اُمّی لوگ جو آتے ہیں ان کی باتیں اور شبہات کا سننا بھی ہمارا فرض ہے۔ اس لئے آپ بھی اپنے شبہات ضرور سنایئے یہ ہم نہیں کہتے کہ ہدایت ہو یا نہ ہو۔ ہدایت تو امرِ ربّی ہے۔ کسی کے اختیار میں نہیں ہے۔"

(ملفوظات جلد4 صفحہ 263۔264 ایڈیشن 2016ء)

نیک اعمال کے لئے صحبت

فرمایا:

"خدا کے فضل کے سوا تبدیلی نہیں ہوتی اعمالِ نیک کے واسطے صحبت صادقین کا نصیب ہونا بہت ضروری ہے۔ یہ خدا کی سنت ہے ورنہ اگر چاہتا تو آسمان سے قرآن شریف یونہی بھیج دیتا اور کوئی رسول نہ آتا۔ مگر انسان کو عمل درآمد کے لئے نمونہ کی ضرورت ہے۔ پس اگر وہ نمونہ نہ بھیجتا رہتا تو حق مشتبہ ہو جاتا"

(ملفوظات جلد4 صفحہ 266 ایڈیشن 2016ء)

مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ

آپؑ فرماتے ہیں:

”جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے اور اس کی عظمت کو دل میں جگہ دیتے ہیں خدا تعالیٰ اُن کو عزت دیتا اور خود اُن کے لئے ایک سپر ہو جاتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے ہو جاوے اللہ تعالیٰ اس کا ہو جاتا ہے۔“

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 356)

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چند ارشادات بطور نمونہ ازدیاد ایمان کے لئے خاکسار نے پیش کئے ہیں۔ یہ موضوع بہت اہم اور بابرکت ہے۔ کسی نے صحبت کے مضمون کو گلاب اور دیگر پھولوں سے تشبیہ دی ہے کہ جہاں پھولوں کی کیاریاں ہوں وہاں سے آنے والی ہوائیں بھی خوشبودار ہو جاتی ہیں اور فضا مہک جاتی ہے۔ یہاں تک کہ گلاب کی پتیاں جس زمین پر گرتی ہیں وہ زمین بھی گلاب کی خوشبو سے معطر ہو جاتی ہے۔

پنجابی کے معروف صوفی شاعر میاں محمد بخش (مصنف منظوم مجموعہ کلام: سیف الملوک) نے کیا خوب کہا ہے

چنگے بندے دی صحبت یارو جیویں دکان عطاراں
سودا پاویں مول نہ لیّے ھُلے آن ہزاراں
بُرے بندے دی صحبت یارو جیویں دکان لوہاراں
کپڑے پاویں کُنج کُنج بیٹھیے چنکاں آن ہزاراں

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مضمون کو کیا ہی نفیس اور پُر حکمت انداز میں بیان فرمایا ہے کہ ”ایک شخص کستوری اٹھائے ہوئے ہو اور دوسرا بھٹی جھونکنے والا ہو۔ کستوری والا مفت میں خوشبو دے جائے گا۔ اس کی مہک سے تو فائدہ اٹھا جائے گا (یہ ذکر الٰہی کی محافل ہیں) اور بھٹی والے کے قریب بیٹھنے سے کپڑے جل جائیں گے اور اس کا بدبودار دھواں تنگ کرے گا۔“ (مسلم کتاب البرّ و الصلۃ)

اس حدیث کی تشریح میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ ہم سب کو کستوری کی خوشبو بانٹنے والا بنائے اور ہمارے اندر وہ پاک تبدیلیاں پیدا ہوں جو نہ صرف ہمیں فائدہ پہنچا رہی ہوں بلکہ لوگ بھی ہم سے فائدہ اٹھا رہے ہوں۔“

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 398)

سامعین! ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

”ہمیشہ ایسی مجالس میں بیٹھنا اور اٹھنا چاہئے جہاں سے نیکی کی باتیں پتہ لگیں۔ تقویٰ کی باتیں پتہ لگیں، اللہ اور رسولؐ کے احکامات کا علم ہو۔ اگر اپنی اصلاح کرنی ہے اور اپنی زندگی سنوارنا چاہتے ہیں اور دینی علم حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیشہ جیسا کہ حدیث میں آیا اپنی صحبت نیک لوگوں میں رکھنی چاہئے اور ایسی مجالس کی تلاش میں رہنا چاہئے۔“

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 491)

اللہ تعالیٰ ہمیں صلحاء اور نیک بزرگوں کی صحبت بالخصوص حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کی پاکیزہ صحبت یعنی ارشادات و نصائح کو سننے اور ان پر بھرپور عمل کرنے کی توفیق سے نوازتا رہے۔ آمین

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اُس پر نثار
اِسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب؟
اُسے دے چکے مال و جاں بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اُس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اِس خاک سے

۞۞۞۞

﴿14﴾ ﴿مشاہدات۔852﴾

صحبتِ صالحین کی اہمیت

(خلفاء کے اِرشادات کی روشنی میں)

اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ (التوبہ:119)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے۔" خلفائے احمدیت کے ارشادات کی روشنی میں صحبتِ صالحین کی اہمیت۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں:

"تقویٰ کی حقیقت منکشف نہیں ہوتی سچا متقی انسان بن نہیں سکتا جب تک صادقوں اور راستبازوں کی صحبت میں رہنے کا اس کو موقع نہ ملے اور اُن کی معیت اختیار نہ کرے کیونکہ تقویٰ اللہ کی حقیقت منحصر ہے اوّلاً اللہ تعالیٰ کی ہستی پر کامل یقین پر اور یہ یقین بجز خدا تعالیٰ کے راست بازوں کی صحبت میں رہنے کے پیدا نہیں ہوتا کیونکہ اس صحبت میں رہ کر وہ اللہ تعالیٰ کے عجائبات قدرت کو مشاہدہ کرتا ہے اور خارق عادت امور کو دیکھتا ہے جو انسانی طاقتوں اور ارادوں سے بالاتر ہوتے ہیں۔ ان امور اور عجائبات کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ پر ایمان پیدا ہونے لگتا ہے اور پھر اس کی صفات پر یقین آتا ہے جس سے تقویٰ اللہ کی حقیقت اُس پر کھلنے لگتی ہے اور وہ متقی بننے لگتا ہے۔"

(خطبات نور صفحہ 44)

آپؓ فرماتے ہیں:

”مجھے اپنے طالب علمی کے زمانہ کا ایک واقعہ یاد ہے جب میں ہندوستان میں تعلیم پاتا تھا تو میرے ایک مہربان تھے جو بڑے ہی پرہیز گار اور صالح آدمی تھے۔ ان کا نام شاہ عبد الرزاق تھا۔ رام پور روہیل کھنڈ میں رہتے تھے اور یہ سید احمد بریلوی کے معتقد تھے۔ مَیں عموماً ان کی ملاقات کے واسطے جایا کرتا تھا اور اُن کے پاس بیٹھا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ کئی دن تک مجھے ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع نہ ملا۔ اس غیر حاضری کے بعد جب مَیں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا کہ تم اتنے دنوں تک کیوں نہیں آئے۔ مَیں نے عرض کی کہ یونہی آنا نہیں ہو سکا۔ اس پر مجھے فرمایا کہ کیا تم کبھی قصاب کی دکان پر بھی نہیں گئے ہو؟ دو تین مرتبہ اس فقرہ کو دہرایا مگر میری سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ اس سے آپ کا کیا مطلب ہے اور میری غیر حاضری اور حاضری کو اس سے کیا تعلق؟ پھر آپ نے ہاتھ کے اشارے سے سمجھایا کہ دیکھو قصاب تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد اپنی دونوں چھریوں کو کس طرح باہم رگڑ تا لیتا ہے حالانکہ بظاہر اس کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس سے عارف کو سبق لینا چاہیے کہ دنیا کے دھندوں اور تعلقات میں انسان کے قلب پر ایک قسم کا زنگ چڑھ جاتا ہے اور معرفت کی تیزی جلد کند ہونے لگتی ہے جس کے واسطے ضروری ہے کہ انسان وقتاً فوقتاً صادقوں کی صحبت میں رہ کر اس زنگ کو دور کرتا رہے اور ان کی نیک صحبت سے اس تیزی اور جلا کو قائم رکھے۔“

(خطبات نور صفحہ 52-53)

آپؓ فرماتے ہیں:

”ضروری بات یہ ہے کہ انسان عرصہ دراز تک خدا تعالیٰ کے معمور کی صحبت میں حسنِ ظن اور ارادت کے ساتھ بیٹھے اور وفاداری اور اخلاص کے ساتھ اس کے نمونہ کو اختیار کرے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس پر فضل کرے اور اُس کو نیکیوں اور اخلاقِ فاضلہ کا وارث بناوے۔ مَیں کسی اور کی بابت کوئی رائے نہیں دے سکتا اپنی نسبت کہتا ہوں اور اپنی کمزوریوں پر کر کے خیال کرتا ہوں کہ مَیں اس گاؤں سے ایک گھنٹہ کے لیے بھی باہر جانا اپنی موت سمجھتا ہوں۔ بجز ایسی حالت اور صورت کے کہ مجھے حضرت امام نے حکم دیا ہو۔“ (خطبات نور صفحہ 106)

آپؓ فرماتے ہیں:

"جس طرح گندا کوڑا کرکٹ اعلیٰ مقامات میں جا کر اچھا ہو جاتا ہے اسی طرح اچھی صحبت میں گندہ انسان اپنی حالت کو تبدیل کر لیتا ہے۔ اسی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (التوبہ:119) راستبازوں کا ساتھ ہونا کوئی معمولی بات نہیں۔ وہ عرب جو سوائے اونٹ چرانے کے کچھ نہیں جانتے تھے جب انہوں نے دنیا میں اسلام کا نور پھیلایا تو کس طرح خدائے تعالیٰ نے اُن پر فضل و کرم فرمایا اور انہوں نے کیسی عزت حاصل کی۔ وہ صحبت کا نتیجہ تھا۔"

(خطبات نور صفحہ 536)

سامعین! حضرت مصلح موعودؓ نے صالحین کی صحبت میں بیٹھنے کے فلسفہ کو نہایت عمدگی کے ساتھ اپنے ایک لیکچر میں یوں بیان فرمایا ہے:

"اسی لئے صحبت صالح کا حکم ہے اس میں یہی حکمت ہے خدا کے برگزیدہ بندوں کی بات تو تحریر کے ذریعہ یا دوسروں کی زبانی بھی معلوم ہو سکتی ہے۔ پھر کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ (التوبہ:119) میں صادقوں کی صحبت میں رہنے کا کیوں اشارہ کیا گیا ہے۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہ کر تعلیم حاصل کرنے یا مسیح موعود کا اپنی صحبت میں رہنے کی تاکید کرنے کا کیا مطلب ہے؟ درحقیقت بات یہ ہے کہ صرف الفاظ اس قدر اثر نہیں رکھتے جس قدر وہ رَو رکھتی ہے جو قلب سے نکلتی ہے اور چونکہ ہر قلب ایسا نہیں ہوتا جو اسے دور سے محسوس کر سکے اس لئے قریب ہونے کی وجہ سے چونکہ رَو کی شدت بڑھ جاتی ہے اور جلدی اثر ہو جاتا ہے اس لئے قرب کا حکم دیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کو بتایا گیا کہ جو تیرے زمانہ کے لوگ ہوں گے وہ اچھے ہوں گے اور جو ان سے بعد کے ہوں گے وہ ان سے کم درجہ کے ہوں گے اور جو ان سے بعد کے ہوں گے وہ ان سے کم درجہ کے ہوں گے...... اب سوال ہوتا ہے کہ ان سب کی اصلاح تو قرآن کریم اور احادیث کے ذریعہ ہوئی اور اسی طرح سے وہ پاک۔ وصاف ہوئے پھر وجہ کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانہ کے لوگ اعلیٰ درجہ رکھتے ہیں اور ان کے بعد کے ان سے کم اور ان کے بعد کے ان سے بھی کم۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ پہلوں پر جس قدر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعودؑ کے وجود پاک سے نکلی ہوئی لہر کا اثر ہوا وہ بُعدِ زمانی کی

وجہ سے بعد والوں پر کم ہوتا گیا۔ دیکھو! پانی میں جب پتھر پھینکا جائے تو قریب قریب کی لہریں بہت نمایاں اور واضح ہوتی ہیں اور جوں جوں لہریں پھیلتی جاتی ہیں مدھم ہوتی جاتی ہیں یہی حالت روحانی لہروں کی ہوتی ہے ان پر جوں جوں زمانہ گزرتا جاتا ہے اور وہ پھیلتی جاتی ہیں تو گو مٹتی نہیں مگر ایسی کمزور اور مدہم ہوتی ہیں کہ ہر ایک دل انہیں محسوس نہیں کرتا اور جو محسوس کرتا ہے وہ بھی پورے طور پر محسوس نہیں کر سکتا۔ اس لئے جن لوگوں کو روحانیت کی لہر پیدا کرنے والے وجود کا قربِ مکانی یا قربِ زمانی حاصل ہوتا ہے وہ اس لہر سے زیادہ فائدہ اٹھاتے ہیں اور بعد میں آنے والوں سے بہت بڑھے ہوئے ہوتے ہیں۔

قربِ مکانی اور زمانی کے اثر کا عام اور ظاہری ثبوت اس سے مل سکتا ہے کہ آپ لوگوں نے کئی دفعہ تجربہ کیا ہوگا اگر کسی کو کوئی کام کرنے کے لئے خط لکھا جائے تو وہ انکار کر دیتا ہے اگر خود اس کے پاس جاکر کہا جائے تو کام کر دیتا ہے۔ ہر ایک کہنے والا نہیں جانتا کہ اس کی کیا وجہ ہے اور کہا جاتا ہے کہ منہ دیکھے کا لحاظ کیا گیا ہے لیکن دراصل وہ رَو کا اثر ہوتا ہے جو قرب کی وجہ سے زیادہ پڑتا ہے اور اس طرح جس کو کچھ کہا جائے وہ مان لیتا ہے۔ اسی طرح وہی تقریر جو ایک جگہ مقرر کے منہ سے سنی جائے جب چھپی ہوئی پڑھی جائے تو اس کا وہ اثر نہیں ہوتا جو سننے کے وقت ہوتا ہے۔ اس وقت بڑا مزا اور لطف آتا ہے لیکن چھپی ہوئی پڑھنے سے ایسا مزا نہیں آتا۔ جس پر کہہ دیا جاتا ہے کہ لکھنے والے نے اچھی طرح نہیں لکھی لیکن بات یہ ہوتی ہے کہ لکھنے والا تو صرف الفاظ ہی لکھتا ہے۔ وہ لہریں جو تقریر کرنے والے سے نکل رہی ہوتی ہیں ان کو محفوظ نہیں کر سکتا۔ اس لئے صرف الفاظ کا اتنا اثر نہیں ہوتا جتنا لہروں کے ساتھ ملنے سے ہوتا ہے جو قرب کی وجہ سے سننے والے تک پورے طور پر پہنچ رہی ہوتی ہیں۔ اس لئے تقریر سننے سے زیادہ اثر ہوتا ہے اور پڑھنے کے وقت ایک تو بُعد ہوتا ہے اور دوسرے صرف لفظ ہوتے ہیں اس لئے وہ لطف نہیں آتا نہ اتنا اثر ہوتا ہے۔"

(اصلاح اعمال کی تلقین، انوار العلوم جلد 4 صفحہ 171-173)

سامعین! حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحبت صالحین کے متعلق میں فرماتے ہیں کہ

"انسان ہمیشہ اپنے گندے جلیسوں کی وجہ سے تباہی کے گڑھے میں گرا کرتا ہے۔ وہ پہلے تو اپنے دوستوں کی مصاحبت پر فخر کرتا ہے۔ مگر جب اسے کسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو وہ بے اختیار کہہ اٹھتا ہے کہ

لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا کہ اے کاش! مَیں فلاں کو اپنا دوست نہ بناتا اس نے تو مجھے گمراہ کر دیا۔ اسی وجہ سے قرآن کریم نے مومنوں کو خاص طور پر نصیحت فرمائی ہے کہ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (التوبہ:119) یعنی اے مومنو! تم ہمیشہ صادقوں کی معیت اختیار کیا کرو۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنے گردوپیش کی اشیاء سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا مگر وہ اپنی دوستی اور ہم نشینی کے لئے ان لوگوں کا انتخاب کرے گا جو اعلیٰ اخلاق کے مالک ہوں گے اور جن کا مطمح نظر بلند ہو گا تو لازماً وہ بھی اپنی کمزوریوں کو دور کرنے کی کوشش کرے گا اور رفتہ رفتہ اس کی یہ کوشش اس کے قدم کو اخلاقی بلندیوں کی طرف بڑھانے والی ثابت ہو گی۔ لیکن اگر وہ بُرے ساتھیوں کا انتخاب کرے گا تو وہ اسے کبھی راہ راست کی طرف نہیں لے جائیں گے۔ بلکہ اسے اخلاقی پستی میں دھکیلنے والے ثابت ہوں گے۔“

(تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ 481)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قیامت کے دن چند قسم کے آدمیوں پر اللہ تعالیٰ کا سایہ ہو گا اور ان آدمیوں میں سے ایک وہ دو شخص ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے لیے آپس میں محبت کرتے ہوں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسی لیے اُن لوگوں کو جو ابتدائی زمانہ میں بیعت کرتے تھے حُبِّیْ فِی اللّٰہِ لکھا کرتے تھے۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہوتا تھا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے لیے مجھ سے تعلق پیدا کیا ہے اور قیامت کے روز آپ اللہ تعالیٰ کے سایہ کے نیچے ہوں گے۔ لیکن جہاں دوستی اور محبت ایسی اعلیٰ چیز ہے کہ انسانوں کو اللہ تعالیٰ کے سایہ کا مستحق بنا دیتی ہے وہاں مَیں دیکھتا ہوں یہی بعض اوقات تباہی اور بربادی کا موجب بھی ہو جایا کرتی ہے۔ میرا روزمرہ کا مشاہدہ ہے اور قریباً ہر روز کوئی نہ کوئی ایسا واقعہ میرے سامنے آجاتا ہے کہ شخص اچھا نیک دیندار اور مخلص ہوتا ہے مگر ابھی ایسے اعلیٰ مقام پر نہیں پہنچا ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کی خاص حفاظت میں ہو۔ وہ اپنی ذات میں خوبیاں رکھتا ہے مگر کسی دوست یا رشتہ دار کی وجہ سے ٹھوکر کھا کر کہیں کا کہیں جانکلتا ہے۔ اس کے اندر اپنی ذات میں تباہی کے سامان نہ تھے مگر اس کے دوست نے اسے تباہ کر دیا۔ کیا کوئی خیال کر سکتا ہے کہ ایسی دوستی کسی مصرف کی ہو سکتی ہے جو کسی کو بچانا تو الگ رہا خود کو بھی تباہ کر دے۔“ (خطبات محمود جلد 13 صفحہ 204 سال 1931ء)

حضورؓ فرماتے ہیں:

”صادقین کی صحبت ایسی ہے کہ اس کے ذریعہ انسان پاک کیا جاتا ہے۔ صحبت کا اثر ایک مانی ہوئی بات ہے۔ لوگ اکسیر کو تلاش کرتے پھرتے ہیں میرے نزدیک دنیا میں اگر کوئی اکسیر ہے تو صحبت صادقین۔ مبارک وہ جو اس سے فائدہ حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (التوبہ:119) یعنی اے مومنو! تقویٰ اختیار کرو اور اس تقویٰ کے حصول کا ذریعہ کیا ہے؟ یہ کہ تم صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ صادقوں میں ایک برقی اثر ہوتا ہے جس سے گناہوں کے جراثیم مارے جاتے ہیں۔ صادق خدا کے حضور ایک عزت رکھتا ہے۔ اس کے طفیل صادق سے تعلق رکھنے والا بھی باریاب ہو جاتا ہے۔“

(زریں ہدایات برائے مبلغین صفحہ 29 جلد اوّل)

حضرت مصلح موعودؓ نے ایک مثال بیان فرمائی ہے کہ ایک سکھ طالبعلم تھا جس کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑی عقیدت تھی۔ تو اس نے آپؑ کو لکھا کہ پہلے تو مجھے خدا کی ہستی پر بڑا یقین تھا لیکن اب مجھے کچھ کچھ شکوک و شبہات پیدا ہونے لگ گئے ہیں۔ تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو جواب دیا کہ تمہارے ساتھیوں میں سے کوئی دہریت کے خیالات رکھتا ہے جس کا تم پہ اثر پڑ رہا ہے، اس لیے اپنی جگہ بدل لو۔ چنانچہ اس نے اپنی سیٹ بدل لی اور خود بخود اس کی اصلاح ہو گئی۔ فرماتے ہیں کہ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ انسان پر کتنا بُرا اثر پڑتا ہے۔ یعنی یہی حکمت ہے جس کے ماتحت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس کسی مجلس میں تشریف رکھتے تھے تو بڑی کثرت سے استغفار فرمایا کرتے تھے تا کہ کوئی بُری تحریک آپؐ کے قلبِ مُطہّر پر اثر انداز نہ ہو۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ 481-482)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ خلیفہ وقت سے ملاقات کو بھی صحبت صالحین قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

”تمام مخلصین داخلین سلسلہ بیعت اس عاجز پر ظاہر ہو کہ بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ تا دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو اور اپنے مولیٰ کریم اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل پر غالب آجائے اور ایسی

حالت انقطاع پیدا ہو جائے جس سے سفر آخرت مکروہ معلوم نہ ہو۔ لیکن اس غرض کے حصول کے لیے صحبت میں رہنا اور ایک حصہ اپنی عمر کا اس راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے تا اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو کسی برہان یقینی کے مشاہدہ سے کمزوری اور ضعف اور کسل دور ہو اور یقین کامل پیدا ہو کر ذوق اور شوق اور ولولہ عشق پیدا ہو جائے سو اس بات کے لیے ہمیشہ فکر رکھنا چاہیے اور دعا کرنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ یہ توفیق بخشے اور جب تک یہ توفیق حاصل نہ ہو کبھی کبھی ضرور ملنا چاہیے کیونکہ سلسلہ بیعت میں داخل ہو کر ملاقات کی پرواہ نہ رکھنا ایسی بیعت سراسر بے برکت اور ایک رسم کے طور پر ہو گی۔"

(خطبات ناصر جلد اوّل صفحہ 16 خطبہ جمعہ 26 نومبر 1965ء)

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ صحبت صالحین سے متعلق فرماتے ہیں:

"مَیں نے جماعت کو نصیحت کی تھی کہ بدوں سے پرہیز کرو اور جتنا حصہ بھاگ سکتے ہو بدوں سے دور بھاگو اور نیکوں کی مجلس میں بیٹھو کیونکہ بدوں سے خالی بھاگنا کافی نہیں۔ سوال یہ ہے کہ کس طرف بھاگو۔ اگر بدوں سے بھاگو گے تو اس سے بہتر مجلس پیش نظر ہونی چاہیے۔"

آپؒ فرماتے ہیں:

"جب انبیاء کی صحبت نصیب ہو جائے تو بڑی شان سے اس حقیقت کو آپ جلوہ گر دیکھیں گے کہ آپ واقعتاً خدا کے ساتھ ہونے کی وجہ سے یا خدا کے قریب ہونے کی خاطر، خدا کے کسی پاک بندے کے قریب ہوئے تو اللہ آپ کو وہاں دکھائی دے گا۔ صبح شام ہر فعل میں خدا اُن کے ساتھ دکھائی دے گا۔ چنانچہ بہت سے صحابہؓ نے اپنے تجربہ کو بڑی تفصیل سے لکھا ہے کس طرح ہم پہلے دُور سے ایمان لانے والے تھے جب قریب آئے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ رہے تو اس ساتھ نے زندگی کی کیسی کایا پلٹ دی۔"

(خطبات طاہر جلد 17 صفحہ 124 خطبہ جمعہ 20 فروری 1998ء)

آپؒ نے فرمایا:

"نیک کی صحبت اپنے اندر ایک غلبہ رکھتی ہے، ایک طاقت رکھتی ہے۔ نیکی میں جو غلبہ کی طاقت ہے اگر تم نیک نیتی سے اس نیک کے پاس بیٹھو گے تو خواہ تمہارا باقی سارا وجود نیکی سے بے تعلق ہی کیوں نہ ہو یقین

رکھو کہ اگر پیار اور محبت کے نتیجہ میں کسی نیک کے پاس بیٹھے رہو گے تو اس کا خمیر تمہارے سارے وجود پر غالب آ جائے گا۔ اب اس ایک سرّ میں ہمارے بے انتہا مسائل بیان ہو گئے ہیں۔ بارہا میں نے جماعت کو توجہ دلائی ہے کہ اپنے وجود کے اندر ہر پہلو پر نظر ڈالو، ہر پہلو سے نیک ہونا ضروری ہے ورنہ کلیۃً خدا کے حضور قبول نہیں کیے جاسکتے...... یہ ایک راستہ مجھے بہت ہی پیارا لگا ہے اتنا آسان کہ اس میں کوئی زور بھی نہیں لگتا کوئی مصیبت پیش نہیں آتی محنت کے ساتھ قدم نہیں اٹھانے پڑتے خمیر از خود لگتا چلا جاتا ہے اور اگر آپ کسی نیک کی صحبت اس کی نیکی کی وجہ سے اختیار کریں گے تو آپ حیران ہوں گے کہ آپ کے اندر تبدیلی ہو رہی ہے، ہوتی چلی جارہی ہے۔ پتا بھی نہیں لگ رہا کہ کیسے ہوئی مگر بغیر مشقت، بغیر محنت کے اگر کوئی انسان نیک ہونا چاہتا ہے تو اس نکتہ کو پکڑ لے۔"

(خطبات طاہر جلد 17 صفحہ 302 خطبہ جمعہ 1 مئی 1998ء)

پیارے سامعین! ہمارے پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ جماعت کو صحبت صالحین کی تلقین و نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"پھر بچوں کو بھی مَیں کہتا ہوں کہ اپنے دوست سوچ سمجھ کر بناؤ۔ یہ نہ سمجھو کہ والدین تمہارے دشمن ہیں یا کسی سے روک رہے ہیں بلکہ سولہ سترہ سال کی عمر ایسی ہوتی ہے کہ خود ہوش کرنی چاہئے، دیکھنا چاہئے کہ ہمارے جو دوست ہیں بگاڑنے والے تو نہیں، اللہ تعالیٰ سے دور لے جانے والے تو نہیں۔ کیونکہ جو اللہ تعالیٰ سے دور لے جانے والے ہیں وہ تمہارے خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔ تمہارے ہمدرد نہیں ہو سکتے، تمہارے سچے دوست نہیں ہو سکتے اور ایک احمدی بچے کو تو کیونکہ صادقوں کی صحبت سے فائدہ اٹھانا ہے اس لئے یاد رکھیں کہ یہ گروہ شیطان کا گروہ ہے صادقوں کا گروہ نہیں اس لئے ایسے لوگوں میں بیٹھ کے اپنی بدنامی کا باعث نہ بنیں، ایسے بچوں یا نوجوانوں سے دوستی لگا کے اپنے خاندان کی بدنامی کا باعث نہ بنیں اور ہمیشہ نظام سے تعلق رکھیں۔ نظام جو بھی آپ کو سمجھاتا ہے آپ کی بہتری اور بھلائی کے لئے سمجھاتا ہے۔ نمازوں کی طرف توجہ دیں۔ قرآن پڑھنے کی طرف توجہ دیں اللہ تعالیٰ ہمارے ہر بچے کو ہر شیطانی حملے سے بچائے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 11، جون 2004ء)

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کی تدفین کے حوالے سے اپنے خطبہ جمعہ مورخہ 22 اکتوبر 2021ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات سے درج ذیل حوالہ پڑھا جس کو ”صلحاء کے پہلو میں دفن ہونا بھی ایک نعمت ہے“ کا عنوان دیا جاسکتا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں۔

”عجیب موثر نظارہ ہوگا جو زندگی میں ایک جماعت تھے۔ مرنے کے بعد بھی ایک جماعت ہی نظر آئے گی۔ یہ بہت ہی خوب ہے جو پسند کریں وہ پہلے سے بندوبست کر سکتے ہیں کہ یہاں دفن ہوں جو لوگ صالح معلوم ہوں ان کی قبریں دُور نہ ہوں۔ ریل نے آسانی کا سامان کر دیا ہے اور اصل تو یہ ہے وَمَا تَدۡرِی نَفۡسٌۢ بِاَیِّ اَرۡضٍ تَمُوۡتُ۔ مگر اس میں یہ کیا لطیف نکتہ ہے کہ بِاَیِّ اَرۡضٍ تُدۡفَنُ نہیں لکھا۔ صلحاء کے پہلو میں دفن ہونا بھی ایک نعمت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے کہ مرض الموت میں انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہلا بھیجا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں جو جگہ ہے انہیں دی جاوے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایثار سے کام لے کر وہ جگہ ان کو دے دی تو فرمایا مَا بَقِیَ ھَمٌّ بَعۡدَ ذَالِکَ یعنی اس کے بعد اب مجھے کوئی غم نہیں جبکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ میں مدفون ہوں۔“

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 286 ایڈیشن 1984ء)

اس ارشاد سے ثابت ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد بھی کسی نیک بندے کی صحبت اختیار کرنا صحبت صالحین کی طرح ہے۔ تو رواں زندگی میں نیک بزرگوں اور صلحاء کے پاس بیٹھ کر فیض حاصل کرنا کتنا ضروری اور سود مند ہے۔

آپ ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو پاک مجالس میں تو بیٹھتے ہیں لیکن ان مجالس کی نیکیوں کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کی سوچ ہی ایسی ہوتی ہے کہ اگر کوئی بُری بات نظر آئے تو اس کو لے کر زیادہ شور مچایا جاتا ہے۔ تو ایسے لوگوں کی ہی مثال دیتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس شخص کی مثال جو حکمت کی بات سنے اور پھر سنی ہوئی باتوں میں سے سب سے شر انگیز بات کی پیروی کرے ایسے شخص کی ہے جو ایک چرواہے کے پاس آیا اور کہا کہ اپنے ریوڑ میں سے مجھے ایک بکری کاٹ دو۔ تو چرواہا

اسے کہے کہ اچھا! ریوڑ میں سے تمہیں جو بکری سب سے اچھی لگتی ہے اسے کان سے پکڑ لو۔ تو وہ جائے اور ریوڑ کی حفاظت کرنے والے کتے کو کان سے پکڑ لے۔ (مسند احمد باقی مسند المکثرین باقی المسند السابق) تو ایسے لوگ جو اس سوچ کے ہوتے ہیں اور اس سوچ سے مجلسوں میں آتے ہیں باہر نکل کر اچھی باتوں کا ذکر کرنے کی بجائے اگر انہوں نے کسی کی وہاں بُرائی دیکھی ہو تو اس کا زیادہ چرچا کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کی صلاحیت ہی یہی ہے اور ان کی کم نظری یہ ہے کہ انہوں نے کتے کے علاوہ کچھ دیکھا ہی نہیں ہوتا۔ اس لئے آگے بڑھ کر صرف کتے کا کان ہی پکڑتے ہیں۔ اچھی مجلسوں سے فائدہ اٹھانا بھی مومن کی شان ہے۔"

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 492-493)

ہمارے پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے 2؍دسمبر 2005ء کو ماریشس کے جلسہ سالانہ پر خطبہ جمعہ کے آغاز میں سورۃ التوبہ کی آیت 119 كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ کی تلاوت فرمائی اور ان جلسوں کو صحبت صالحین کا ذریعہ قرار دیا۔ آپ نے اس خطبہ جمعہ میں فرمایا: "یہ آیت جو مَیں نے تلاوت کی ہے اس میں اللہ ہمیں نصیحت فرما رہا ہے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کا غلامِ صادق ہی سب سے بڑا صادق ہے۔ پس اب جب آپ نے اس صادق کے ساتھ تعلق جوڑا ہے تو اس تعلق کو مضبوط سے مضبوط تر کریں اور آپؑ اپنی جماعت جیسی بنانا چاہتے تھے ویسی جماعت بننے کی کوشش کریں۔ دنیا کو بتا دیں کہ تم ہمیں مسلمان سمجھو یا غیر مسلم اس سے ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہم نے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کرتے ہوئے اس صادق کو پالیا ہے اور اب اس کی جماعت میں شامل ہو گئے ہیں اور اب ہم ہی ہیں جن سے اسلام کی آئندہ تاریخ بنی ہے (ان شاء اللہ) اس لئے ہم اب تمہیں بھی کہتے ہیں کہ آؤ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے عاشق صادق کی جماعت میں داخل ہو کر اپنی دنیا و آخرت سنوار لو۔ لیکن جب یہ دعویٰ کر کے آپ دنیا کو اپنی طرف بلائیں گے تو اپنے آپ پر بھی نظر ڈالنی ہو گی کہ ہم نے اپنے اندر کیا انقلاب پیدا کیا ہے۔ اس زمانے کے مسیح و مہدی اور سب سے بڑے صادق کو مان کر ہمارے اپنے نمونے کیا ہیں۔ ہمارے اپنے تقویٰ کے معیار کیا ہیں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 2؍دسمبر 2005ء)

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”ایسی مجلسوں سے ہمیشہ بچنا چاہئے جو دین سے دور لے جانے والی ہوں، جو صرف کھیل کود میں مبتلا کرنے والی ہوں۔ ایسی مجلسیں جو اللہ تعالیٰ سے دُور لے جانے والی مجلسیں ہیں وہ یہی نہیں کہ صرف اللہ تعالیٰ سے دور لے جاتی ہیں بلکہ بعض دفعہ مکمل طور پر، بعض دفعہ کیا یقینی طور پر انسان کی ہلاکت کا سامان پیدا کر دیتی ہیں۔ اس لئے ہمیشہ ایسی مجالس کی تلاش رہنی چاہئے جہاں سے امن وسکون اور سلامتی ملتی ہو۔ تو سلامتی والی مجالس کیسی ہیں۔ اس بارے میں ایک روایت ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہم نشیں کیسے ہوں۔ کن لوگوں کی مجلس میں ہم بیٹھیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا مَنْ ذَكَّرَكُمُ اللهَ رُؤْيَتُهٗ وَزَادَ فِيْ عِلْمِكُمْ مَنْطِقُهٗ وَذَكَّرَكُمْ بِالْآخِرَةِ عَمَلُهٗ یعنی اُن لوگوں کی مجلس میں بیٹھو جن کو دیکھ کر تمہیں خدا یاد آئے اور جن کی گفتگو سے تمہارا دینی علم بڑھے اور جن کا عمل تمہیں آخرت کی یاد دلائے۔ (ترغیب) تو ایسی مجالس سے ہی سلامتی ملتی ہے جہاں ایسے لوگ ہوں جہاں خدا کا ذکر ہو رہا ہو، اس کے دین کی عظمت کی باتیں ہو رہی ہوں۔ ایسے مسائل پیش کئے جا رہے ہوں اور ایسی دلیلیں دی جا رہی ہوں جن سے انسان کا اپنا دینی علم بھی بڑھے اور دعوت الی اللہ کے لئے دلائل بھی میسر آئیں اور قرآن کریم کا عرفان بھی حاصل ہو رہا ہو اور ایسی باتیں ہوں جن سے صرف اس دنیا کی چکا چوند ہی نہ دکھائی دے بلکہ یہ بھی ذہن میں رہے کہ اس دنیا کو چھوڑ کر بھی جانا ہے۔ اس لئے ایسے عمل ہونے چاہئیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہوں۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 16 جولائی 2004ء)

مزید فرمایا:

”ہمیشہ ایسی مجالس میں بیٹھنا اور اٹھنا چاہئے جہاں سے نیکی کی باتیں پتہ لگیں۔ تقویٰ کی باتیں پتہ لگیں، اللہ اور رسولؐ کے احکامات کا علم ہو۔ اگر اپنی اصلاح کرنی ہے اور اپنی زندگی سنوارنا چاہتے ہیں اور دینی علم حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیشہ جیسا کہ حدیث میں آیا اپنی صحبت نیک لوگوں میں رکھنی چاہئے اور ایسی مجالس کی تلاش میں رہنا چاہئے۔“

سامعین! اپنے گھروں میں با جماعت نمازیں ادا کرنا، نوافل ادا کرنا، قرآن کریم کی تلاوت کرنا۔ احادیث اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کے ارشادات پڑھنا اور اپنے بچوں کو باقی گھر والوں کو سنانا بھی صحبت صالحین کی محافل میں شامل ہونا ہی ہے۔

ان تمام صحبت صالحین کی محافل کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اس زمانے میں جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی کہا کہ دعاؤں کے ساتھ ساتھ حضرت اقدس مسیح موعود کی تفاسیر اور علم کلام سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ اگر قرآن کو سمجھنا ہے یا احادیث کو سمجھنا ہے تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ یہ تو بڑی نعمت ہے ان لوگوں کے لئے جن کو اردو پڑھنی آتی ہے کہ تمام کتابیں اردو میں ہیں۔ اکثریت اردو میں ہیں، چند ایک عربی میں بھی ہیں۔ پھر جو پڑھے لکھے نہیں ان کیلئے مسجدوں میں درسوں کا انتظام موجود ہے ان میں بیٹھنا چاہئے اور درس سننا چاہئے۔ پھر ایم ٹی اے کے ذریعہ سے اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ اور ایم ٹی اے والوں کو بھی مختلف ملکوں میں زیادہ سے زیادہ اپنے پروگراموں میں یہ پروگرام بھی شامل کرنے چاہئیں جن میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے اقتباسات کے تراجم بھی ان کی زبانوں میں پیش ہوں۔ جہاں جہاں تو ہو چکے ہیں اور تسلی بخش تراجم ہیں وہ تو بہر حال پیش ہو سکتے ہیں اور اسی طرح اردو دان طبقہ جو ہے، ملک جو ہیں، وہاں سے اردو کے پروگرام بن کے آنے چاہئیں۔ جس میں زیادہ سے زیادہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس کلام کے معرفت کے نکات دنیا کو نظر آئیں اور ہماری بھی اور دوسروں کی بھی ہدایت کا موجب بنیں۔"

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 401-402)

ایک طالب علم جامعہ احمدیہ برطانیہ نے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ آج کے دور میں صحبتِ صالحین کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟ اس کے جواب میں حضورِ انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ

"آج کے دور میں صحبتِ صالحین حاصل کرنے کا ذریعہ جماعتی کُتب ہیں حضرت اقدس مسیحِ موعودؑ اور بزرگانِ اُمّت کی کتب کا مطالعہ کرکے ایک انسان صحبتِ صالحین حاصل کر سکتا ہے"

(الفضل آن لائن 8 جنوری 2022ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں صحبتِ صالحین کے تمام ذرائع اپنانے کی توفیق دے۔ آمین

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو
وُہی اُس کے مُقرَّب ہیں جو اپنا آپ کھوتے ہیں
نہیں راہ اُس کی عالی بارگہ تک خود پسندوں کو
یہی تدبیر ہے پیارو کہ مانگو اُس سے قربت کو
اُسی کے ہاتھ کو ڈھونڈو جلاؤ سب کمندوں کو

﴿15﴾ ﴿مشاہدات۔850﴾

سادھ سنگت

(چند مثالوں کی روشنی میں)

اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں فرماتا ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (التوبہ:119)

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اُس پر نثار
اِسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب؟
اُسے دے چکے مال و جاں بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اُس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اِس خاک سے

معزز سامعین! مجھے آج ایک ضرب المثل ”سادھ سنگت“ پر روشنی ڈالنی ہے جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے فرمودات میں استعمال فرمایا ہے۔ جیسے آپؑ فرماتے ہیں۔

”کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (التوبہ:119) بھی اسی واسطے فرمایا گیا ہے۔ سادھ سنگت بھی ایک ضرب المثل ہے۔ پس یہ ضروری بات ہے کہ انسان باوجود علم کے اور باوجود قوّت وشوکت کے امام کے پاس ایک سادہ لوح کی طرح پڑا رہے تا اس پر عمدہ رنگت آوے۔ سفید کپڑا اچھا رنگا جاتا ہے اور جس میں اپنی خودی اور علم کا پہلے سے کوئی میل کچیل ہوتا ہے اس پر عمدہ رنگ نہیں چڑھتا۔ صادق کی معیت میں انسان کی عقدہ کشائی ہوتی ہے اور اسے نشانات دئے جاتے ہیں جن سے اس کا جسم منور اور روح تازہ ہوتی ہے۔“

(ملفوظات جلد4 صفحہ 262۔263 ایڈیشن 2016ء)

سادھ سنگت ایک ہندی زبان کا محاورہ ہے جس میں سادھ کے معنی ہیں۔ نیک ، پارسا اور پرہیز گار جبکہ سنگت کے معانی ہم نشینی، ہم صحبت اور رفاقت و دوستی کے ہیں۔ جسے ہم عُرفِ عام میں صحبتِ صالحین کہہ سکتے ہیں اِسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اِس محاورہ کے استعمال کے ساتھ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ کی آیت استعمال فرمائی ہے۔

سامعین! صحبت کے معنی دوستی، ہم جلیسی، ہم نشینی کے کئے جاسکتے ہیں اور اسلامی اصطلاح ''صحابی'' بھی اِسی سے مشتق ہے جس کے معنی ساتھی، دوست اور ہم مجلس کے ہیں اور جب ''صحابی رسولؐ'' کہا جاتا ہے تو اس کے معنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق، ساتھی اور صحبت یافتہ کے معنی لئے جاتے ہیں۔ جس نے سرورِ کونین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی جسمانی آنکھوں سے دیکھا ہو اور ہم صحبت رہ کر چند باتیں بھی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنی ہوں۔ اس ہم نشینی کے بدلے اور صلے صحابہ ، نیک، پارسا، پرہیز گار، نیک چلن اور متقی بنے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد بار نیک، صالح اور پارسا لوگوں کی صحبت رکھنے کی تلقین فرمائی ہے۔ جیسے سورۃ توبہ کی آیت 119 جس کی تلاوت مَیں آغاز پر کر آیا ہوں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

سورۃ توبہ ہی کی آیت 71 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں جو اچھی باتوں کا حکم اور بُری باتوں سے روکتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں نیز اللہ اور رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ انہی پر اللہ ضرور رحم کرے گا۔ سورۃ ال عمران آیت 29 میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو تاکیداً حکم دیا کہ مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کی صحبت اختیار نہ کرو۔ ایسا کرنے والے کا اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں۔

احادیث میں سرور کائنات خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مسلمانوں کو صحبت صالحین اختیار کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ ایک موقع پر نیک اور بُرے ساتھی کی مثال دو اشخاص سے دے کر صحابہ کو اس اہم مضمون کی طرف یوں توجہ دلائی کہ ایک شخص کستوری اٹھائے ہوئے ہو اور دوسرا بھٹی جھونکنے والا ہو۔ کستوری والا مفت میں خوشبو دے جائے گا۔ اس کی مہک سے تو فائدہ اٹھا جائے گا (یہ ذکر

الٰہی کی محافل ہیں) اور بھٹی والے کے قریب بیٹھنے سے کپڑے جل جائیں گے اور اس کا بدبودار دھواں تنگ کرے گا۔

(مسلم کتاب البّر والصلة)

اس حدیث کی تشریح میں دعا دیتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ ہم سب کو کستوری کی خوشبو بانٹنے والا بنائے اور ہمارے اندر وہ پاک تبدیلیاں پیدا ہوں جو نہ صرف ہمیں فائدہ پہنچا رہی ہوں بلکہ لوگ بھی ہم سے فائدہ اٹھا رہے ہوں۔“

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 398)

سامعین! اب مَیں صحبتِ صالحین کے مضمون کو مثالوں سے بیان کرتا ہوں۔ احادیث کے بعد سب سے پہلے حضرت مسیح موعودؑ کے افاضات سے کچھ آپ حاضرین کے سامنے رکھتا ہوں۔ آپؑ درخت اور شاخ کے آپس کے تعلق کو صحبتِ صالحین سے تشبیہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”آپ نے جو آج مجھ سے بیعت کی ہے یہ تخمریزی کی طرح ہے۔ چاہیے کہ آپ اکثر مجھ سے ملاقات کریں اور اس تعلق کو مضبوط کریں جو آج قائم ہوا ہے جس شاخ کا تعلق درخت سے نہیں رہتا وہ آخر خشک ہو کر گر جاتی ہے۔“

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 37-38)

آپؑ اسی مضمون کو ایک اور جگہ خوشبو سے تشبیہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

”صحبت میں بڑا شرف ہے۔ اس کی تاثیر کچھ نہ کچھ فائدہ پہنچا ہی دیتی ہے۔ کسی کے پاس اگر خوشبو ہو تو پاس والے کو بھی پہنچ ہی جاتی ہے۔ اسی طرح پر صادقوں کی صحبت ایک روح صدق کی نفخ کر دیتی ہے۔ مَیں سچ کہتا ہوں کہ گہری صحبت نبی اور صاحب نبی کو ایک کر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے جو قرآن شریف میں کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (التوبہ:119) فرمایا ہے۔ اور اسلام کی خوبیوں میں سے یہ ایک بے نظیر خوبی ہے کہ ہر زمانے میں ایسے صادق موجود رہتے ہیں۔“

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 609 ایڈیشن 1988ء)

پیارے بھائیو! مامور زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک جگہ اچھی اور بُری صحبت کی بہت عمدہ مثال یوں دی ہے کہ ایک مکھی گندگی پر بیٹھتی ہے اور گندگی اور بیماری پھیلاتی ہے جبکہ ایک دوسری مکھی جو شہد کی مکھی کہلاتی ہے وہ پھولوں پر بیٹھتی ہے اور ایک ایسی خوراک تیار کرتی ہے جو شہد کہلاتا ہے اور شِفَاءٌ لِلنَّاسِ ہے۔ دونوں کہلاتی مکھیاں ہیں مگر اپنی اپنی صحبت سے وہ کیا مہیا کرتی ہیں؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک اور مثال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"مثل مشہور ہے۔ تخم تاثیر صحبت را اثر۔ اس کے اول جزو (حصہ) پر کلام ہو تو ہو، لیکن دوسرا حصہ "صحبت را اثر" ایسا ثابت شدہ مسئلہ ہے کہ اس پر زیادہ بحث کرنے کی ہم کو ضرورت نہیں۔ ہر ایک شریف قوم کے بچوں کا عیسائیوں کے پھندے میں پھنس جانا اور مسلمانوں حتٰی کہ غوث و قطب کہلانے والوں کی اولاد اور سادات کے فرزندوں کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرنا دیکھ چکے ہو۔ اُن صحیح النسب سیدوں کی جو اولاد اپنا سلسلہ حضرت امام حسینؓ تک پہنچاتے ہیں۔ ہم نے کرسچن (عیسائی) دیکھی ہے اور بانیٔ اسلام کی نسبت قسم قسم کے الزام (نعوذ باللہ) لگاتے ہیں۔ ایسی حالت میں بھی اگر کوئی مسلمان اپنے دین اور اپنے نبیؐ کے لئے غیرت نہیں رکھتا، تو اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا؟

اگر تم اپنے بچوں کو عیسائیوں، آریوں اور دوسروں کی صحبت سے نہیں بچاتے یا کم از کم نہیں بچانا چاہتے، تو یاد رکھو کہ نہ صرف اپنے اوپر بلکہ قوم پر اور اسلام پر ظلم کرتے اور بہت بڑا بھاری ظلم کرتے ہو۔ اس کے یہ معنے ہیں کہ گویا تمہیں اسلام کے لئے کچھ غیرت نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت تمہارے دل میں نہیں۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 45)

اصلاحِ نفس کے لئے دعا اور صحبتِ صالحین کا نسخہ بتاتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں۔

"دو چیزیں ہیں ایک تو دعا کرنی چاہئے اور دوسرا طریق یہ ہے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ راستبازوں کی صحبت میں رہو تا کہ ان کی صحبت میں رہ کر تم کو پتہ لگ جاوے کہ تمہارا خدا قادر ہے، بینا ہے، دیکھنے والا ہے، سننے والا ہے، دعائیں قبول کرتا ہے اور اپنی رحمت سے اپنے بندوں کو صدہا نعمتیں دیتا ہے۔"

(ملفوظات جلد ششم صفحہ 62)

سامعین! حضرت مسیح موعودؑ صحبت میں بڑی تاثیر کے متعلق فرماتے ہیں:

”جو شخص شراب خانہ میں جاتا ہے خواہ وہ کتنا ہی پرہیز کرے اور کہے کہ مَیں نہیں پیتا ہوں لیکن ایک دن آئے گا وہ ضرور پیئے گا۔ پس اس سے کبھی بے خبر نہیں رہنا چاہیے کہ صحبت میں بڑی تاثیر ہے۔ جو شخص نیک صحبت میں جاتا ہے خواہ وہ مخالفت کے ہی رنگ میں ہو لیکن وہ صحبت اپنا اثر کئے بغیر نہ رہے گی اور ایک نہ ایک دن وہ اس مخالفت سے باز آجائے گا۔“

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 505-506)

آپؑ فرماتے ہیں:

”دنیا میں دو قسم کے تعلقات ہوتے ہیں۔ ایک جسمانی تعلقات۔ جیسے ماں، باپ، بھائی، بہن وغیرہ کے تعلقات۔ دوسرے روحانی اور دینی تعلقات۔ یہ دوسری قسم کے تعلقات اگر کامل ہو جائیں تو سب قسم کے تعلقات سے بڑھ کر ہوتے ہیں اور یہ اپنے کمال کو تب پہنچتے ہیں جب ایک عرصہ تک صحبت میں رہے۔ دیکھو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو صحابہؓ کی جماعت تھی، اس کے یہ تعلقات ہی کمال کو پہنچے ہوئے تھے جو انہوں نے نہ وطن کی پرواہ کی اور نہ اپنے مال واملاک کی اور نہ عزیز واقارب کی۔ یہاں تک کہ اگر ضرورت پڑی تو انہوں نے بھیڑ بکری کی طرح اپنے سر خدا کی راہ میں رکھ دیئے۔ وہ شدائد ومصائب جو ان کو پہنچ رہے تھے، ان کے برداشت کرنے کی قوت اور طاقت ان کو کیونکر ملی۔ اس میں یہی سِرّ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلقات بہت گہرے ہو گئے تھے۔ انہوں نے اس حقیقت کو سمجھ لیا تھا، جو آپؐ لے کر آئے تھے اور پھر دنیا اور اس کی ہر چیز ان کی نگاہ میں خدا تعالیٰ کے لقاء کے مقابلہ میں کچھ ہستی رکھتی ہی نہیں تھی۔“

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 140 ایڈیشن 2016ء)

سامعین! پھر آپؑ مقربین کی درگاہ میں بیٹھنے والوں کے حوالے سے فرماتے ہیں۔

”یہ مسلمہ امر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے مقرب کے پاس رہنا گویا ایک طرح سے خود خدا تعالیٰ کے پاس رہنا ہوتا ہے۔“

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 316 ایڈیشن 2016ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اِنَّھُمْ قَوْمٌ لَا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ کی تشریح میں فرماتے ہیں:

"جب انسان ایک راستباز اور صادق کے پاس بیٹھتا ہے تو صدق اس میں کام کرتا ہے لیکن جو راستبازوں کی صحبت کو چھوڑ کر بدوں اور شریروں کی صحبت اختیار کرتا ہے تو ان میں بدی اثر کرتی جاتی ہے۔ اسی لئے احادیث اور قرآن شریف میں صحبتِ بد سے پرہیز کرنے کی تاکید اور تہدید پائی جاتی ہے اور لکھا ہے کہ جہاں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت ہوتی ہو اس مجلس سے فی الفور اُٹھ جاؤ ورنہ جو اہانت سُن کر نہیں اٹھتا اس کا شمار بھی ان میں ہی ہو گا۔

صادقوں اور راستبازوں کے پاس رہنے والا بھی ان میں ہی شریک ہوتا ہے۔ اس لئے کس قدر ضرورت ہے اس امر کی کہ انسان کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کے پاک ارشاد پر عمل کرے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ملائکہ کو دنیا میں بھیجتا ہے وہ پاک لوگوں کی مجلس میں آتے ہیں اور جب واپس جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُن سے پوچھتا ہے کہ تم نے کیا دیکھا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے ایک مجلس دیکھی ہے جس میں تیرا ذکر کر رہے تھے مگر ایک شخص اُن میں سے نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نہیں! وہ بھی ان میں سے ہی ہے کیونکہ اِنَّھُمْ قَوْمٌ لَا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صادقوں کی صُحبت سے کس قدر فائدے ہیں سخت بدنصیب ہے وہ شخص جو صحبت سے دُور رہے۔"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 507)

نیک اعمال کے لئے صحبتِ صالحین کے نسخہ کو آپؑ نے یوں بیان فرمایا ہے۔

"خدا کے فضل کے سوا تبدیلی نہیں ہوتی اعمالِ نیک کے واسطے صحبت صادقین کا نصیب ہونا بہت ضروری ہے۔ یہ خدا کی سنت ہے ورنہ اگر چاہتا تو آسمان سے قرآن شریف یونہی بھیج دیتا اور کوئی رسول نہ آتا۔ مگر انسان کو عمل درآمد کے لئے نمونہ کی ضرورت ہے۔ پس اگر وہ نمونہ نہ بھیجتا رہتا تو حق مشتبہ ہو جاتا۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 266 ایڈیشن 2016ء)

سامعین! آپؑ صحبت صالحین کو مسہل یعنی دست آور دوائی سے تشبیہ دے کر فرماتے ہیں:

"وہ عظیم الشان ذریعہ جس سے ایک چمکتا ہوا یقین حاصل ہو اور خدا تعالیٰ پر بصیرت کے ساتھ ایمان قائم ہو ایک ہی ہے کہ انسان ان لوگوں کی صحبت اختیار کرے جو خدا تعالیٰ کے وجود پر زندہ شہادت دینے والے

ہوں خود جنہوں نے اس سے سن لیا ہے کہ وہ ایک قادر مطلق اور عالم الغیب تمام صفات کاملہ سے موصوف خدا ہے۔ ابتداء میں جب انسان ایسے لوگوں کی صحبت میں جاتا ہے تو اس کی باتیں بالکل انوکھی اور نرالی معلوم ہوتی ہیں وہ بہت کم دل میں جاتی ہیں گو دل اُن کی طرف کھینچی جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اندر کی گندگیوں اور ناپاکیوں سے ان معرفت کی باتوں کی ایک جنگ شروع ہو جاتی ہے جو کچھ گرد و غبار دل پر بیٹھا ہوتا ہے صادق کی باتیں ان کو دور کر کے اسے جلا دینا چاہتی ہے تا اس میں یقین کی قوت پیدا ہو جیسے جب کبھی کسی آدمی کو مسہل دیا جاتا ہے تو دست آور دوائی پیٹ میں جا کر ایک گڑگڑاہٹ سی پیدا کر دیتی ہے اور تمام مواد ردّیہ اور فاسدہ کو حرکت اور جوش دے کر باہر نکالتی ہیں اسی طرح پر صادق ان ظنیات کو دور کرنا چاہتا ہے اور سچے علوم اور اعتقاد صحیحہ کی معرفت کرانی چاہتا ہے اور وہ باتیں اس دل کو جس نے بہت بڑا زمانہ ایک اور ہی دنیا میں بسر کیا ہوا ہوتا ہے ناگوار اور ناقابلِ عمل معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن آخر سچائی غالب آ جاتی ہے اور باطل پرستی کی قوتیں مر جاتی ہیں اور حق پرستی کی قوتیں نشوونما پانے لگتی ہیں۔ پس میں اس نور کو لے کر آیا ہوں اور دنیا میں قوتِ یقین کو پیدا کرنا چاہتا ہوں اور اس قوت کا پیدا ہونا صرف الفاظ اور باتوں سے نہیں ہو سکتا، بلکہ یہ ان نشانات سے نشوونما پاتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مقتدرانہ طاقت سے صادقوں کے ہاتھ پر ظہور پاتے ہیں۔ ”

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 365-366)

آپؑ ایک موقع پر ماں اور بیٹے کی مثال دے کر فرماتے ہیں۔

”سنو! انسان کامل مومن اس وقت تک نہیں ہوتا، جب تک کفار کی باتوں سے متاثر نہ ہونے والی فطرت حاصل نہ کرلے اور یہ فطرت نہیں ملتی جب تک اس شخص کی صحبت میں نہ رہے جو گمشدہ متاع کو واپس لانے کے واسطے آیا ہے۔ پس جب تک وہ اس متاع کو نہ لے لے اور اس قابل نہ ہو جائے کہ مخالف باتوں کا اس پر کچھ بھی اثر نہ ہو تو اس وقت تک اس پر حرام ہے کہ اس صحبت سے الگ ہو کیونکہ وہ اس بچہ کی مانند ہے جو ابھی ماں کی گود میں ہے اور صرف دودھ ہی پر اس کی پرورش کا انحصار ہے۔ پس اگر وہ بچہ ماں سے الگ ہو جاوے تو فی الفور اس کی ہلاکت کا اندیشہ ہے۔ اسی طرح اگر وہ صحبت سے علیحدہ ہوتا ہے تو خطرناک حالت میں جا پڑتا ہے۔ پس بجائے اس کے کہ دوسروں کو درست کرنے کے لئے کوشش کر سکتا ہو خود الٹا

متاثر ہو جاتا ہے اور اوروں کے لئے ٹھوکر کا باعث بنتا ہے۔ اس لئے ہم کو دن رات جلن اور افسوس یہی ہے کہ لوگ بار بار یہاں آئیں اور دیر تک صحبت میں رہیں۔ انسان کامل ہونے کی حالت میں اگر ملاقات کم کر دے اور تجربہ سے دیکھ لے کہ قوی ہو گیا ہوں تو اس وقت اسے جائز ہو سکتا ہے کہ ملاقات کم کر دے کیونکہ بعید ہو کر بھی قریب ہی ہوتا ہے لیکن جب تک کمزوری ہے وہ خطرناک حالت میں ہے۔"

(ملفوظات جلد2 صفحہ 136 ایڈیشن 2016ء)

پیارے بھائیو! زیارت صالحین کے لیے سفر کرنا قدیم سے سنت سلفِ صالح چلی آئی ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ جب قیامت کے دن ایک شخص اپنی بد اعمالی کی وجہ سے سخت مواخذہ میں ہو گا تو اللہ جلّ شانہ اس سے پوچھے گا کہ فلاں صالح آدمی کی ملاقات کے لیے کبھی تو گیا تھا۔ تو وہ کہے گا بالارادہ تو کبھی نہیں گیا مگر ایک دفعہ ایک راہ میں اس کی ملاقات ہو گئی تھی تب خدا تعالیٰ کہے گا کہ جا! بہشت میں داخل ہو۔ مَیں نے اسی ملاقات کی وجہ سے تجھے بخش دیا۔

(آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 608)

سامعین! حضرت اقدسؑ **برف کے تودوں پر چل کر صحبت اختیار کرنے کے حوالے سے** فرماتے ہیں:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی تاکید فرمائی ہے کہ جب دنیا ختم ہونے پر ہو گی تو اس اُمّت میں سے مسیح موعود پیدا ہو گا۔ لوگوں کو چاہیے کہ اس کے پاس پہنچیں خواہ ان کو برف پر چل کر جانا پڑے۔ اس لئے صحبت میں رہنا ضروری ہے کیونکہ یہ سلسلہ آسمانی ہے۔ پاس رہنے سے باتیں جو ہوں گی ان کو سنے گا جو کوئی نشان ظاہر ہو اُسے سوچے گا۔"

(ملفوظات جلد4 صفحہ 263-264)

آپؑ مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ کی تشریح میں فرماتے ہیں:

"جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے اور اس کی عظمت کو دل میں جگہ دیتے ہیں خدا تعالیٰ اُن کو عزت دیتا اور خود اُن کے لئے ایک سپر ہو جاتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے ہو جاوے اللہ تعالیٰ اُس کا ہو جاتا ہے۔"

(ملفوظات جلد8 صفحہ 356)

ایک انگریز نے ایک دفعہ حضورؑ سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ کشمیر میں ایک بڑا ہوٹل بناؤں اور وہاں ہر ملک و دیار کے لوگ جو سیر و سیاحت کے لئے آتے ہیں ان کو تبلیغ کروں۔ حضورؑ نے فرمایا کہ

”ہمیں اس سے دنیاداری کی بُو آتی ہے۔ اگر اُسے سچا اخلاص خدا کے ساتھ ہے اور اس کی غرض تحصیل دینی ہے تو اول یہاں (قادیان) آکر رہے۔“

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 316)

صحبت صالحین کو ایک کیمیا قرار دیتے ہوئے آپؑ نے ایک دفعہ کسی بزرگ کا یہ فارسی شعر پڑھا۔

”ہر کہ روشن شُد دل وجان ودرُوں از حضرتش
کیمیا باشد بسر برون دمے در صحبتش

یعنی جس کے جان و دل اور باطن خدا کے حضور سے روشن کئے گئے ہیں اُن کی صحبت میں ایک لمحہ گزارنا بھی کیمیا ہے۔“

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 485)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ سے کسی نے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ ”سنا ہے کہ آپ کو کیمیا گری آتی ہے؟ آپؓ نے فرمایا کہ ہاں آتی ہے۔ اس نے عرض کیا کہ ہم غریب ہیں اور مقروض رہتے ہیں۔ آپ ہمیں بھی بتائیں۔ چنانچہ حضورؓ نے فرمایا:

”لوگ اکسیر اور سنگ پارس تلاش کرتے پھرتے تھے۔ میرے لیے تو حضرت مرزا صاحب پارس تھے۔ مَیں نے انکو چھوٗا تو بادشاہ بن گیا“

(تاریخ احمدیت جلد سوم)

کسی نے صحبت کے مضمون کو گلاب اور دیگر پھولوں سے تشبیہ دی ہے کہ جہاں پھولوں کی کیاریاں ہوں وہاں سے آنے والی ہوائیں بھی خوشبودار ہو کر گزرتی ہیں اور فضا مہک جاتی ہے۔ یہاں تک کہ گلاب کی پتیاں جس زمین پر گرتی ہیں وہ زمین بھی گلاب کی خوشبو سے معطر ہو جاتی ہے۔

سامعین! یہ مضمون اتنا اہم ہے کہ اسے اپنے معاشرے کی تزئین و آرائش اور بہتری کے لئے قوم کے لیڈروں نے خواہ ان کا تعلق مشرکین سے ہو، دہریت سے ہو یا عیسائیوں، یہودیوں اور دیگر مذاہب سے۔ اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ اچھی صحبت اچھے لوگ مہیا کرتی ہے۔

کسی نے کہاہے کہ

گندم از گندم بروید جو از جو
از مکافات عمل غافل مشو

کہ گندم سے گندم اور جو سے جو اُگتے ہیں۔ تو مکافات عمل سے ہر گز غافل نہ ہو۔

اسی مضمون کو ایک انگریزی مثل میں یوں سمویا گیاہے

"The duty of an apple is to ensure that an apple tree grow out of it".

سیب کے ذمہ لگایا گیاہے کہ وہ ممکن بنائے کہ اس کے ذریعہ سیب کے درخت اُگیں گے۔

یہ حقیقت ہے کہ انسان اپنے ماحول میں دیگر اُٹھنے بیٹھنے والے لوگوں سے ضرور اثر پکڑتا ہے اور باوجود نہ چاہنے کے بھی، اس میں ان لوگوں جیسی حرکات و سکنات پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ اس لئے کوشش کرنی چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے دوستیاں بڑھائیں اور بد زبان اور بد کردار کے حامل انسانوں سے کنارہ کشی اختیار کرلیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں بیٹھنے والے پہلے بالکل جاہل اور اخلاق سے عاری تھے مگر آہستہ آہستہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا اثر یہ ہوا کہ وہ لوگ الٰہی رنگ پکڑ گئے اور ساری دنیا پر اخلاق حسنہ کی تلوار سے حکومت کی۔

آپؑ فرماتے ہیں:

"صحابہ کرامؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے اور بڑے بڑے نقصان برداشت کئے۔ اُن کو اس بات کا علم تھا کہ صحبت سے جو بات حاصل ہوتی ہے وہ اور طرح ہر گز حاصل نہ ہو گی۔"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 351)

پنجابی کے معروف صوفی شاعر میاں محمد بخش (مصنف منظوم مجموعہ کلام: سیف الملوک) نے حدیث کا منظوم کلام میں ترجمہ یوں کیا ہے۔

چنگے بندے دی صحبت یارو جیویں دکان عطاراں
سودا پاویں مول نہ لیّے ھُلے آن ہزاراں
بُرے بندے دی صحبت یارو جیویں دکان لوہاراں
کپڑے پاویں کُنج کُنج بیٹھیے چنکاں آن ہزاراں

اِسی طرح بے شمار اِس حوالے سے ضرب المثل ہیں جیسے صحبت صالح ترا صالح کند مگر وقت مجھے اجازت نہیں دے رہا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک لوگوں کی صحبت میں رکھے۔ آمین

۞۞۞۞

﴿16﴾ ﴿مشاہدات۔147﴾

صحبت صالحین ایک کیمیا ہے

اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (التوبہ:119)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

سامعین! میری تقریر کا عنوان ہے **"صحبت صالحین ایک کیمیا ہے"**

سامعین! آئیں آج ہم دیکھتے ہیں کہ نیک لوگوں کی صحبت انسان پر کیا اثر کرتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک دفعہ ایک بزرگ کا یہ فارسی شعر پڑھا۔

ہر کہ روشن شُد دل وجان ودرُوں از حضرتش
کیمیا باشد بسر برون دمے در صحبتش

یعنی جس کے جان و دل اور باطن خدا کے حضور سے روشن کئے گئے ہیں **اُن کی صحبت میں ایک لمحہ گزارنا بھی کیمیا ہے۔**

(ملفوظات جلد1 صفحہ485 ایڈیشن2016ء)

نیز فرمایا۔ پنجابی کے معروف صوفی شاعر میاں محمد بخش (مصنف منظوم مجموعہ کلام: سیف الملوک) نے کیا خوب کہا ہے۔

چنگے بندے دی صحبت یارو جیویں دکان عطاراں
سودا پاویں مول نہ لیّے ھُلے آن ہزاراں
بُرے بندے دی صحبت یارو جیویں دکان لوہاراں
کپڑے پاویں کُنج کُنج بیٹھیے چنگاں آن ہزاراں

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مضمون کو کیا ہی نفیس اور پُر حکمت انداز میں بیان فرمایا ہے کہ ”ایک شخص کستوری اٹھائے ہوئے ہو اور دوسرا بھٹی جھونکنے والا ہو۔ کستوری والا مفت میں خوشبو دے جائے گا۔ اس کی مہک سے تو فائدہ اٹھا جائے گا اور بھٹی والے کے قریب بیٹھنے سے کپڑے جل جائیں گے اور اس کا بدبودار دھواں تنگ کرے گا۔“

(مسلم کتاب البّر و الصلۃ)

اس حدیث کی تشریح میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ ہم سب کو کستوری کی خوشبو بانٹنے والا بنائے اور ہمارے اندر وہ پاک تبدیلیاں پیدا ہوں جو نہ صرف ہمیں فائدہ پہنچا رہی ہوں بلکہ لوگ بھی ہم سے فائدہ اٹھا رہے ہوں۔“

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 398)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک اور موقع پر فرماتے ہیں کہ انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے (یعنی دوست کے اخلاق کا اثر انسان پر ہوتا ہے) اِس لئے اِسے غور کرنا چاہیئے کہ وہ کسے دوست بنارہا ہے۔

(ابوداؤد کتاب الادب)

سامعین! اِسی لئے کہا جاتا ہے کہ اگر کسی انسان کے کیریکٹر کی جانچ پڑتال کرنی ہو تو اُس کے دوستوں کو پرکھیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دوست نے ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ سے اپنے بیٹے کے لئے یہ کہتے ہوئے دعا کی درخواست کی کہ بیٹے کے اندر دہریت کے خیالات پیدا ہو رہے ہیں۔ اِس پر حضورؓ نے فرمایا۔ اسکول میں اِس بچے کے سیٹ فیلو کا پتہ کروائیں وہ دہریہ خیال رکھتا ہے اِس کی جگہ بدلیں۔ مامور زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک جگہ اچھی اور بُری صحبت کی بہت عمدہ مثال یوں دی ہے کہ ایک مکھی گندگی پر بیٹھتی ہے اور گندگی اور بیماری پھیلاتی ہے جبکہ ایک دوسری مکھی جو شہد کی مکھی کہلاتی ہے وہ پھولوں پر بیٹھتی ہے اور ایک ایسی خوراک تیار کرتی ہے جو شہد کہلاتا ہے اور شِفَاءٌ لِلنَّاسِ ہے۔ دونوں کہلاتی مکھیاں ہیں مگر اپنی اپنی صحبت سے وہ کیا مہیا کرتی ہیں۔؟

انگریزی زبان کا ایک مشہور محاورہ ہے۔

“A man is know by the company he keeps”

یعنی انسان اپنی صحبت سے پہچانا جاتا ہے۔
کسی نے صحبت کے مضمون کو گلاب اور دیگر پھولوں سے تشبیہ دی ہے کہ جہاں پھولوں کی کیاریاں ہوں وہاں سے آنے والی ہوائیں بھی خوشبو دار ہو کر گزرتی ہیں اور فضا مہک جاتی ہے۔ یہاں تک کہ گلاب کی پتیاں جس زمین پر گرتی ہیں وہ زمین بھی گلاب کی خوشبو سے معطر ہو جاتی ہے۔

عادتوں کے کیڑے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے:
”عادتوں کے کیڑے مِثل برتن کی مَیل کی طرح انسان کے اندر چمٹے ہوئے ہیں۔ اس کا علاج یہی ہے کہ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (التوبہ:119)۔ پس اگر آپ چند روز یہاں ٹھہر جاویں تو اس میں آپ کا کیا حرج ہے؟ اس طرح ہر ایک بات کا موقع آپ کو مل جائے گا دنیا کے کام تو یونہی چلے چلتے ہیں اور کبھی ختم نہیں ہوتے۔

کارِ دنیا کسے تمام نہ کرد
ہر چہ گیرید مختصر گیرید

بہت لوگ ہمارے پاس آئے اور جلد رخصت ہونے لگے۔ ہم نے ان کو منع کیا مگر وہ چلے گئے۔ آخر کار پیچھے سے انہوں نے خط روانہ کیے کہ ہم نے گھر پہنچ کر بنایا تو کچھ نہیں اگر ٹھہر جاتے تو اچھا ہوتا اور انہوں نے یہ بھی لکھا کہ ہمارا جلدی آنا ایک شیطانی وسوسہ تھا۔“

(ملفوظات جلد4 صفحہ 263 ایڈیشن 2016ء)

سامعین! آپؑ صحابہؓ کی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
”صحابہ کرامؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے اور بڑے بڑے نقصان برداشت کئے۔ اُن کو اس بات کا علم تھا کہ صحبت سے جو بات حاصل ہونی ہے وہ اور طرح ہرگز حاصل نہ ہو گی۔“

(ملفوظات جلد5 صفحہ 351)

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

"دنیا میں دو قسم کے تعلقات ہوتے ہیں۔ ایک جسمانی تعلقات۔ جیسے ماں، باپ، بھائی، بہن وغیرہ کے تعلقات۔ دوسرے روحانی اور دینی تعلقات۔ یہ دوسری قسم کے تعلقات اگر کامل ہو جائیں تو سب قسم کے تعلقات سے بڑھ کر ہوتے ہیں۔ اور یہ اپنے کمال کو تب پہنچتے ہیں جب ایک عرصہ تک صحبت میں رہے۔ دیکھو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو صحابہؓ کی جماعت تھی، اس کے یہ تعلقات ہی کمال کو پہنچے ہوئے تھے جو انہوں نے نہ وطن کی پرواہ کی اور نہ اپنے مال واملاک کی اور نہ عزیز و اقارب کی۔ یہاں تک کہ اگر ضرورت پڑی تو انہوں نے بھیڑ بکری کی طرح اپنے سر خدا کی راہ میں رکھ دیئے۔ وہ شدائد و مصائب جو ان کو پہنچ رہے تھے، ان کے برداشت کرنے کی قوت اور طاقت ان کو کیونکر ملی۔ اس میں یہی سِرّ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلقات بہت گہرے ہو گئے تھے۔ انہوں نے اس حقیقت کو سمجھ لیا تھا، جو آپؐ لے کر آئے تھے اور پھر دنیا اور اس کی ہر چیز ان کی نگاہ میں خداتعالیٰ کے لقاء کے مقابلہ میں کچھ ہستی رکھتی ہی نہیں تھی۔"

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 140 ایڈیشن 2016ء)

درخت سے تعلق رکھنے والی شاخ ہی زندہ رہتی ہے

آپؑ فرماتے ہیں:

"آپ نے جو آج مجھ سے بیعت کی ہے یہ تخمریزی کی طرح ہے۔ چاہیئے کہ آپ اکثر مجھ سے ملاقات کریں اور اس تعلق کو مضبوط کریں جو آج قائم ہوا ہے جس شاخ کا تعلق درخت سے نہیں رہتا وہ آخر خشک ہو کر گر جاتی ہے۔"

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 37-38 ایڈیشن 1984ء)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

"صحبت میں بڑا اشرف ہے۔ اس کی تاثیر کچھ نہ کچھ فائدہ پہنچا ہی دیتی ہے۔ کسی کے پاس اگر خوشبو ہو تو پاس والے کو بھی پہنچ ہی جاتی ہے۔ اسی طرح پر صادقوں کی صحبت ایک روح صدق کی نفخ کر دیتی ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ گہری صحبت نبی اور صاحب نبی کو ایک کر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے جو قرآن شریف میں کُوْنُوْا مَعَ

الصّٰدِقِیۡنَ (التوبہ:119) فرمایا ہے۔ اور اسلام کی خوبیوں میں سے یہ ایک بے نظیر خوبی ہے کہ ہر زمانے میں ایسے صادق موجود رہتے ہیں۔“

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 609 ایڈیشن 1988ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام مقربین کی صحبت میں بیٹھنے سے متعلق فرماتے ہیں۔

”یہ مسلّمہ امر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے مقرب کے پاس رہنا گویا ایک طرح سے خود خدا تعالیٰ کے پاس رہنا ہوتا ہے۔“

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 316 ایڈیشن 2016ء)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”جب انسان ایک راستباز اور صادق کے پاس بیٹھتا ہے تو صدق اس میں کام کرتا ہے لیکن جو راستبازوں کی صحبت کو چھوڑ کر بدوں اور شریروں کی صحبت کو اختیار کرتا ہے تو ان میں بدی اثر کر جاتی ہے۔ اسی لئے احادیث اور قرآن شریف میں صحبت بد سے پرہیز کرنے کی تاکید اور تہدید پائی جاتی ہے۔ اور لکھا ہے کہ جہاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اہانت ہوتی ہو اس مجلس سے فی الفور اٹھ جاؤ۔ ورنہ جو اہانت سن کر نہیں اٹھتا اس کا شمار ان میں ہی ہو گا۔ صادقوں اور راستبازوں کے پاس رہنے والا بھی ان میں ہی شریک ہوتا ہے اس لئے کس قدر ضرورت ہے اس امر کی کہ انسان کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ کے پاک ارشاد پر عمل کرے۔“

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 507)

صحبت صالحین کے لئے مرکز آنا

زیارت صالحین کے لیے سفر کرنا قدیم سے سنت سلف صالح چلی آئی ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ جب قیامت کے دن ایک شخص اپنی بد اعمالی کی وجہ سے سخت مواخذہ میں ہو گا تو اللہ جلّ شانہ اس سے پوچھے گا کہ فلاں صالح آدمی کی ملاقات کے لیے کبھی تو گیا تھا۔ تو وہ کہے گا بالارادہ تو کبھی نہیں گیا مگر ایک دفعہ ایک راہ میں اس کی ملاقات ہو گئی تھی تب خدا تعالیٰ کہے گا کہ جا بہشت میں داخل ہو۔ میں نے اسی ملاقات کی وجہ سے تجھے بخش دیا۔ (آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 608)

فرمایا:

”ہمیں بہت افسوس ہے کہ بعض لوگ کچے ہی آتے ہیں اور کچے ہی چلے جاتے ہیں۔ حالانکہ یہ اُن کا فرض ہے کہ یہاں آکر چند روز رہیں اور اپنے شبہات پیش کر کے پختگی حاصل کریں تو پھر ان سے دوسرے مخالف اور عیسائی ایسے بھاگیں گے جیسے لاحول سے شیطان بھاگتا ہے۔“

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 283-284 ایڈیشن 2016ء)

ایک انگریز نے ایک دفعہ حضورؑ سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ کشمیر میں ایک بڑا ہوٹل بناؤں اور وہاں ہر ملک و دیار کے لوگ جو سیر و سیاحت کے لئے آتے ہیں ان کو تبلیغ کروں۔ حضورؑ نے فرمایا کہ ”ہمیں اس سے دنیا داری کی بو آتی ہے۔ اگر اسے سچا اخلاص خدا کے ساتھ ہے اور اس کی غرض تحصیل دینی ہے تو اول یہاں (قادیان) آکر رہے۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 316 ایڈیشن 2016ء)

سفید کپڑا اور صحبت

فرمایا:

”کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ (التوبہ:119) بھی اسی واسطے فرمایا گیا ہے۔ سادہ سنگت بھی ایک ضرب المثل ہے۔ پس یہ ضروری بات ہے کہ انسان باوجود علم کے اور باوجود قوت وشوکت کے امام کے پاس ایک سادہ لوح کی طرح پڑا رہے تا اس پر عمدہ رنگت آوے۔ سفید کپڑا اچھا رنگا جاتا ہے اور جس میں اپنی خودی اور علم کا پہلے سے کوئی میل کچیل ہوتا ہے اس پر عمدہ رنگ نہیں چڑھتا۔ صادق کی معیت میں انسان کی عقدہ کشائی ہوتی ہے اور اسے نشانات دئے جاتے ہیں جن سے اس کا جسم منور اور روح تازہ ہوتی ہے۔“

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 262۔263 ایڈیشن 2016ء)

آپؑ فرماتے ہیں:

”صادقوں کی صحبت میں رہنا بہت ضروری ہے خواہ انسان کیسا علم رکھتا ہو۔ طاقت رکھتا ہو، لیکن صحبت میں رہنے سے جو اس کے شبہات دور ہوتے ہیں اور اسے علم حاصل ہوتا ہے وہ دوسرے طور سے حاصل نہیں ہوتا۔“ (البدر جلد 2 نمبر 8 مورخہ 13 مارچ 1903ء صفحہ 59)

اصلاحِ نفس اور صحبت صالحین

آپؑ فرماتے ہیں:

”وہ عظیم الشان ذریعہ جس سے ایک چمکتا ہوا یقین حاصل ہو اور خدا تعالیٰ پر بصیرت کے ساتھ ایمان قائم ہو ایک ہی ہے کہ انسان ان لوگوں کی صحبت اختیار کرے جو خدا تعالیٰ کے وجود پر زندہ شہادت دینے والے ہوں خود جنہوں نے اس سے سن لیا ہے کہ وہ ایک قادر مطلق اور عالم الغیب تمام صفات کاملہ سے موصوف خدا ہے...... پس مَیں اس نور کو لے کر آیا ہوں اور دنیا میں قوتِ یقین کو پیدا کرنا چاہتا ہوں اور اس قوت کا پیدا ہونا صرف الفاظ اور باتوں سے نہیں ہو سکتا، بلکہ یہ ان نشانات سے نشو نما پاتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مقتدرانہ طاقت سے صادقوں کے ہاتھ پر ظہور پاتے ہیں۔“

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 365۔366 ایڈیشن 2016ء)

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ سے کسی نے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ ”سنا ہے کہ آپ کو کیمیا گری آتی ہے؟ آپؓ نے فرمایا کہ ہاں آتی ہے۔ اس نے عرض کیا کہ ہم غریب ہیں اور مقروض رہتے ہیں۔ آپ ہمیں بھی بتائیں۔

چنانچہ حضور نے ایک مرتبہ تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

لوگ اکسیر اور سنگ پارس تلاش کرتے پھرتے تھے۔ میرے لیے تو حضرت مرزا صاحب پارس تھے۔ میں نے انکو چھوا تو بادشاہ بن گیا“

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 565)

سامعین! حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحبت صالحین کے متعلق میں فرماتے ہیں کہ

”انسان ہمیشہ اپنے گندے جلیسوں کی وجہ سے تباہی کے گڑھے میں گرا کرتا ہے۔ وہ پہلے تو اپنے دوستوں کی مصاحبت پر فخر کرتا ہے۔ مگر جب اسے کسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو وہ بے اختیار کہہ اٹھتا ہے کہ لَیۡتَنِیۡ لَمۡ اَتَّخِذۡ فُلَانًا خَلِیۡلًا کہ اے کاش میں فلاں کو اپنا دوست نہ بناتا اس نے تو مجھے گمراہ کر دیا۔ اسی وجہ سے قرآن کریم نے مومنوں کو خاص طور پر نصیحت فرمائی ہے کہ کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ (التوبہ:119) یعنی اے مومنو! تم ہمیشہ صادقوں کی معیت اختیار کیا کرو۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنے

گردوپیش کی اشیاء سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا مگر وہ اپنی دوستی اور ہم نشینی کے لئے ان لوگوں کا انتخاب کرے گا جو اعلیٰ اخلاق کے مالک ہوں گے اور جن کا مطمح نظر بلند ہو گا تو لازماً وہ بھی اپنی کمزوریوں کو دور کرنے کی کوشش کرے گا۔ اور رفتہ رفتہ اس کی یہ کوشش اس کے قدم کو اخلاقی بلندیوں کی طرف بڑھانے والی ثابت ہو گی۔ لیکن اگر وہ برے ساتھیوں کا انتخاب کرے گا تو وہ اسے کبھی راہ راست کی طرف نہیں لے جائیں گے۔ بلکہ اسے اخلاقی پستی میں دھکیلنے والے ثابت ہوں گے۔"

(تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ 481)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ صحبت صالحین سے متعلق فرماتے ہیں:

"میں نے جماعت کو نصیحت کی تھی کہ بدوں سے پرہیز کرو اور جتنا حصہ بھاگ سکتے ہو بدوں سے دور بھاگو اور نیکوں کی مجلس میں بیٹھو کیونکہ بدوں سے خالی بھاگنا کافی نہیں۔ سوال یہ ہے کہ کس طرف بھاگو۔ اگر بدوں سے بھاگو گے تو اس سے بہتر مجلس پیش نظر ہونی چاہیئے۔"

ہمارے پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ جماعت کو صحبت صالحین کی تلقین و نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"یہ بھی نظر رکھنی چاہئے کہ بچوں کے دوست کون ہیں بچوں کے دوستوں کا بھی پتہ ہونا چاہئے۔ یہ مثال تو ابھی آپ نے سن ہی لی۔ اس سیٹ پر بیٹھنے کی وجہ سے ہی صرف اس طالبعلم پر دہریت کا اثر ہو رہا تھا۔ لیکن یہ مثالیں کئی دفعہ پیش کرنے کے باوجود، کئی دفعہ سمجھانے کے باوجود، ابھی بھی والدین کی یہ شکایات ملتی رہتی ہیں کہ انہوں نے سختی کرکے یا پھر بالکل دوسری طرف جا کر غلط حمایت کر کے بچوں کو بگاڑ دیا۔ ایک بچہ جو پندرہ سولہ سال کی عمر تک بڑا اچھا ہوتا ہے جماعت سے بھی تعلق ہوتا ہے، نظام سے بھی تعلق ہوتا ہے، اطفال الاحمدیہ کی تنظیم میں بھی حصہ لے رہا ہوتا ہے۔ جب وہ پندرہ سولہ سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو پھر ایک دم پیچھے ہٹنا شروع ہو جاتا ہے اور پھر ہٹتا چلا جاتا ہے، یہاں تک کہ ایسی بھی شکایات آئیں کہ ایسے بچے ماں باپ سے بھی علیحدہ ہو گئے۔ اور پھر بعض بچیاں بھی اس طرح ضائع ہو جاتی ہیں۔ جن کا بہر حال افسوس ہوتا ہے۔ تو اگر والدین شروع سے ہی اس بات کا خیال رکھیں تو یہ مسائل پیدا نہ ہوں۔

پھر بچوں کو بھی میں کہتا ہوں کہ اپنے دوست سوچ سمجھ کر بناؤ۔ یہ نہ سمجھو کہ والدین تمہارے دشمن ہیں یا کسی سے روک رہے ہیں بلکہ سولہ سترہ سال کی عمر ایسی ہوتی ہے کہ خود ہوش کرنی چاہئے، دیکھنا چاہئے کہ

ہمارے جو دوست ہیں بگاڑنے والے تو نہیں، اللہ تعالیٰ سے دور لے جانے والے تو نہیں۔ کیونکہ جو اللہ تعالیٰ سے دور لے جانے والے ہیں وہ تمہارے خیر خواہ نہیں ہوسکتے۔ تمہارے ہمدرد نہیں ہوسکتے، تمہارے سچے دوست نہیں ہوسکتے۔ اور ایک احمدی بچے کو تو کیونکہ صادقوں کی صحبت سے فائدہ اٹھانا ہے اس لئے یاد رکھیں کہ یہ گروہ شیطان کا گروہ ہے صادقوں کا گروہ نہیں اس لئے ایسے لوگوں میں بیٹھ کے اپنی بدنامی کا باعث نہ بنیں، ایسے بچوں یا نوجوانوں سے دوستی لگا کے اپنے خاندان کی بدنامی کا باعث نہ بنیں اور ہمیشہ نظام سے تعلق رکھیں۔ نظام جو بھی آپ کو سمجھاتا ہے آپ کی بہتری اور بھلائی کے لئے سمجھاتا ہے۔ نمازوں کی طرف توجہ دیں۔ قرآن پڑھنے کی طرف توجہ دیں اللہ تعالیٰ ہمارے ہر بچے کو ہر شیطانی حملے سے بچائے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 11، جون 2004ء)

رہیں ہم دُور ہر بدکیش و بد سے
رہے صحبت ہمیں اہلِ وفا کی
بنائیں دل کو گلزارِ حقیقت
لگائیں شاخ زہد و اتّقا کی
رسول اللہ ہمارے پیشوا ہوں
ملے توفیق اُن کی اقتدا کی

اللہ تعالیٰ ہمیں صلحاء اور نیک بزرگوں کی صحبت بالخصوص خلیفۃ المسیح کی پاکیزہ صحبت یعنی ارشادات و نصائح کو سننے اور ان پر بھرپور عمل کرنے کی توفیق سے نوازتا رہے۔ آمین

﴾17﴿ ﴾مشاہدات۔160﴿

صحبت صالح ترا صالح کند

اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں فرماتا ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ (التوبہ:119)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اُس پر نثار
اِسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب؟
اُسے دے چکے مال و جاں بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اُس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اِس خاک سے

(نشانِ آسمانی صفحہ 46 حاشیہ۔ مطبوعہ 1892ء)

آج میری تقریر کا عنوان ہے: **صحبت صالح ترا صالح کند**

معزز سامعین! اس تقریر کو ''صحبت صالحین'' کا عنوان بھی دیا جاسکتا ہے۔ صحبت کے معنی دوستی، ہم جلیسی، ہم نشینی کے کئے جاسکتے ہیں اور اسلامی اصطلاح ''صحابی'' بھی اسی سے مشتق ہے جس کے معنی ساتھی، دوست اور ہم مجلس کے ہیں اور جب ''صحابی رسولؐ'' کہا جاتا ہے تو اس کے معنی آنحضور صلی اللہ

علیہ وسلم کے رفیق، ساتھی اور صحبت یافتہ کے لئے جاتے ہیں۔ جس نے سرور کونین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی جسمانی آنکھوں سے دیکھا ہو اور ہم صحبت رہ کر چند باتیں بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنی ہوں۔ اس ہم نشینی کے بدلے اور صلہ، صحابہ نیک، پارسا، پرہیز گار، نیک چلن اور متقی بنے اور مندرجہ بالا عنوان آپ صحابہ پر صادق آیا کہ سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اچھی و نیک صحبت نے صحابہ کو شائستہ، صالح اور نیک بنادیا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد بار نیک، صالح اور پارسا لوگوں کی صحبت رکھنے کی تلقین فرمائی ہے۔ جیسے سورۃ توبہ آیت 119 میں مومنوں کو مخاطب ہو کر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِتَّقُوْا اللّٰہَ کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

سورۃ توبہ ہی کی آیت 71 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں جو اچھی باتوں کا حکم اور بری باتوں سے روکتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں نیز اللہ اور رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ انہی پر اللہ ضرور رحم کرے گا۔

سورۃ ال عمران آیت 29 میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو تاکیداً حکم دیا کہ مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کی صحبت اختیار نہ کرو۔ ایسا کرنے والے کا اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں۔

احادیث میں سرور کائنات سیدنا خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مسلمانوں کو صحبت صالحین اختیار کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ ایک موقع پر نیک اور بُرے ساتھی کی مثال دو اشخاص سے دے کر صحابہ کو اس اہم مضمون کی طرف یوں توجہ دلائی کہ ایک شخص کستوری اٹھائے ہوئے ہو اور دوسرا بھٹی جھونکنے والا ہو۔ کستوری والا مفت میں خوشبو دے جائے گا۔ اس کی مہک سے تو فائدہ اٹھا جائے گا (یہ ذکر الٰہی کی محافل ہیں) اور بھٹی والے کے قریب بیٹھنے سے کپڑے جل جائیں گے اور اس کا بدبودار دھواں تنگ کرے گا۔

(مسلم کتاب البّر والصلة)

اس حدیث کی تشریح میں دعا دیتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ ہم سب کو کستوری کی خوشبو بانٹنے والا بنائے اور ہمارے اندر وہ پاک تبدیلیاں پیدا ہوں جو نہ صرف ہمیں فائدہ پہنچا رہی ہوں بلکہ لوگ بھی ہم سے فائدہ اٹھا رہے ہوں۔"

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 398)

پھر فرمایا:

"بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو پاک مجالس میں تو بیٹھتے ہیں لیکن ان مجالس کی نیکیوں کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کی سوچ ہی ایسی ہوتی ہے کہ اگر کوئی بری بات نظر آئے تو اس کو لے کر زیادہ شور مچایا جاتا ہے۔ تو ایسے لوگوں کی ہی مثال دیتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس شخص کی مثال جو حکمت کی بات سنے اور پھر سنی ہوئی باتوں میں سے سب سے شر انگیز بات کی پیروی کرے ایسے شخص کی ہے جو ایک چرواہے کے پاس آیا اور کہا کہ اپنے ریوڑ میں سے مجھے ایک بکری کاٹ دو۔ تو چرواہا اسے کہے کہ اچھا ریوڑ میں سے تمہیں جو بکری سب سے اچھی لگتی ہے اسے کان سے پکڑ لو۔ تو وہ جائے اور ریوڑ کی حفاظت کرنے والے کتے کو کان سے پکڑ لے۔ (مسند احمد باقی مسند المکثرین باقی المسند السابق) تو ایسے لوگ جو اس سوچ کے ہوتے ہیں اور اس سوچ سے مجلسوں میں آتے ہیں باہر نکل کر اچھی باتوں کا ذکر کرنے کی بجائے اگر انہوں نے کسی کی وہاں بُرائی دیکھی ہو تو اس کا زیادہ چرچا کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کی صلاحیت ہی یہی ہے اور ان کی کم نظری یہ ہے کہ انہوں نے کتے کے علاوہ کچھ دیکھا ہی نہیں ہوتا۔ اس لئے آگے بڑھ کر صرف کتے کا کان ہی پکڑتے ہیں۔ اچھی مجلسوں سے فائدہ اٹھانا بھی مومن کی شان ہے۔"

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 492-493)

پھر فرمایا اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُّخَالِلُ (ابو داؤد کتاب الادب) کہ انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے یعنی دوست کے اخلاق کا اثر انسان پر ہوتا ہے اس لئے دوست بناتے وقت غور وخوض کرنا چاہیے۔

ایک عربی شاعر نے اس مضمون کو اپنے اشعار میں یوں بیان کیا ہے

عن المرء لاتسئل و ابصر قرینه
فان القرین بما لمقارن مقتدی
اذا کنت فی قوم فصاحب خیارھم
و لا تصحب الا روی فتردی مع الردی

کہ اگر تم کو کسی شخص کے متعلق تحقیق مقصود ہو تو اس شخص کی تحقیق نہ کرو بلکہ اس کے ہم نشینوں کو دیکھو کیونکہ دوست اپنے ہم نشینوں کا متبع ہوتا ہے جیسے ہم نشین ہوں گے ویسا ہی وہ شخص ہو گا۔ جب تم کسی قوم میں ہو تو اس قوم کے اچھوں کی صحبت اختیار کرو، ناکارہ لوگوں کی صحبت میں نہ بیٹھو ورنہ تم ہلاک ہو جاؤ گے۔

سامعین! قادیان میں کسی شخص نے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ سے عرض کی کہ میرا بیٹا دہریت جیسی باتیں کرتا ہے۔ آپؓ نے فوراً ہدایت فرمائی کہ کلاس روم میں اس کی جگہ تبدیل کر دو۔ اس پر اس کے کلاس فیلو کا اثر ہو رہا ہے چنانچہ جگہ تبدیل کرنے سے وہ بچہ دوبارہ ایمان کی راہیں اختیار کر گیا۔

بعض ماثورہ اقوال میں ''وَحْدَةُ الْمَرْءِ خَیْرٌ مِنْ جَلِیْسِ السُّوءِ'' بھی ملتا ہے کہ اگر صالح ہم نشین اور اچھا ساتھی میسر نہ ہو تو پھر انسان کے لئے تنہائی ہی بہتر ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرشتوں کے متعلق فرمایا کہ ان کو ذکر کی مجالس کی تلاش رہتی ہے جب وہ ایسی مجلس کو پاتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو رہا ہو تو فرشتے وہاں بیٹھ کر مجلس کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں۔ ساری فضا ان کے اس بابرکت سایہ سے مہک اٹھتی ہے اور جب مجلس برخواست ہوتی ہے تو فرشتے بھی واپس چلے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس جیسی مجلس میں کام سے آئے ایک شخص کو بھی انہی میں سے قرار دے کر ان مبارک لوگوں کے ساتھ شامل کر دیا جن پر فرشتے پَر پھیلائے سایہ کیے ہوئے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”جب انسان ایک راستباز اور صادق کے پاس بیٹھتا ہے تو صدق اس میں کام کرتا ہے لیکن جو راستبازوں کی صحبت کو چھوڑ کر بدوں اور شریروں کی صحبت اختیار کرتا ہے تو ان میں بدی اثر کرتی جاتی ہے۔ اسی لئے احادیث اور قرآن شریف میں صحبتِ بد سے پرہیز کرنے کی تاکید اور تہدید پائی جاتی ہے اور لکھا ہے کہ جہاں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت ہوتی ہو اس مجلس سے فی الفور اُٹھ جاؤ ورنہ جو اہانت سُن کر نہیں اٹھتا اس کا شمار بھی ان میں ہی ہو گا۔

صادقوں اور راستبازوں کے پاس رہنے والا بھی ان میں ہی شریک ہوتا ہے۔ اس لئے کس قدر ضرورت ہے اس امر کی کہ انسان کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ کے پاک ارشاد پر عمل کرے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ملائکہ کو دنیا میں بھیجتا ہے وہ پاک لوگوں کی مجلس میں آتے ہیں اور جب واپس جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُن سے پوچھتا ہے کہ تم نے کیا دیکھا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے ایک مجلس دیکھی ہے جس میں تیرا ذکر کر رہے تھے مگر ایک شخص ان میں سے نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نہیں! وہ بھی ان میں سے ہی ہے کیونکہ اِنَّھُمْ قَوْمٌ لَا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صادقوں کی صُحبت سے کس قدر فائدے ہیں سخت بد نصیب ہے وہ شخص جو صحبت سے دُور رہے۔“

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 507)

ایک اور موقع پر صحبت صالحین کی غرض بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”بات یہ ہے کہ مُردوں سے مدد مانگنے کے طریق کو ہم نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہ ضعیف الایمان لوگوں کا کام ہے کہ مُردوں کی طرف رجوع کرتے ہیں اور زندوں سے دور بھاگتے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی میں لوگ اُن کی نبوت کا انکار کرتے رہے اور جس روز انتقال کر گئے تو کہا کہ آج نبوت ختم ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے کہیں بھی مُردوں کے پاس جانے کی ہدایت نہیں فرمائی۔ بلکہ کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ (التوبہ:119) کا حکم دے کر زندوں کی صُحبت میں رہنے کا حکم دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اپنے دوستوں کو بار بار یہاں (قادیان) آنے اور رہنے کی تاکید کرتے ہیں۔ اور ہم جو کسی دوست کو یہاں رہنے کے واسطے کہتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ محض اس کی حالت پر رحم کر کے ہمدردی اور خیر خواہی سے ہی کہتے ہیں۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ایمان درست نہیں ہوتا جبتک

انسان صاحبِ ایمان کی صُحبت میں نہ رہے اور یہ اس لئے چونکہ طبیعتیں مختلف ہوتی ہیں۔ ایک ہی وقت میں ہر قسم کی طبیعت کے موافقِ حال تقریر ناصح کے منہ سے نہیں نکلا کرتی۔ کوئی وقت ایسا آجاتا ہے کہ اس کی سمجھ اور فہم کے مطابق اُس کے مذاق پر گفتگو ہو جاتی ہے۔ جس سے اُس کو فائدہ پہنچ جاتا ہے اور اگر آدمی بار بار نہ آئے اور زیادہ دنوں تک نہ رہے، تو ممکن ہے کہ ایک وقت ایسی تقریر ہو جو اُس کے مذاق کے موافق نہیں ہے اور اُس سے اُس میں بد دلی پیدا ہو اور وہ حسنِ ظن کی راہ سے دور جا پڑے اور ہلاک ہو جاوے۔“

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 339)

سامعین! حضرت مصلح موعودؓ نے صالحین کی صحبت میں بیٹھنے کے فلسفہ کو نہایت عمدگی کے ساتھ اپنے ایک لیکچر میں یوں بیان فرمایا ہے:

”اسی لئے صحبت صالح کا حکم ہے اس میں یہی حکمت ہے خدا کے برگزیدہ بندوں کی بات تو تحریر کے ذریعہ یا دوسروں کی زبانی بھی معلوم ہو سکتی ہے۔ پھر کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (التوبہ:119) میں صادقوں کی صحبت میں رہنے کا کیوں اشارہ کیا گیا ہے۔ پھر رسول کریمؐ کے پاس رہ کر تعلیم حاصل کرنے یا مسیح موعود کا اپنی صحبت میں رہنے کی تاکید کرنے کا کیا مطلب ہے؟ در حقیقت بات یہ ہے کہ صرف الفاظ اس قدر اثر نہیں رکھتے جس قدر وہ رَو رکھتی ہے جو قلب سے نکلتی ہے اور چونکہ ہر قلب ایسا نہیں ہوتا جو اسے دور سے محسوس کر سکے اس لئے قریب ہونے کی وجہ سے چونکہ رَو کی شدت بڑھ جاتی ہے اور جلدی اثر ہو جاتا ہے اس لئے قرب کا حکم دیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کو بتایا گیا کہ جو تیرے زمانہ کے لوگ ہوں گے وہ اچھے ہوں گے اور جو ان سے بعد کے ہوں گے وہ ان سے کم درجہ کے ہوں گے اور جو ان سے بعد کے ہوں گے وہ ان سے کم درجہ کے ہوں گے...... اب سوال ہوتا ہے کہ ان سب کی اصلاح تو قرآن کریم اور احادیث کے ذریعہ ہوئی اور اسی طرح سے وہ پاک وصاف ہوئے پھر وجہ کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانہ کے لوگ اعلیٰ درجہ رکھتے ہیں اور ان کے بعد کے ان سے کم اور ان کے بعد کے ان سے بھی کم۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ پہلوں پر جس قدر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعودؑ کے وجود پاک سے نکلی ہوئی لہر کا اثر ہوا وہ بُعدِ زمانی کی وجہ سے بعد والوں پر کم ہوتا گیا۔ دیکھو! پانی میں جب پتھر پھینکا جائے تو قریب قریب کی لہریں

بہت نمایاں اور واضح ہوتی ہیں اور جوں جوں لہریں پھیلتی جاتی ہیں مدہم ہوتی جاتی ہیں یہی حالت روحانی لہروں کی ہوتی ہے ان پر جوں جوں زمانہ گزرتا جاتا ہے اور وہ پھیلتی جاتی ہیں تو گو مٹتی نہیں مگر ایسی کمزور اور مدھم ہوتی ہیں کہ ہر ایک دل انہیں محسوس نہیں کرتا اور جو محسوس کرتا ہے وہ بھی پورے طور پر محسوس نہیں کر سکتا۔ اس لئے جن لوگوں کو روحانیت کی لہر پیدا کرنے والے وجود کا قربِ مکانی یا قربِ زمانی حاصل ہوتا ہے وہ اس لہر سے زیادہ فائدہ اٹھاتے ہیں اور بعد میں آنے والوں سے بہت بڑھے ہوئے ہوتے ہیں۔

قربِ مکانی اور زمانی کے اثر کا عام اور ظاہری ثبوت اس سے مل سکتا ہے کہ آپ لوگوں نے کئی دفعہ تجربہ کیا ہوگا اگر کسی کو کوئی کام کرنے کے لئے خط لکھا جائے تو وہ انکار کر دیتا ہے اگر خود اس کے پاس جاکر کہا جائے تو کام کر دیتا ہے۔ ہر ایک کہنے والا نہیں جانتا کہ اس کی کیا وجہ ہے اور کہا جاتا ہے کہ منہ دیکھے کا لحاظ کیا گیا ہے لیکن دراصل وہ رَو کا اثر ہوتا ہے جو قرب کی وجہ سے زیادہ پڑتا ہے اور اس طرح جس کو کچھ کہا جائے وہ مان لیتا ہے۔ اسی طرح وہی تقریر جو ایک جگہ مقرر کے منہ سے سنی جائے جب چھپی ہوئی پڑھی جائے تو اس کا وہ اثر نہیں ہوتا جو سننے کے وقت ہوتا ہے۔ اس وقت بڑا مزا اور لطف آتا ہے لیکن چھپی ہوئی پڑھنے سے ایسا مزا نہیں آتا۔ جس پر کہہ دیا جاتا ہے کہ لکھنے والے نے اچھی طرح نہیں لکھی لیکن بات یہ ہوتی ہے کہ لکھنے والا تو صرف الفاظ ہی لکھتا ہے۔ وہ لہریں جو تقریر کرنے والے سے نکل رہی ہوتی ہیں ان کو محفوظ نہیں کر سکتا۔ اس لئے صرف الفاظ کا اتنا اثر نہیں ہوتا جتنا لہروں کے ساتھ ملنے سے ہوتا ہے جو قرب کی وجہ سے سننے والے تک پورے طور پر پہنچ رہی ہوتی ہیں۔ اس لئے تقریر سننے سے زیادہ اثر ہوتا ہے اور پڑھنے کے وقت ایک تو بُعد ہوتا ہے اور دوسرے صرف لفظ ہوتے ہیں اس لئے وہ لطف نہیں آتا نہ اتنا اثر ہوتا ہے۔"

(اصلاح اعمال کی تلقین، انوار العلوم جلد 4 صفحہ 171-173)

جیسا کہ اوپر ایک شاعر کے حوالہ سے بات کر آیا ہوں کہ یہ مضمون اتنا اہم ہے کہ اسے اپنے معاشرے کی تزئین و آرائش اور بہتری کے لئے قوم کے لیڈروں نے خواہ ان کا تعلق مشرکین سے ہو، دہریت سے

ہو یا عیسائیوں، یہودیوں اور دیگر مذاہب سے۔ اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ اچھی صحبت اچھے لوگ مہیا کرتی ہے۔

کسی نے اس مضمون کو اس آسان لہجہ میں سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ گلاب کے پھول کی پتیاں جس زمین پر (یعنی پودا کے نیچے زمین پر) گرتی ہیں اسے بھی خوشبودار کر دیتی ہیں اور کسی نے کہا کہ تخم را تاثیر صحبت را اثر کہ بیج کی تاثیر اور صحبت کا اثر ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس حوالہ سے فرماتے ہیں:

"مثل مشہور ہے۔ تخم تاثیر صحبت را اثر" اس کے اول جزو (حصہ) پر کلام ہو تو ہو، لیکن دوسرا حصہ "صحبت را اثر" ایسا ثابت شدہ مسئلہ ہے کہ اس پر زیادہ بحث کرنے کی ہم کو ضرورت نہیں۔ ہر ایک شریف قوم کے بچوں کا عیسائیوں کے پھندے میں پھنس جانا اور مسلمانوں حتّٰی کہ غوث و قطب کہلانے والوں کی اولاد اور سادات کے فرزندوں کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرنا دیکھ چکے ہو۔ اُن صحیح النسب سیدوں کی جو اولاد اپنا سلسلہ حضرت امام حسینؓ تک پہنچاتے ہیں۔ ہم نے کرسچن (عیسائی) دیکھی ہے اور بانی اسلام کی نسبت قسم قسم کے الزام (نعوذ باللہ) لگاتے ہیں۔ ایسی حالت میں بھی اگر کوئی مسلمان اپنے دین اور اپنے نبیؐ کے لئے غیرت نہیں رکھتا، تو اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہو گا؟

اگر تم اپنے بچوں کو عیسائیوں، آریوں اور دوسروں کی صحبت سے نہیں بچاتے یا کم از کم نہیں بچانا چاہتے، تو یاد رکھو کہ نہ صرف اپنے اوپر بلکہ قوم پر اور اسلام پر ظلم کرتے اور بہت بڑا بھاری ظلم کرتے ہو۔ اس کے یہ معنے ہیں کہ گویا تمہیں اسلام کے لئے کچھ غیرت نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت تمہارے دل میں نہیں۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 45)

سامعین! کسی نے کہا ہے کہ

گندم از گندم بروید جو از جو
از مکافات عمل غافل مشو

کہ گندم سے گندم اور جو سے جو اُگتے ہیں۔ تو مکافات عمل سے ہر گز غافل نہ ہو۔

اسی مضمون کو ایک انگریزی مثل میں یوں سمویا گیا ہے

“The duty of an apple is to ensure that an apple tree grow out of it”.

سیب کے ذمہ لگایا گیا ہے کہ وہ ممکن بنائے کہ اس کے ذریعہ سیب کے درخت اُگیں گے۔

یہ حقیقت ہے کہ انسان اپنے ماحول میں دیگر اُٹھنے بیٹھنے والے لوگوں سے ضرور اثر پکڑتا ہے اور باوجود نہ چاہنے کے بھی، اس میں ان لوگوں جیسی حرکات و سکنات پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ اس لئے کوشش کرنی چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے دوستیاں بڑھائیں اور بدزبان اور بدکردار کے حامل انسانوں سے کنارہ کشی اختیار کرلیں۔ حضرت نبی کریم ﷺ کی صحبت میں بیٹھنے والے پہلے بالکل جاہل اور اخلاق سے عاری تھے مگر آہستہ آہستہ حضورؐ کی صحبت کا اثر یہ ہوا کہ وہ لوگ الٰہی رنگ پکڑ گئے اور ساری دنیا پر اخلاق حسنہ کی تلوار سے حکومت کی۔

حضرت مسیح موعودؑ، صحبتِ صالحین کی افادیت سے متعلق فرماتے ہیں:

”جو شخص شراب خانہ میں جاتا ہے خواہ وہ کتنا ہی پرہیز کرے اور کہے کہ مَیں نہیں پیتا ہوں لیکن ایک دن آئے گا وہ ضرور پیئے گا۔ پس اس سے کبھی بے خبر نہیں رہنا چاہئیے کہ صحبت میں بڑی تاثیر ہے۔ جو شخص نیک صحبت میں جاتا ہے خواہ وہ مخالفت کے ہی رنگ میں ہو لیکن وہ صحبت اپنا اثر کئے بغیر نہ رہے گی اور ایک نہ ایک دن وہ اس مخالفت سے باز آجائے گا۔“

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 505-506)

حضرت خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ مورخہ 11 ستمبر 2020ء میں عزیزم رؤوف بن مقصود مرحوم متعلم جامعہ احمدیہ کی سیرت بیان کرتے ہوئے مرحوم کا یہ نصیحت آموز فقرہ بھی quote فرمایا کہ

”اپنے جو قریبی تھے ان کو کہا کرتے تھے کہ اچھے اخلاق والے دوست چنو۔“

اصل انسان کی کامیابی اسی میں ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کو دَورِ رسولؐ میں آنحضور ﷺ اور حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہیدؓ کو اس اخروی دور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مختصر صحبت نے ان کو سونے کی ڈلی بنا دیا اور وہ ایک ایسا مقام بنا گئے جو رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے

حضرت عائشہؓ سے آنحضور صلی االلہ علیہ وسلم کے نزدیک اپنی تدفین کے لئے جو جگہ مانگی وہ بھی درحقیقت صحبتِ صالحین ہی ہے۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ زندوں کے ساتھ ساتھ مُردوں میں بھی صحبتِ صالحین مسلّمہ ہے۔

صحبتِ صالحین کے ذرائع

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آج صادقین کی صحبت ہم کیسے حاصل کریں۔ اس میں سب سے اول مساجد میں باجماعت نمازوں میں شمولیت جہاں مومن محض اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے تشریف لاتے ہیں۔ مساجد کے تسلسل میں درس القرآن، درس الحدیث اور درس ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں۔ جب یہ درس ہورہا ہو تو وہ محفل صحبتِ صالحین کی ہے۔

ہفتہ میں جمعہ کے روز نہادھوکر حسب توفیق خوشبو لگا کر مساجد میں جا کر خطبہ جمعہ سننا بھی ایک اعلیٰ درجہ کی صادقین کی مجلس ہے۔ اسی دور میں اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ پر یہ احسان عظیم کر رکھا ہے کہ ہم MTA کے توسط سے اپنے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ کے بیان فرمودہ خطبات جمعہ سے براہ راست مستفیض ہوتے ہیں۔ صحبتِ صالحین کی یہ محافل 200 سے زائد ممالک میں بیک وقت جاری ہوتی ہیں۔ فرشتوں کا نزول ہو رہا ہوتا ہے۔ اذان بیک وقت نشر ہو رہی ہوتی ہے۔ صادقین کی اس محفل سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہیے۔

سامعین! ایم ٹی اے کی بات چلی ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ عظیم نعمت ہمیں عطا فرمائی ہے جہاں سے 24 گھنٹے روحانیت کے شگوفے پھوٹتے ہیں۔ اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔ نیکی کی باتیں ہوتی ہیں۔ اس سے بڑھ کر صحبتِ صالحین کی محافل نہیں ہوسکتیں۔

جماعتوں اور ذیلی تنظیموں کے ماہانہ اجلاسات ہیں۔ جو صادقین کی صحبت کا ذریعہ ہیں۔ اس کے علاوہ وہ جلسے ہیں جن کی ابتداء یا بنیادی اینٹ آج سے 132 سال قبل الٰہی اذن سے قادیان میں رکھی گئی اور آج 75 سے زائد ممالک میں یہ جلسے بڑی شان کے ساتھ منعقد ہوتے ہیں۔ یہ صادقین کی محافل ہیں۔ ہمارے پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے 2 دسمبر 2005ء کو ماریشس کے جلسہ سالانہ پر خطبہ جمعہ ارشاد فرمانے سے قبل سورۃ التوبہ کی آیت 119 كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ کی تلاوت فرمائی اور ان جلسوں کو صحبتِ صالحین کا ذریعہ قرار دیا۔

آپ نے اس خطبہ جمعہ میں فرمایا:

”یہ آیت جو میں نے تلاوت کی ہے اس میں اللہ ہمیں نصیحت فرما رہا ہے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کا غلامِ صادق ہی سب سے بڑا صادق ہے۔ پس اب جب آپ نے اس صادق کے ساتھ تعلق جوڑا ہے تو اس تعلق کو مضبوط سے مضبوط تر کریں اور آپؑ اپنی جماعت جیسی بنانا چاہتے تھے ویسی جماعت بننے کی کوشش کریں۔ دنیا کو بتادیں کہ تم ہمیں مسلمان سمجھو یا غیر مسلم اس سے ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہم نے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کرتے ہوئے اس صادق کو پالیا ہے اور اب اس کی جماعت میں شامل ہو گئے ہیں اور اب ہم ہی ہیں جن سے اسلام کی آئندہ تاریخ بنی ہے (ان شاء اللہ) اس لئے ہم اب تمہیں بھی کہتے ہیں کہ آؤ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے عاشقِ صادق کی جماعت میں داخل ہو کر اپنی دنیا و آخرت سنوار لو۔ لیکن جب یہ دعویٰ کر کے آپ دنیا کو اپنی طرف بلائیں گے تو اپنے آپ پر بھی نظر ڈالنی ہو گی کہ ہم نے اپنے اندر کیا انقلاب پیدا کیا ہے۔ اس زمانے کے مسیح و مہدی اور سب سے بڑے صادق کو مان کر ہمارے اپنے نمونے کیا ہیں۔ ہمارے اپنے تقویٰ کے معیار کیا ہیں۔“

(خطبات مسرور جلد سوم صفحہ 704)

سامعین! گھروں میں نوافل ادا کرنا، قرآن کریم کی تلاوت کرنا۔ احادیث اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کے ارشادات پڑھنا اور دوسروں کو سنانا بھی صحبتِ صالحین کی محافل ہیں۔ ان تمام محافل صحبت صالحین کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

”اس زمانے میں جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا کہ دعاؤں کے ساتھ ساتھ حضرت اقدس مسیح موعود کی تفاسیر اور علم کلام سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ اگر قرآن کو سمجھنا ہے یا احادیث کو سمجھنا ہے تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ یہ تو بڑی نعمت ہے ان لوگوں کیلئے جن کو اردو پڑھنی آتی ہے کہ تمام کتابیں اردو میں ہیں۔ اکثریت اردو میں ہیں، چند ایک عربی میں بھی ہیں۔ پھر جو پڑھے لکھے نہیں ان کیلئے مسجدوں میں درسوں کا انتظام موجود ہے ان میں بیٹھنا چاہئے اور درس سننا چاہئے۔ پھر ایم ٹی اے کے ذریعہ سے اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے اور ایم ٹی اے والوں کو بھی مختلف ملکوں میں زیادہ

سے زیادہ اپنے پروگراموں میں یہ پروگرام بھی شامل کرنے چاہئیں جن میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے اقتباسات کے تراجم بھی ان کی زبانوں میں پیش ہوں۔ جہاں جہاں تو ہو چکے ہیں اور تسلی بخش تراجم ہیں وہ تو بہر حال پیش ہوسکتے ہیں اور اسی طرح اردو دان طبقہ جو ہے، ملک جو ہیں، وہاں سے اردو کے پروگرام بن کے آنے چاہئیں۔ جس میں زیادہ سے زیادہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس کلام کے معرفت کے نکات دنیا کو نظر آئیں اور ہماری بھی اور دوسروں کی بھی ہدایت کا موجب بنیں۔“

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 401-402)

پھر فرمایا:

”ایسی نیک مجالس ہیں جو سلامتی کی مجلسیں ہیں۔ ان میں عام گھریلو مجالس، اجتماعات اور جلسے بھی ہوسکتے ہیں۔ جماعت احمدیہ خوش قسمت ہے کہ اس میں ایک ہاتھ پر اکٹھا ہونے کی وجہ سے اس قسم کے مواقع میسر آتے رہتے ہیں۔ اب ان شاء اللہ تعالیٰ یہاں کا جلسہ بھی آنے والا ہے اس سے بھی بھرپور فائدہ اٹھانا چاہئے تاکہ ہر طرف سے اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کی بارش ہم پر پڑتی رہے۔“

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 490)

پھر فرمایا:

”یہ بھی ان مجالس کے ضمن میں ہے کہ ہمیشہ ایسی مجالس میں بیٹھنا اور اٹھنا چاہئے جہاں سے نیکی کی باتیں پتہ لگیں۔ تقویٰ کی باتیں پتہ لگیں، اللہ اور رسولؐ کے احکامات کا علم ہو۔ اگر اپنی اصلاح کرنی ہے اور اپنی زندگی سنوارنا چاہتے ہیں اور دینی علم حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیشہ جیسا کہ حدیث میں آیا اپنی صحبت نیک لوگوں میں رکھنی چاہئے اور ایسی مجالس کی تلاش میں رہنا چاہئے۔ اس بات کو ایک حدیث میں یوں بھی بیان فرمایا ہے۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ تم مومن کے سوا کسی اور کے ساتھ نہ بیٹھو اور متقی آدمی کے سوا اور کوئی تمہارا کھانا نہ کھائے۔ (ترغیب و الترھیب بحوالہ صحیح ابن حبان)“

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 491)

پھر فرمایا:

"آپؑ کی کتب پڑھنے کی طرف بھی بہت توجہ دینی چاہئے یہ بات بھی صحبتِ صادقین کے زمرے میں آتی ہے کہ آپؑ کے علم کلام سے فائدہ اٹھایا جائے۔"

(خطبات مسرور جلد سوم صفحہ 394)

پھر ہمارے پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ جماعت کو صحبتِ صالحین کی تلقین و نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"پھر یہ بھی نظر رکھنی چاہئے کہ بچوں کے دوست کون ہیں بچوں کے دوستوں کا بھی پتہ ہونا چاہئے۔ یہ مثال تو ابھی آپ نے سن ہی لی۔ اس سیٹ پر بیٹھنے کی وجہ سے ہی صرف اس طالبعلم پر دہریت کا اثر ہو رہا تھا۔ لیکن یہ مثالیں کئی دفعہ پیش کرنے کے باوجود، کئی دفعہ سمجھانے کے باوجود، ابھی بھی والدین کی یہ شکایات ملتی رہتی ہیں کہ انہوں نے سختی کر کے یا پھر بالکل دوسری طرف جا کر غلط حمایت کر کے بچوں کو بگاڑ دیا۔ ایک بچہ جو پندرہ سولہ سال کی عمر تک بڑا اچھا ہوتا ہے جماعت سے بھی تعلق ہوتا ہے، نظام سے بھی تعلق ہوتا ہے، اطفال الاحمدیہ کی تنظیم میں بھی حصہ لے رہا ہوتا ہے۔ جب وہ پندرہ سولہ سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو پھر ایک دم پیچھے ہٹنا شروع ہو جاتا ہے اور پھر ہٹتا چلا جاتا ہے، یہاں تک کہ ایسی بھی شکایات آئیں کہ ایسے بچے ماں باپ سے بھی علیحدہ ہو گئے۔ اور پھر بعض بچیاں بھی اس طرح ضائع ہو جاتی ہیں۔ جن کا بہر حال افسوس ہوتا ہے۔ تو اگر والدین شروع سے ہی اس بات کا خیال رکھیں تو یہ مسائل پیدا نہ ہوں۔

پھر بچوں کو بھی میں کہتا ہوں کہ اپنے دوست سوچ سمجھ کر بناؤ۔ یہ نہ سمجھو کہ والدین تمہارے دشمن ہیں یا کسی سے روک رہے ہیں بلکہ سولہ سترہ سال کی عمر ایسی ہوتی ہے کہ خود ہوش کرنی چاہئے، دیکھنا چاہئے کہ ہمارے جو دوست ہیں بگاڑنے والے تو نہیں، اللہ تعالیٰ سے دور لے جانے والے تو نہیں۔ کیونکہ جو اللہ تعالیٰ سے دور لے جانے والے ہیں وہ تمہارے خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔ تمہارے ہمدرد نہیں ہو سکتے، تمہارے سچے دوست نہیں ہو سکتے۔ اور ایک احمدی بچے کو تو کیونکہ صادقوں کی صحبت سے فائدہ اٹھانا ہے اس لئے یاد رکھیں کہ یہ گروہ شیطان کا گروہ ہے صادقوں کا گروہ نہیں اس لئے ایسے لوگوں میں بیٹھ کے اپنی بدنامی کا باعث نہ بنیں، ایسے بچوں یا نوجوانوں سے دوستی لگا کے اپنے خاندان کی بدنامی کا باعث نہ بنیں اور ہمیشہ

نظام سے تعلق رکھیں۔ نظام جو بھی آپ کو سمجھاتا ہے آپ کی بہتری اور بھلائی کیلئے سمجھاتا ہے۔ نمازوں کی طرف توجہ دیں۔ قرآن پڑھنے کی طرف توجہ دیں اللہ تعالیٰ ہمارے ہر بچے کو ہر شیطانی حملے سے بچائے۔“

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 396-397)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”قرآن اور حدیث سے ثابت ہے کہ مومن کی ہر ایک چیز بابرکت ہو جاتی ہے جہاں وہ بیٹھتا ہے وہ جگہ دوسروں کیلئے موجب برکت ہوتی ہے۔ اس کا پس خوردہ اوروں کیلئے شفا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ ایک گنہگار خدا تعالیٰ کے سامنے لایا جاوے گا۔ خدا تعالیٰ اس سے پوچھے گا کہ تو نے کوئی نیک کام کیا؟ وہ کہے گا کہ نہیں۔ پھر خدا تعالیٰ اس کو کہے گا کہ فلاں مومن تو ملا تھا وہ کہے گا خداوند میں ارادتاً تو کبھی نہیں ملا وہ خود ہی ایک دن مجھے راستہ میں مل گیا۔ خدا تعالیٰ اسے بخش دے گا۔ پھر ایک اور موقعہ پر حدیث میں آیا ہے کہ خدا تعالیٰ فرشتوں سے دریافت کرے گا کہ میرا ذکر کہاں پر ہو رہا ہے؟ وہ کہیں گے کہ ایک حلقہ مومنین کا تھا جہاں دنیا کے ذکر کا نام ونشان بھی نہ تھا؛ البتہ ذکر الٰہی آٹھوں پہر ہو رہا ہے۔ اُن میں ایک دنیا پرست شخص تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے اس دنیادار کو اس ہم نشینی کے باعث بخش دیا۔ اِنَّھُمْ قَوْمٌ لَا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ۔

بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ جہاں ایک مومن امام ہو اس کے مقتدی پیش ازیں کہ وہ سجدہ سے سر اُٹھاوے بخش دیئے جاتے ہیں۔

مومن وہ ہے کہ جس کے دل میں محبتِ الٰہی نے عشق کے رنگ میں جڑ پکڑ لی ہو۔ اس نے فیصلہ کر لیا ہو کہ وہ ہر ایک تکلیف اور ذلت میں بھی خدا تعالیٰ کا ساتھ نہ چھوڑے گا۔ اب جس نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کب کسی کا کانشنس کہتا ہے کہ وہ ضائع ہو گا کیا کوئی رسول ضائع ہوا؟ دنیا ناخنوں تک اُن کو ضائع کرنے کی کوشش کرتی ہے، لیکن وہ ضائع نہیں ہوتے جو خدا تعالیٰ کے لیے ذلیل ہو وہی انجام کار عزت و جلال کا تخت نشیں ہو گا۔ ایک ابو بکرؓ ہی کو دیکھو جس نے سب سے پہلے ذلت قبول کی اور سب سے پہلے تخت نشین ہوا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ پہلے کچھ نہ کچھ دکھ اٹھانا پڑتا ہے کسی نے سچ کہا ہے:

عشق اول سرکش و خونی بود
تا گریزد ہر کہ بیرونی بود

عشق الٰہی بے شک اول سرکش و خونی ہوتا ہے تا کہ نا اہل دور ہو جاوے۔ عاشقانِ خدا تکالیف میں ڈالے جاتے ہیں۔ قسم قسم کے مالی اور جسمانی مصائب اُٹھاتے ہیں اور اس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ ان کے دل پہچانے جاویں۔"

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 31)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حقیقی معنوں میں صالح لوگوں اور پاکیزگی مہیا کرنے والے ذرائع کو اپنانے کی توفیق دے۔ آمین

۞۞۞۞

﴿18﴾ ﴿مشاہدات۔296﴾

اچھے دوست بنانے کی اہمیت

مَثَلُ الَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اَوۡلِیَآءَ کَمَثَلِ الۡعَنۡکَبُوۡتِ ۖ اِتَّخَذَتۡ بَیۡتًا ؕ وَاِنَّ اَوۡھَنَ الۡبُیُوۡتِ لَبَیۡتُ الۡعَنۡکَبُوۡتِ ۘ لَوۡ کَانُوۡا یَعۡلَمُوۡنَ (العنکبوت:42)

ترجمہ: اُن لوگوں کی مثال جنہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اَور دوست بنائے مکڑی کی طرح ہے اُس نے بھی ایک گھر بنایا اور تمام گھروں میں یقیناً مکڑی ہی کا گھر سب سے زیادہ کمزور ہوتا ہے۔ کاش وہ یہ جانتے۔

بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پہ شفقت
سراسر محبت کی پُتلی بنا دے
بنوں نیک اور دوسروں کو بناؤں
مجھے دِین کا عِلم اتنا سِکھا دے
خوشی تیری ہو جائے مقصود میرا
کچھ ایسی لگن دن میں اپنی لگادے

سامعین! آج میری تقریر کا عنوان ہے اچھے دوست بنانے کی اہمیت

دُوسْت، س پر جزم کے ساتھ اس لفظ کے معانی یار، محبوب اور پیارے کے ہوتے ہیں۔ فارسی میں مَثَل ہے جس کا اردو ترجمہ یہ ہے کہ دوست وہ جو مصیبت میں مدد کرے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دوست وہ جو وقت پر کام آئے۔ دوست کا لفظ مذکّر و مونث دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ہم ناصرات بھی یہ کہہ سکتی ہیں کہ ہمیں اچھے دوست بنانے چاہئیں۔

سامعین! دوست دو طرح کے ہوتے ہیں ایک روحانی دوست اور دوسرے مادی یا دُنیوی دوست۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کا حکم دے کر صحبتِ صالحین اختیار کرنے کی تلقین فرمائی۔ آج مَیں وقت کی مناسبت سے روحانی اور مادی دوستوں میں سے روحانی دوست بنانے کی بات کروں گا۔

روحانی دوستوں میں سب سے پہلے نمبر پر تو اللہ تعالیٰ کو اپنا دوست بنانا ہے۔ جس کا ذکر اُس آیت قرآنی میں موجود ہے جس کی تلاوت مَیں نے تقریر کے آغاز پر کی ہے۔ وہ لوگ جو اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو دوست بناتے ہیں وہ مکڑی کی طرح ہیں جس کا گھر بہت ہی کمزور ہوتا ہے یعنی اللہ کے سوا دوسروں کو دوست بنانے والے ایسے گھروں میں مقیم ہیں جو کسی وقت بھی گر سکتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ اِس آیت میں دوستی کے بیان میں تحریر فرماتے ہیں کہ اِن (مکڑی کے جالوں) میں پھنسنے والوں (یعنی دوستی کرنے والوں) کی مثال بھی اِن اَحمق مکھیوں کی طرح ہے جو مکڑی کے جالے میں پھنس کر اِس کا شکار ہو جاتی ہیں اور انہیں علم نہیں کہ مکڑی کے جالے سے کمزور تر اور کوئی پھندا نہیں۔

(تعارف سورۃ العنکبوت از ترجمۃ القرآن صفحہ 684)

سامعین! اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں ولی کے لفظ کو دو طرفہ بیان کر کے یہ ایک لطیف مضمون سمجھایا ہے کہ جو اللہ کو اپنا دوست بناتا ہے اُس کے لیے وفاداری کے تمام قرینوں کو بروئے کار لاتا ہے۔ اُس کی عبادت کے حق ادا کرتا ہے۔ حقوق اللہ کو حرزِ جان بناتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اُس کا دوست ہو جاتا ہے۔ اُس کو انعامات اور افضالِ الٰہی سے نوازتا ہے۔ ان لوگوں کے لیے جو وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰہِ یعنی اللہ کو مضبوطی سے پکڑ لیں گے اُن کو اللہ تعالیٰ نِعْمَ الْمَوْلٰی کے رنگ میں دوستی کا پیغام دیتا ہے۔ اس مضمون کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی سورۃ الممتحنہ کی پہلی آیت میں یوں بیان فرمایا ہے کہ اے مومنو! میرے دشمن اور اپنے دشمن کو بھی دوست نہ بناؤ۔

سامعین! اگر ہم میں سے ہر ایک اللہ کو دوست بنائے گا تو خدا ہی اُن کا والی وارث ہو گا اور اُن کو اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ (یونس:63) کے الفاظ میں خوف اور حُزن یعنی غم نہ چھونے کی بشارت دیتا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے:

” بعض ایسے ہوتے ہیں کہ حقِ دوستی کو وفاداری کے ساتھ پورا ادا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ وفادار دوست ہے۔“

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 63)

ہمارے پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

” جو اللہ تعالیٰ کے ولی ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کا ولی ہو جاتا ہے۔ ان کو اس دنیا میں بھی خدا کی طرف سے بشارت ہے اور آخرت میں بھی بشارت ہے۔ پس یہ انعامات کا ایک سلسلہ ہے جس سے خدا تعالیٰ اپنے ولیوں، دوستوں، حقیقی مومنوں کو نوازتا ہے۔ یعنی ایک حقیقی مومن کو خدا تعالیٰ کے تعلق کی وجہ سے، خدا تعالیٰ کے اس کے ساتھ جاری سلوک کی وجہ سے یہ تسلی ہوتی ہے کہ انہیں پریشانیوں اور ابتلاؤں کی وجہ سے کوئی حقیقی نقصان نہیں پہنچے گا۔ خطرات پیدا ہو سکتے ہیں، امتحانوں میں سے گزرنا پڑ سکتا ہے، لیکن ایک حقیقی مومن کو یہ تسلی ہوتی ہے کہ اگر اس دنیا میں کسی قسم کا دنیاوی نقصان ہو بھی گیا تو خدا تعالیٰ اپنے فضل سے اسے پورا فرمائے گا...... لیکن پہلی شرط اللہ تعالیٰ نے یہ لگائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دوستی کا حق ادا کرنا ہو گا۔ دنیاوی دوستوں کی خاطر تو ہم بعض اوقات بڑی بڑی قربانیاں دے دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا دوست کہلانے اور بننے کے لئے، اس کا کامل طور پر حق ادا کرنے کے لئے ہر وقت نہ صرف تیار رہنا ہو گا بلکہ ایک محبت کے جذبے سے اس کی ہر بات پر لبیک کہتے ہوئے عمل بھی کرنا ہو گا۔ اور جب یہ بات ہو گی تو پھر اللہ تعالیٰ کے ولی خوف سے باہر ہوں گے۔“

(خطبہ جمعہ 13 نومبر 2009ء)

سامعین! اللہ تعالیٰ کے بعد دوسرے نمبر پر اللہ کے رسول خاتم النبین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمبر آتا ہے جن کے ساتھ روحانی تعلق، رشتہ اور دوستی بہت مبارک ہوتی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ (صحیح بخاری کتاب الادب) آدمی اُسی کے ساتھ ہو گا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

ہم میں سے ہر ایک کو رسولِ خداؐ سے محبت ہے، عشق ہے، عقیدت ہے۔ یہی ہماری آپؐ سے دوستی ہمارے اللہ کو پسند آتی ہے کیونکہ یہ ذات ہمارے اللہ کی محبوب ترین ہستی ہے۔ آپؐ تمام انبیاء کے سردار ہیں۔ خاتم الانبیاء ہیں۔ آپؐ کے اخلاق کے حوالہ سے لکھا ہے کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْاٰنَ

(مسند احمد بن حنبل)

یعنی آپؐ کے اخلاق تو قرآن کی عملی تفسیر تھے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ

"خدا کے واسطے دوستی ہو تو وہ باقی رہتی ہے وہ ذات پاک قدوس ہے۔ وہی دلوں میں پاکیزگی بھرتا ہے اور سینوں کو کدورتوں سے صاف کرتا ہے۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 204)

سامعین! اچھے اور پاکیزہ دوست بنانے کی فہرست میں مَیں "الکتاب" یعنی قرآن کریم کا ذکر کروں گی۔ عرب کے ایک مشہور شاعر مُتَنَبّی نے کہا ہے کہ خَیْرُ الْجَلِیْسِ فِی الزَّمَانِ کِتَابٌ کہ اِس زمانہ میں بہترین ساتھی اور دوست کتاب ہے۔ گو شاعر کا اشارہ قرآن کریم کی طرف نہیں ہے لیکن علم دوست احباب قرآن کریم کو اپنا بہترین ساتھی اور دوست کا درجہ دیتے ہیں۔ اس لیے اس سے بہتر کوئی اور روحانی صحبت نہیں مِل سکتی۔ اس کی تلاوت اور ترجمہ و تفسیر کا مطالعہ ایک مومن میں ایسی نیک تبدیلی پیدا کرتا ہے جو اُس مبارک ہستی جس پر یہ قرآن نازل ہوا اسے ملاقات کرواتا اور محبتِ الٰہی کے ساتھ ساتھ عشقِ رسولؐ کو بھی بڑھاتا ہے۔

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی صحبتِ قرآن اختیار کرتے تھے اور باوجود اِس کے کہ قرآن آپؐ پر نازل ہوا اور آپؐ ہی سب سے زیادہ اس کی تعلیمات اور عرفان و فلسفہ کو سمجھنے والے تھے مگر پھر بھی آپؐ صحابہ

رضوان اللہ علیہم کو مخاطب کر کے اُن سے قرآن سُنا کرتے تھے جس کا آپؐ کی طبعیت پر بہت اچھا اثر ہوتا تھا۔

(بخاری باب حسن القرأت)

آپؐ نے فرمایا ہے خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَہٗ۔

(بخاری کتاب الفضائل)

تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن کریم سیکھتا اور دوسروں کو سکھاتا ہے۔

سامعین! ہم اوپر سُن آئے ہیں کہ اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو دوست بنانے والوں کی مثال مکڑی کے کمزور گھر کی سی ہے۔ قرآن کو دوست بنانے کے حوالے سے بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس کو قرآن کریم کا کچھ حصّہ یاد نہیں وہ ویران گھر کی طرح ہے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 222)

سامعین! تقریر کے آخری حصہ میں قرآن کریم کی تفسیر و تعلیمات کے آج کے مفسّرِ قرآن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کو دوست بنانے کی درخواست کرنا چاہوں گا جن کے متعلق آپؑ نے خود فرمایا ہے کہ مَیں نہیں بلکہ فرشتے لکھتے ہیں۔ ایک ایک حرف خدا کی طرف سے آتا ہے۔ ایک دستِ غیبی مجھے مدد دے رہا ہوتا ہے اور میری زبان کی تائید میں ایک اور زبان بول رہی ہوتی ہے۔ کوئی اندر سے بول رہا ہے۔ ان کُتب کو آپؑ نے دودھ کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ جس طرح بچہ ماں سے دودھ حاصل کرنے کے لیے اُسے دوست بناتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ سے روحانی علم پانے کے لیے اِس دودھ سے دوستی ضروری ہے اور آج کے دَور میں یہ ایک اچھا دوست ثابت ہو رہا ہے۔ اِسی ضمن میں یہ بھی بتادوں کہ ان کتب کی ایک درسگاہ ایم ٹی اے بھی ہے جو اچھا دوست ثابت ہو سکتا ہے ۔ نیز وقت کی آواز حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبات و خطابات ہیں ان کو سننا بھی ایک اچھے دوست کی باتیں سننے کی طرح ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”اس زمانے میں جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی کہا کہ دعاؤں کے ساتھ ساتھ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی تفاسیر اور علمِ کلام سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ اگر قرآن کو سمجھنا ہے یا احادیث کو سمجھنا ہے تو حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی کتب کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔ یہ تو بڑی نعمت ہے ان لوگوں کے لیے جن کو اردو پڑھنی آتی ہے کہ تمام کتابیں اردو میں ہیں چند ایک عربی میں بھی ہیں۔“

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 401)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اِن تمام امور کا نچوڑ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”(ہمیں) اپنی محبت کے اظہار خدا تعالیٰ سے بھی، اس کے رسول سے بھی اور اس کے مسیح سے بھی کرنے چاہئیں۔ اپنی حالتوں میں پاک تبدیلیاں پیدا کرنی چاہئیں۔ اپنی وفاؤں کے معیار اونچے کرنے چاہئیں۔“

(خطبہ جمعہ 26 فروری 2016ء)

خیر اندیشیٔ احباب رہے مد نظر
عیب چینی نہ کرو مفسد و نمام نہ ہو
رغبتِ دل سے ہو پابند نماز و روزہ
نظر انداز کوئی حصۂ احکام نہ ہو
امن کے ساتھ رہو فتنوں میں حصہ مت لو
باعثِ فکرو پریشانیٔ حُکام نہ ہو

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

﴿19﴾ ﴿مشاہدات۔559﴾

باادب بانصیب، بے ادب بے نصیب

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:

لَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (البقرہ:190)

نیکی یہ نہیں کہ تم گھروں میں ان کے پچھواڑوں سے داخل ہوا کرو بلکہ نیکی اسی کی ہے جو تقویٰ اختیار کرے اور گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہوا کرو اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

مدرسہ میری ذات میں ہے
خود معلم ہوں خود کتاب ہوں مَیں

معزز سامعین ! آج مجھے ادب کے حوالہ سے ایک اہم اور مشہورِ زمانہ ضربُ المثل با ادب با نصیب، بے ادب بے نصیب پر اپنے خیالات کا اظہار کرنا ہے۔

بدنصیب کے الفاظ بھی بعض جگہ پر ملتے ہیں اور فیروزُ اللغات اردو میں پورے محاورے کے معنی یہ کیے ہیں کہ ادب کرنے والا خوش نصیب اور گستاخ بدبخت ہوتا ہے۔ اگر اس ضربُ المثل میں موجود لفظ ”ادب“ کے لغوی معنی کو لیں تو فیروزاللغات میں لکھا ہے۔ حفظ مراتب، کسی کی بزرگی اور عظمت کا پاس کرنا، تمیز، احترام تہذیب اور شائستگی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ آج کل کی نوجوان نسل کو ادب کے معنی یوں سمجھائے جاسکتے ہیں-disciplineManners اور Etiquettes۔ اردو میں ادب کا لفظ کیونکہ بڑوں اور چھوٹوں کے لیے مساوی طور پر استعمال ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہ شاگرد نے استاد یا ماتحت نے افسر کی عزت تو کرلی لیکن استاد نے شاگرد اور افسر نے ماتحت کی عزت و احترام نہ کیا یا والدین نے اپنی اولاد سے تو اپنی عزت اپنی طاقت کے بل بوتے پر تو کروالی لیکن اپنی اولاد سے گستاخی اور بدتمیزی سے پیش آنے لگے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَکْرِمُوْا اَوْدَکُمْ کہ اپنی اولاد کی تعظیم کرو اور ساتھ ہی والدین کو ہدایت دی کہ اَحْسِنُوْا اَدَبَھُمْ کہ ان کو ادب بھی سکھلاؤ۔ نیز فرمایا وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے چھوٹوں پر مہربانی نہ کرے اور ہمارے بڑوں کا مقام نہ پہچانے۔

(ترمذی کتاب البر والصلة)

یہی حدیث دوسری جگہ یوں بھی ملتی ہے کہ ایک بوڑھا آنحضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس آیا۔ لوگوں نے اس کو جگہ دینے میں تاخیر کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کیا اور ہمارے بڑوں کی عزت نہیں کی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اسلامی معاشرہ کی پہچان ہی یہی ہے کہ اسلامی آداب کو اپنائیں اور با ادب بنیں نہ کہ بے ادب تا آپ نصیبوں والے کہلائیں نہ کہ بدنصیب۔ کیونکہ جو آج بچہ ہے وہ کل جوان ہو گا اور مستقبل کا بوڑھا۔ آج وہ بڑوں کا ادب کرے گا۔ کل وہ اپنا ادب کروا کر بانصیب ہو گا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم دنیا میں سب سے زیادہ با ادب انسان تھے اور نبیوں کے سردار و خاتم الانبیاء کہلائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ علیہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ادب سیکھا تو آپ "رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ" کے پیارے لقب سے نوازے گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام عربی قصیدہ "یاعینَ فیضِ اللہِ والعِرفانِ" میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی دونوں حالتوں کا ذکر یوں فرماتے ہیں۔

صَادَفْتَھُمْ	قَوْماً كَرَوْثٍ	ذِلَّةً
فَجَعَلْتَھُمْ	كَسَبِیْكَةِ	العِقْیَانِ

سامعین! اس شعر کا ترجمہ یہ ہے کہ

تو نے انہیں گوبر کی طرح ذلیل قوم پایا تو تُو نے انہیں خالص سونے کی ڈلی کی مانند بنا دیا۔

سامعین! یہ مضمون ہمارے اسلامی معاشرہ میں ہر شعبہ حیات پر اپلائی کیا جائے تو ہر ایک جہاں با ادب بنے گا وہاں نصیبوں والا بھی ہو گا۔ جیسے افسر و ماتحت، والد و اولاد، استاد و شاگرد، خاوند و بیوی، بہن بھائی و دیگر عزیز و اقارب، دوست وغیرہ وغیرہ۔ ہمارے معاشرہ میں مکافات عمل کی ایک اصطلاح استعمال ہوتی ہے

جس کا آسان زبان میں یوں ترجمہ کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ کہتے ہیں کہ ایک گستاخ بیٹا اپنے باپ کو کندھوں پر اٹھا کر دریا میں بہانے کے لیے لے جا رہا تھا۔ جب وہ اپنے باپ کو دریا کے گہرے پانی میں پھینکنے لگا تو بوڑھا باپ اپنے بیٹے سے مخاطب ہوا کہ بیٹا! ذرا آگے جا کر پھینکو یہاں تو مَیں نے اپنے اباجی کو پھینکا تھا کل تمہارا بیٹا بھی ایسا ہی کرے گا۔ یہ ہے بد انجام اُس بے ادب کا۔ آج معاشرہ جو زبوں حالی کا شکار نظر آتا ہے۔ قوم بحیثیت قوم تباہی کے دھانے پر آن کھڑی ہوئی ہے بالخصوص اسلامی ممالک میں۔ اس کی ایک بڑی وجہ ادب کا فقدان ہے۔ ہر شخص بے ادب دکھائی دیتا ہے۔ جب معاشرے میں بے ادب لوگ پیدا ہوں گے تو معاشرہ، ماحول بھی تو بے نصیبوں پر مشتمل ہو جائے گا۔ اگر اس ضربُ المثل کو اپنے ملک پر اپلائی کریں تو مولوی حضرات اور علماء اپنے آپ کو جس غلط نہج پر لے جا چکے ہیں اور اپنے خطبات و دروس میں قتل اور کفر کے فتوے جاری کریں گے تو بد نصیبوں کا ہی معاشرہ تشکیل پائے گا۔ ججز اور وکلاء کو لے لیں۔ جس طرح کا غیر اسلامی ماحول عدالتوں میں نظر آتا ہے۔ وکلاء بڑی ڈھٹائی کے ساتھ جھوٹ پر اپنے کیس تیار کرتے ہیں اور ججز بغیر خوفِ خدا عدل و انصاف کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ملک کے سربراہوں، حزب اختلاف کے لیڈروں اور سیاست دانوں کا کردار پارلیمنٹ میں دیکھ لیں تو گالی گلوچ، لڑائی جھگڑے سے نوجوان نسل کو کیا سکھا رہے ہیں۔ بڑوں کو دیکھ کر ہی نوجوان اپنے آپ کو Built up کرتے ہیں۔

سامعین! مَیں نے آج اپنی تقریر میں چند اُن پیشوں کا نام لیا ہے جو قوموں کی تعمیر میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ جیسے علماء حضرات، ججز، وکلاء، والدین اور اب آخر پر استاد اور شاگرد کا تعلق بیان کر دیتا ہوں۔ جیسا استاد کا کردار ہو گا ویسے ہی ان کے شاگردوں کا کردار ہو گا۔ استاد اور شاگرد کا رشتہ ایسا گہرا اور مضبوط رشتہ ہے کہ اگر اس پر غور کیا جائے تو ہر فرد جہاں وہ بہت سے شاگردوں کا استاد ہے وہاں وہ اپنے شاگردوں کا شاگرد بھی ہے۔

وہی شاگرد پھر ہو جاتے ہیں استاد اے جوہر!
جو اپنے جان و دل سے خدمت استاد کرتے ہیں

ہم روزانہ دیکھتے ہیں کہ ہم بڑے ہونے کے ناطے اپنے چھوٹوں کو سبق دے رہے ہوتے ہیں مگر اس کے ساتھ ساتھ ہم ان چھوٹوں سے کچھ نہ کچھ سیکھ بھی رہے ہوتے ہیں اور یوں ہم استاد ہوتے ہوئے شاگرد بھی بن رہے ہوتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک قول مشہور ہے فرماتے ہیں کہ جس نے مجھے ایک لفظ بھی سکھایا اس نے مجھے اپنا غلام بنالیا۔ استاد اُس ہستی کا نام ہے جو اپنے شاگردوں کو علم کے زیور سے آراستہ کرتا ہے اور ان کی اخلاقی تربیت کر کے معاشرے میں ایک اعلی مقام تک پہنچاتا ہے۔ اساتذہ ہی ہیں جو شخصیت سازی اور کردار سازی کرتے ہیں۔ اساتذہ بادشاہ، جج وغیرہ تو نہیں ہوتے مگر وہ بادشاہ گر ضرور ہوتے ہیں۔

ایک وقت تھا کہ ہمارے اساتذہ ہمیں درسی تعلیم تو دیا ہی کرتے تھے مگر تدریس کے ساتھ ساتھ وہ شخصیت اور کردار کو بلند کرنے کے لیے کوئی پتے کی بات کر جاتے تھے۔ کوئی ایسا ٹوٹکا بتا دیتے جو ہمیں کردار بنانے میں کام آتا۔ بلکہ ہم خاموشی سے اپنے اساتذہ کی شخصیت کو پڑھا کرتے تھے تا ان کی خوبیوں کو ہم اپنے اندر اُتاریں اور باادب ہو کر بانصیب بن جائیں۔ جبکہ آج کے دور میں اکثر اساتذہ قوم کے معمار نہیں۔ ان کا اپنا کردار داغ دار ہے۔ کالجز اور یونیورسٹیاں افیون چرس اور بھنگ کے اڈے بن چکے ہیں جہاں سازشیں تیار ہوتی ہیں اور ملک و معاشرہ کی بربادی کا موجب بنتی ہیں۔

رہبر بھی یہ ہمدم بھی یہ غم خوار ہمارے
استاد یہ قوموں کے ہیں معمار ہمارے

معزز سامعین! پس آج نوجوانوں کو اسلامی تعلیم کے مطابق تعمیر کرنے اور با ادب بنانے کے لیے قرآنِ کریم کی حقیقی تعلیم سے آراستہ کرنا ضروری ہے۔ قرآن کریم کا اگر گہرائی سے مطالعہ کریں تو باادب بانصیب، بے ادب بے نصیب کے محاورہ کو بہت کھول کر بیان کر دیا ہے۔ با ادب بننے یا بنانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اخلاق حسنہ کا ذکر فرمایا ہے۔ جیسے عدل، احسان، ایثار، سچائی، امانت و دیانت، صبر، سچی گواہی، عفو در گزر، صلہ رحمی، غرباء اور بھوکوں کی دیکھ بھال، شکر، قوت برداشت، تواضع اور انکساری ہیں جن کو اپنا کر یا جن سے اپنے وجود کو آراستہ کر کے ہم با ادب بن کر بانصیب ہو سکتے ہیں۔ اللہ کے

پیارے، اُس کے رسول کے دلارے ہو سکتے ہیں اور اگر ان اخلاق حسنہ کے مقابل پر اخلاق سئیہ جیسے جھوٹ، چوری، بد ظنی، غیبت، چغل خوری، عیب جوئی، استہزا، اسراف و بخل اور حسد و خیانت کو اپناتے ہیں تو اس محاورہ کے دوسرے حصہ بے ادب بے نصیب کے وارث ہوں گے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے درست فرمایا کہ قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی اور اگر ہم 50 فیصد عورتوں کی اصلاح کر لیں تو اسلام کو ترقی حاصل ہو گی۔ تب ہم با ادب اور بانصیب ہوں گے۔ خدا کے گھر میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے آخری روز ملاقات کرتے وقت بھی اور معاشرہ میں بھی ہمارا رتبہ و مقام قابل قدر اور بلند ہو گا۔

اساتذہ نے میرا ہاتھ تھام رکھا ہے
اسی لیے تو میں پہنچا ہوں اپنی منزل پر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"نفس تبھی پاک ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ کے احکام کی عزت اور ادب کرے اور ان راہوں سے بچے جو دوسروں کے آزار و دکھ کا موجب ہوتی ہیں۔"

حضرت مسیح موعودؑ حفظ مراتب کی تفصیل میں بیان فرماتے ہیں:

"گر حفظِ مَراتِب نہ کُنی زَندِیقی اگر تُو لوگوں کے مرتبہ کا خیال نہیں رکھتا تو، تُو بے دین ہے۔

پس جس طرح پر ہم سب اشیاء میں ایک امتیاز اور فرق دیکھتے ہیں۔ اسی طرح کلام میں بھی مدارج اور مراتب ہوتے ہیں جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام جو دوسرے انسانوں کے کلام سے بالا تر اور عظمت اپنے اندر رکھتا ہے اور ہر ایک پہلو سے اعجازی حدود تک پہنچتا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ کے برابر وہ بھی نہیں۔ تو پھر اَور کوئی کلام کیونکر اس سے مقابلہ کر سکتا ہے۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 26)

حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مجلس خدام الاحمدیہ برطانیہ کے اجتماع 2024ء کے موقع پر فرمایا۔

”سب سے پہلے ہمیں اپنے والدین کے حقوق ادا کرنے ہوں گے ، اپنے اہلِ خانہ، بہن بھائیوں اور دیگر عزیزواقارب کے حقوق ادا کرنے ہوں گے۔ اپنے شریکِ کار، دوستوں، اساتذہ اور ہم جلیسوں کے حقوق ادا کرنے ہوں گے۔ ہر احمدی کو کوشش کرنی چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو ہر اُس عمل سے روکنے والا ہو جو خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہو سکتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے اعمال بجالانے کی توفیق دے جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہوں۔ آمین

(کمپوزڈ: عطیۃُ العلیم۔ ہالینڈ)

﴿20﴾ ﴿مشاہدات۔846﴾

وَالصَّالِحُوْنَ اِخْوَانِیْ (مسیح موعودؑ)

صالحین میرے بھائی ہیں

اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں فرماتا ہے:

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَاِخْوَانُکُمْ فِی الدِّیْنِ (التوبہ: 11)

یعنی اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کرلیں اور زکوٰۃ دیں (یعنی صالح بن جائیں) تو وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں۔

رہیں ہم دُور ہر بدکیش و بد سے
رہے صحبت ہمیں اہلِ وفا کی
بنائیں دل کو گلزارِ حقیقت
لگائیں شاخ زہد و اتّقا کی
رسول اللہ ہمارے پیشوا ہوں
ملے توفیق اُن کی اقتدا کی

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اپنے ماننے والے صالح لوگوں کو اپنے بھائی قرار دینے کے الفاظ "وَالصَّالِحُوْنَ اِخْوَانِیْ" ہے۔ جس کے معانی ہیں۔ صالحین میرے بھائی ہیں۔ حضرت مولانا دوست محمد صاحب مرحوم مؤرخ احمدیت نے تاریخ احمدیت میں حضرت مسیح موعودؑ کی ایک تحریر یوں محفوظ کی ہے کہ حضورؑ فرماتے ہیں کہ اَلْمَسْجِدُ مَکَانِیْ وَالصَّالِحُوْنَ اِخْوَانِیْ وَ ذِکْرُاللہِ مَالِیْ وَخَلْقُ اللہِ عَیَالِیْ۔ کہ اوائل ہی سے مسجد میرا مکان، صالحین میرے بھائی، یادالٰہی میری دولت ہے اور مخلوقِ خدا میرا اعیال اور خاندان ہے۔ (تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 53)

جیسا کہ مَیں اوپر ذکر کر آیا ہوں کہ مندرج بالا مبارک فرمودہ الفاظ میں سے دوسرے حصہ یعنی صالح لوگ میرے بھائی ہیں پر گفتگو کرنی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِن الفاظ میں در حقیقت آپ کا اپنے ماننے والوں سے پیار اور محبت کا اظہار نمایاں ہوتا ہے اور دوسری طرف اپنے ماننے والوں کو اپنی صحبت اختیار کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ صالحون، صالح کی جمع ہے جس کے معانی نیک، پارسا، پرہیز گار، متقی، نیک چلن اور نیک بخت لوگ اور بیبیوں کے ہیں جبکہ اِخْوان، اَخٌ کی جمع ہے جس کے معانی بھائی، رفیق، ساتھی اور دوست کے ہیں۔ اپنے عزیزوں اور پیاروں کو پیار اور محبت سے بھائی کہہ کر پکارا بھی جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے یہ الفاظ دراصل آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اِن الفاظ کی عکاسی کرتے ہیں۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ

"تمہارے بہترین ائمہ وہ ہیں جن سے تُم محبت کرتے ہو اور وہ تُم سے محبت کرتے ہیں۔ تُم اُن کے لئے دعا کرتے ہو وہ تمہارے لئے دعائیں کرتے ہیں"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

"در حقیقت جو شخص کسی سے کامل محبت کرتا ہے تو گویا اُسے پی لیتا ہے... اور اس کے اخلاق اور اس کے چال چلن کے ساتھ رنگین ہو جاتا ہے... یہاں تک کہ اسی کا رُوپ ہو جاتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ یہی بھید ہے کہ جو شخص خدا سے محبت کرتا ہے وہ ظلّی طور پر بقدر اپنی استعداد کے اُس نور کو حاصل کر لیتا ہے جو خدا تعالیٰ کی ذات میں ہے اور شیطان سے محبت کرنے والے وہ تاریکی حاصل کر لیتے ہیں جو شیطان میں ہے"

(نور القرآن نمبر 2، روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 430)

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

"محبت کی حقیقت بالالتزام اس بات کو چاہتی ہے کہ انسان سچے دل سے اپنے محبوب کے تمام شمائل اور اخلاق اور عبادات پسند کرے اور ان میں فنا ہونے کے لئے بدل وجان ساعی ہو، تا اپنے محبوب میں ہو کر وہ زندگی پاوے جو محبوب کو حاصل ہے... محبت ایک عربی لفظ ہے اور اصل معنی اس کے پُر ہو جانا ہے... حَبٌّ جو دانہ کو کہتے ہیں وہ بھی اِسی سے نکلا ہے جس سے یہ مطلب ہے کہ وہ پہلے دانہ کی تمام کیفیت سے بھر گیا"

(نور القرآن نمبر 2، روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 431 - 432)

حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن دوپہر کے وقت ہم مسجد مبارک میں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے کہ کسی نے اس کھڑکی کو کھٹکھٹایا جو کوٹھڑی سے مسجد مبارک میں کھلتی تھی۔ مَیں نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود تشریف لائے ہیں۔ آپؑ کے ہاتھ میں ایک طشتری ہے جس میں ایک ران بھنے ہوئے گوشت کی ہے۔ وہ حضور علیہ السلام نے مجھے دی اور حضور علیہ السلام خود واپس اندر تشریف لے گئے اور ہم سب نے بہت خوشی سے اسے کھایا۔ اس شفقت اور محبت کا اثر اب تک میرے دل میں ہے اور جب بھی اس واقعہ کو یاد کرتا ہوں تو میرا دل خوشی اور فخر کے جذبات سے لبریز ہو جاتا ہے۔

(سیرت المہدی جلد دوم صفحہ 57-58)

جب حضرت حافظ معین الدین صاحبؓ کو حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں حاضر ہونے کی عزت ملی۔ اُس وقت اُن کی عمر چودہ پندرہ برس کی تھی۔ حافظ صاحب نہایت سقیم حالت میں تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اُن کو اس حالت میں دیکھا اور اپنے ساتھ بلا کر لے گئے اور کھانا کھلایا اور پھر کہا کہ حافظ! تو میرے پاس رہا کر۔ حافظ صاحب کے لئے یہ دعوت غیر متوقع تھی۔ حضرت مسیح موعودؑ کا خاندان چونکہ نہایت ممتاز اور پُر شوکت خاندان تھا اور کسی کو ان کے سامنے کلام کرنے کی جرأت بھی نہ ہوتی تھی۔ حافظ صاحب حضرت مسیح موعودؑ کی اس مہربانی اور شفقت کو دیکھ کر حیران ہو گئے اور بڑی شکر گزاری سے آپؑ کی خدمت میں رہنے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ حافظ صاحب نے سمجھا کہ شاید مجھے کوئی کام کرنا پڑے۔ اس نے کہا کہ مرزا جی! (اس وقت ایسا ہی طریق خطاب تھا) مجھ سے کوئی کام تو ہو نہیں سکے گا۔ کیونکہ مَیں معذور ہوں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ حافظ! کام تم نے کیا کرنا ہے۔ اکٹھے نماز پڑھ لیا کریں گے اور تو قرآن شریف یاد کیا کر۔

(اصحاب جلد 13 صفحہ 287)

سامعین! بھائی، بھائی کی لاج بھی رکھتا ہے بالخصوص چھوٹا بھائی، بڑے بھائی کی عزت و احترام کو نہ صرف برقرار رکھتا ہے بلکہ اُسے مزید بڑھانے کی کوشش میں رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں اِس مضمون کو مختلف انداز اور پیرائے میں بارہا بیان فرمایا ہے اور جب کہیں کسی قوم کی طرف رسول بھیجنے کا ذکر فرمایا

ہے وہاں نبی کو بھائی کہہ کر پکارا ہے جیسے ثمود کی طرف اُن کے بھائی صالح کو بھیجا۔ اِسی طرح نبی پر ایمان لانے والے صالح لوگوں کو بھائی کہہ کر مخاطب کرنے کا طریق بھی ہمیں قرآنِ کریم میں سورۃ التوبہ آیت 11 سے ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کر لیں اور زکوٰۃ دیں (یعنی صالح بن جائیں) تو وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں۔ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ کے الفاظ ہمیں قرآن میں اور جگہ پر بھی ملتے ہیں اور سب سے بڑھ کر دینی بھائیو کے لئے یہ دعا بھی سکھلائی۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (الحشر: 11) کہ اے ہمارے ربّ! ہمیں بخش دے اور ہمارے اُن بھائیوں کو بھی جو ایمان میں ہم پر سبقت لے گئے اور ہمارے دلوں میں اُن لوگوں کے لئے جو ایمان لائے کوئی کینہ نہ رہنے دے۔ اے ہمارے ربّ! یقیناً تو بہت شفیق (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

اِس دعا میں مؤمن اپنے گزرنے والے مؤمن بھائیو کے لئے دعا کرتا ہے اُس میں گزرنے والے انبیاء بھائی بھی شامل ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد دَورِ اُخروی میں ایمان لانے والوں کو بھی بھائی کہہ کر پکارا ہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ نے خطبہ جمعہ فرمودہ 9 مئی 2025ء میں فرمایا کہ

”ایک مجلس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں آنے والے لوگوں کا ذکر اِن الفاظ میں فرمایا کہ میرے بھائی جو میرے بعد آنے والے ہیں وہ ایسے ہوں گے۔ صحابہ کو یہ سن کر رشک پیدا ہوا اور انہوں نے عرض کیا کہ وہ بھائی ہوئے اور ہم نہ ہوئے۔ ہم آپ کے ساتھ رہتے ہیں ہمیں آپ نے بھائی نہیں کہا اور اُن کو جو بعد میں آنے والے ہیں آپؐ اپنا بھائی کہہ رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم صحابہ ہو اور وہ میرے بھائی ہیں۔ تم میرے صحابی ہو وہ میرے بھائی ہیں۔ تمہیں کیا یہ کم نعمت حاصل ہے کہ تم مجھے دیکھ رہے ہو اور میرے ساتھ رہ کر خدمات دینیہ بجا لا رہے ہو۔ یہ بہت بڑی نعمت ہے جو تمہیں ملی ہوئی ہے اور وہ لوگ جو مجھے نہیں دیکھیں گے بعد میں آنے والے ہیں اور وہ لوگ جو میرے بعد آئیں گے مجھے کوئی لفظ اُن کے متعلق بھی تو بولنے دو۔ ان کے متعلق بھی تو مجھے کہنے دو۔ کیا لفظ استعمال کروں ان کے متعلق تا انہیں بھی تسلی ہو؟ اور اُن کے حوصلے بھی بلند ہوں۔ یہ اس طرح بعد میں آنے والوں کے حوصلے آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نے بلند کئے۔ چنانچہ دیکھو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے حوصلے کس قدر بڑھا دیئے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا مَیں نہیں جانتا میری امت کا پہلا حصہ بہتر ہے یا آخری حصہ بہتر ہے۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزّوجل فرماتا ہے (حدیث قدسی ہے) کہ مَیں نے اپنے صالح بندوں کے لئے ذخیرہ کے طور پر وہ کچھ تیار کیا ہے جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی شخص کے دل میں اس کا خیال گزرا۔ اکتفا کرو اس پر جو اللہ نے تمہیں بتادیا ہے اور یہ آیت پڑھی فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ۔ پس کوئی ذی روح نہیں جانتا کہ اُن کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا کچھ چھپا کر رکھا گیا ہے؟

(الصحیح المسلم، کتاب الجنة وصفة نعیمها وأهلها)

سامعین! اب مَیں اپنی تقریر کے دوسرے پہلو یعنی صحبتِ صالحین کی طرف آتا ہوں جس میں نبی کی صحبت اوّل درجہ پر آتی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مضمون کو کیا ہی نفیس اور پُر حکمت انداز میں بیان فرمایا ہے کہ

"ایک شخص کستوری اٹھائے ہوئے ہو اور دوسرا بھٹی جھونکنے والا ہو۔ کستوری والا مفت میں خوشبو دے جائے گا۔ اس کی مہک سے تو فائدہ اٹھا جائے گا اور بھٹی والے کے قریب بیٹھنے سے کپڑے جل جائیں گے اور اس کا بدبودار دھواں تنگ کرے گا۔"

(مسلم کتاب البّر والصلة)

اس حدیث کی تشریح میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ ہم سب کو کستوری کی خوشبو بانٹنے والا بنائے اور ہمارے اندر وہ پاک تبدیلیاں پیدا ہوں جو نہ صرف ہمیں فائدہ پہنچارہی ہوں بلکہ لوگ بھی ہم سے فائدہ اٹھارہے ہوں۔"

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 398)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک موقع پر فرماتے ہیں۔

اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِهٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُخَالِلُ

(ابوداؤد کتاب الادب)

کہ انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے یعنی دوست کے اخلاق کا اثر انسان پر ہوتا ہے اس لئے دوست بناتے وقت غور وخوض کرنا چاہیے۔

ایک عربی شاعر نے اس مضمون کو اپنے اشعار میں بھی بیان کیا ہے جس کا اردو ترجمہ یہ ہے کہ اگر تم کو کسی شخص کے متعلق تحقیق مقصود ہو تو اُس شخص کی تحقیق نہ کرو بلکہ اُس کے ہم نشینوں کو دیکھو کیونکہ دوست اپنے ہم نشینوں کا متبع ہوتا ہے جیسے ہم نشین ہوں گے ویسا ہی وہ شخص ہوگا۔ جب تم کسی قوم میں ہو تو اس قوم کے اچھوں کی صحبت اختیار کرو، ناکارہ لوگوں کی صحبت میں نہ بیٹھو ورنہ تم ہلاک ہو جاؤ گے۔

سامعین! قادیان میں کسی شخص نے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ سے عرض کی کہ میرا بیٹا دہریت جیسی باتیں کرتا ہے۔ آپؓ نے فوراً ہدایت فرمائی کہ کلاس روم میں اُس کی جگہ تبدیل کر دو۔ اس پر اس کے کلاس فیلو کا اثر ہو رہا ہے چنانچہ جگہ تبدیل کرنے سے وہ بچہ دوبارہ ایمان کی راہیں اختیار کر گیا۔ بعض ماثورہ اقوال میں "وَحْدَةُ الْمَرْءِ خَيْرٌ مِنْ جَلِيْسِ السُّوْءِ" بھی ملتا ہے کہ اگر صالح ہم نشین اور اچھا ساتھی میسر نہ ہو تو پھر انسان کے لئے تنہائی ہی بہتر ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرشتوں کے متعلق فرمایا کہ ان کو ذکر کی مجالس کی تلاش رہتی ہے جب وہ ایسی مجلس کو پاتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو رہا ہو تو فرشتے وہاں بیٹھ کر مجلس کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں۔ ساری فضا ان کے اس بابرکت سایہ سے مہک اٹھتی ہے اور جب مجلس برخواست ہوتی ہے تو فرشتے بھی واپس چلے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس جیسی مجلس میں آئے شخص کو بھی انہی میں سے قرار دے کر ان مبارک لوگوں کے ساتھ شامل کر دیا جن پر فرشتے پَر پھیلائے سایہ کیے ہوئے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"جب انسان ایک راستباز اور صادق کے پاس بیٹھتا ہے تو صدق اس میں کام کرتا ہے لیکن جو راستبازوں کی صحبت کو چھوڑ کر بدوں اور شریروں کی صحبت اختیار کرتا ہے تو ان میں بدی اثر کرتی جاتی ہے۔ اسی لئے احادیث اور قرآن شریف میں صحبتِ بد سے پرہیز کرنے کی تاکید اور تہدید پائی جاتی ہے اور لکھا ہے کہ جہاں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت ہوتی ہو اس مجلس سے فی الفور اُٹھ جاؤ ورنہ جو اہانت سُن کر نہیں اٹھتا اس کا شمار بھی ان میں ہی ہوگا۔

صادقوں اور راستبازوں کے پاس رہنے والا بھی ان میں ہی شریک ہوتا ہے۔ اس لئے کس قدر ضرورت ہے اس امر کی کہ انسان کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کے پاک ارشاد پر عمل کرے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ملائکہ کو دنیا میں بھیجتا ہے وہ پاک لوگوں کی مجلس میں آتے ہیں اور جب واپس جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُن سے پوچھتا ہے کہ تم نے کیا دیکھا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے ایک مجلس دیکھی ہے جس میں تیرا ذکر کر رہے تھے مگر ایک شخص اُن میں سے نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نہیں! وہ بھی ان میں سے ہی ہے کیونکہ اِنَّھُمْ قَوْمٌ لَا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صادقوں کی صُحبت سے کس قدر فائدے ہیں سخت بدنصیب ہے وہ شخص جو صحبت سے دُور رہے۔"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 507)

ایک اور موقع پر صحبت صالحین کی غرض بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"بات یہ ہے کہ مُردوں سے مدد مانگنے کے طریق کو ہم نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہ ضعیف الایمان لوگوں کا کام ہے کہ مُردوں کی طرف رجوع کرتے ہیں اور زندوں سے دور بھاگتے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی میں لوگ اُن کی نبوت کا انکار کرتے رہے اور جس روز انتقال کر گئے تو کہا کہ آج نبوت ختم ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے کہیں بھی مُردوں کے پاس جانے کی ہدایت نہیں فرمائی۔ بلکہ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (التوبہ:119) کا حکم دے کر زندوں کی صُحبت میں رہنے کا حکم دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اپنے دوستوں کو بار بار یہاں (قادیان) آنے اور رہنے کی تاکید کرتے ہیں اور ہم جو کسی دوست کو یہاں رہنے کے واسطے کہتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ محض اس کی حالت پر رحم کر کے ہمدردی اور خیر خواہی سے ہی کہتے ہیں۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ایمان درست نہیں ہوتا جبتک انسان صاحبِ ایمان کی صُحبت میں نہ رہے اور یہ اس لئے چونکہ طبیعتیں مختلف ہوتی ہیں۔ ایک ہی وقت میں ہر قسم کی طبیعت کے موافقِ حال تقریر ناصح کے منہ سے نہیں نکلا کرتی۔ کوئی وقت ایسا آجاتا ہے کہ اس کی سمجھ اور فہم کے مطابق اُس کے مذاق پر گفتگو ہوجاتی ہے۔ جس سے اُس کو فائدہ پہنچ جاتا ہے اور اگر آدمی بار بار نہ آئے اور زیادہ دنوں تک نہ رہے، تو ممکن ہے کہ ایک وقت ایسی تقریر ہو جو اُس کے مذاق کے

موافق نہیں ہے اور اُس سے اُس میں بددلی پیدا ہو اور وہ حسنِ ظن کی راہ سے دور جا پڑے اور ہلاک ہو جاوے۔“

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 339)

پیارے بھائیو! مامور زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک جگہ اچھی اور بُری صحبت کی بہت عمدہ مثال یوں دی ہے کہ ایک مکھی گندگی پر بیٹھتی ہے اور گندگی اور بیماری پھیلاتی ہے جبکہ ایک دوسری مکھی جو شہد کی مکھی کہلاتی ہے وہ پھولوں پر بیٹھتی ہے اور ایک ایسی خوراک تیار کرتی ہے جو شہد کہلاتا ہے اور شِفَاءٌ لِلنَّاسِ ہے۔ دونوں کہلاتی مکھیاں ہیں مگر اپنی اپنی صحبت سے وہ کیا مہیا کرتی ہیں۔؟

انگریزی زبان کا ایک مشہور محاورہ ہے۔

“A man is known by the company he keeps”

یعنی انسان اپنی صحبت سے پہچانا جاتا ہے۔

کسی نے صحبت کے مضمون کو گلاب اور دیگر پھولوں سے تشبیہ دی ہے کہ جہاں پھولوں کی کیاریاں ہوں وہاں سے آنے والی ہوائیں بھی خوشبودار ہو کر گزرتی ہیں اور فضا مہک جاتی ہے۔ یہاں تک کہ گلاب کی پتیاں جس زمین پر گرتی ہیں وہ زمین بھی گلاب کی خوشبو سے معطر ہو جاتی ہے۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

”آپ نے جو آج مجھ سے بیعت کی ہے یہ تخمریزی کی طرح ہے۔ چاہیے کہ آپ اکثر مجھ سے ملاقات کریں اور اس تعلق کو مضبوط کریں جو آج قائم ہوا ہے جس شاخ کا تعلق درخت سے نہیں رہتا وہ آخر خشک ہو کر گر جاتی ہے۔“

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 37-38 ایڈیشن 1984ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ:

”صحبت میں بڑا اشرف ہے۔ اس کی تاثیر کچھ نہ کچھ فائدہ پہنچا ہی دیتی ہے۔ کسی کے پاس اگر خوشبو ہو تو پاس والے کو بھی پہنچ ہی جاتی ہے۔ اسی طرح پر صادقوں کی صحبت ایک روح صدق کی نفخ کر دیتی ہے۔ مَیں سچ کہتا ہوں کہ گہری صحبت نبی اور صاحب نبی کو ایک کر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے جو قرآن شریف میں کُوْنُوْا مَعَ

الصّٰدِقِیْنَ (التوبہ: 119) فرمایا ہے۔ اور اسلام کی خوبیوں میں سے یہ ایک بے نظیر خوبی ہے کہ ہر زمانے میں ایسے صادق موجود رہتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 609 ایڈیشن 1988ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام مقربین کی صحبت میں بیٹھنے سے متعلق فرماتے ہیں۔

"یہ مسلّمہ امر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے مقرب کے پاس رہنا گویا ایک طرح سے خود خدا تعالیٰ کے پاس رہنا ہوتا ہے۔"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 316 ایڈیشن 2016ء)

سامعین! زیارت صالحین کے لیے سفر کرنا قدیم سے سنت سلفِ صالح چلی آئی ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ جب قیامت کے دن ایک شخص اپنی بد اعمالی کی وجہ سے سخت مواخذہ میں ہوگا تو اللہ جلّ شانہ اس سے پوچھے گا کہ فلاں صالح آدمی کی ملاقات کے لیے کبھی تو گیا تھا۔ تو وہ کہے گا بالارادہ تو کبھی نہیں گیا مگر ایک دفعہ ایک راہ میں اس کی ملاقات ہوگئی تھی تب خدا تعالیٰ کہے گا کہ جا! بہشت میں داخل ہو۔ مَیں نے اسی ملاقات کی وجہ سے تجھے بخش دیا۔

(آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 608)

پھر فرمایا:

"ہمیں بہت افسوس ہے کہ بعض لوگ کچے ہی آتے ہیں اور کچے ہی چلے جاتے ہیں۔ حالانکہ یہ اُن کا فرض ہے کہ یہاں آکر چند روز رہیں اور اپنے شبہات پیش کر کے پختگی حاصل کریں تو پھر ان سے دوسرے مخالف اور عیسائی ایسے بھاگیں گے جیسے لاحول سے شیطان بھاگتا ہے۔"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 283-284 ایڈیشن 2016ء)

پھر فرمایا:

"کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (التوبہ: 119) بھی اسی واسطے فرمایا گیا ہے۔ سادھ سنگت بھی ایک ضرب المثل ہے۔ پس یہ ضروری بات ہے کہ انسان باوجود علم کے اور باوجود قوت و شوکت کے امام کے پاس ایک سادہ لوح کی طرح پڑا رہے تا اس پر عمدہ رنگت آوے۔ سفید کپڑا اچھا رنگا جاتا ہے اور جس میں اپنی خودی اور

علم کا پہلے سے کوئی میل کچیل ہوتا ہے اس پر عمدہ رنگ نہیں چڑھتا۔ صادق کی معیت میں انسان کی عقدہ کشائی ہوتی ہے اور اسے نشانات دئے جاتے ہیں جن سے اس کا جسم منور اور روح تازہ ہوتی ہے۔“

(ملفوظات جلد4 صفحہ 262-263 ایڈیشن 2016ء)

آپؑ فرماتے ہیں:

”صادقوں کی صحبت میں رہنا بہت ضروری ہے خواہ انسان کیسا علم رکھتا ہو۔ طاقت رکھتا ہو، لیکن صحبت میں رہنے سے جو اس کے شبہات دور ہوتے ہیں اور اسے علم حاصل ہوتا ہے وہ دوسرے طور سے حاصل نہیں ہوتا۔“

(البدر جلد2 نمبر8 مورخہ 13 مارچ 1903ء صفحہ 59)

آپؑ فرماتے ہیں:

”وہ عظیم الشان ذریعہ جس سے ایک چمکتا ہوا یقین حاصل ہو اور خدا تعالیٰ پر بصیرت کے ساتھ ایمان قائم ہو ایک ہی ہے کہ انسان ان لوگوں کی صحبت اختیار کرے جو خدا تعالیٰ کے وجود پر زندہ شہادت دینے والے ہوں خود جنہوں نے اس سے سن لیا ہے کہ وہ ایک قادر مطلق اور عالم الغیب تمام صفات کاملہ سے موصوف خدا ہے...... پس مَیں اس نور کو لے کر آیا ہوں اور دنیا میں قوتِ یقین کو پیدا کرنا چاہتا ہوں اور اس قوت کا پیدا ہونا صرف الفاظ اور باتوں سے نہیں ہو سکتا، بلکہ یہ ان نشانات سے نشو نما پاتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مقتدرانہ طاقت سے صادقوں کے ہاتھ پر ظہور پاتے ہیں۔“

(ملفوظات جلد2 صفحہ 365-366 ایڈیشن 2016ء)

”وہ آدمی جو کسی تریاقی صحبت میں رہے اور اس طرح رہے جو رہنے کا حق ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کو ایسے زہروں سے بچا لیتا ہے اور یہ بات کہ انبیاء علیہم السلام کی یا آسمانی کتابوں کی ضرورت کیوں ہوتی ہے؟ بہت صاف امر ہے۔ دیکھو! آنکھ میں بھی ایک روشنی اور نور ہے، لیکن وہ سورج کی روشنی کے بغیر دیکھ نہیں سکتی۔ آنکھ خدا نے دی ہے ساتھ ہی دوسری روشنی بھی پیدا کر دی ہے، کیونکہ یہ نور دوسرے نور کا محتاج ہے۔ اسی طرح اپنی عقل جب تک آسمانی نور اور بصیرت اس کے ساتھ نہ ہو کچھ کام نہیں دے سکتی۔ نادان ہے وہ شخص جو کہتا ہے کہ ہم مجرد عقل سے بھی کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔ خدا نے جو

طریق مقرر کیا ہے۔ اس کو حقارت کی نگاہ سے مت دیکھو۔ بہت سے اسرار اور امور ہیں جو مجھ پر کھولے گئے ہیں۔ اگر میں ان کو بیان کروں تو خاص آدمیوں کے سوا جو صحبت میں رہتے ہیں باقی حیران رہ جائیں۔ پس ان لوگوں کو دیکھ کر حیرت اور رونا آتا ہے جو کسی صادق کی پاک صحبت میں نہیں رہے۔ ان لوگوں کو جو ذاتیات پر اعتراض کرتے ہیں۔ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ وہ کوئی ایک اعتراض تو دکھائیں جو پہلے کسی نبی پر نہ کیا گیا ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو اعتراض آریوں نے کئے ہیں کیا وہ ان اعتراضوں سے جو مجھ پر ہوئے بڑھے ہوئے نہیں ہیں؟ حضرت مسیح پر یہودیوں نے جس قدر اعتراض کیے ہیں یا آریوں نے کئے ہیں۔ وہ دیکھو کس قدر ہیں؟ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک ذات پر جس قدر الزام لگائے جاتے ہیں ان کا شمار تو کرو۔"

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 137-138 ایڈیشن 2016ء)

اصل انسان کی کامیابی اسی میں ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کو دَورِ اوّل میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف شہیدؓ کو اس اُخروی دور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مختصر صحبت نے اِن کو سونے کی ڈلی بنا دیا اور وہ ایک ایسا مقام بنا گئے جو رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عائشہؓ سے آنحضور صلی االلہ علیہ وسلم کے نزدیک اپنی تدفین کے لئے جو جگہ مانگی وہ بھی در حقیقت صحبتِ صالحین ہی ہے۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ زندوں کے ساتھ ساتھ مُردوں میں بھی صحبتِ صالحین مسلّمہ ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ سے کسی نے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ

"سنا ہے کہ آپ کو کیمیا گری آتی ہے؟ آپؓ نے فرمایا کہ ہاں آتی ہے۔ اس نے عرض کیا کہ ہم غریب ہیں اور مقروض رہتے ہیں۔ آپ ہمیں بھی بتائیں۔

چنانچہ حضورؓ نے فرمایا:

لوگ اکسیر اور سنگ پارس تلاش کرتے پھرتے تھے۔ میرے لیے تو حضرت مرزا صاحب پارس تھے۔ مَیں نے انکو چھوٗا تو بادشاہ بن گیا"

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 56)

اللہ تعالیٰ ہمیں صلحاء اور نیک بزرگوں کی صحبت بالخصوص خلیفۃ المسیح کی پاکیزہ صحبت یعنی ارشادات و نصائح کو سننے اور ان پر بھرپور عمل کرنے کی توفیق سے نوازتا رہے۔ آمین

✡✡✡✡

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ